گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

شیخ سرہند

حضرت مجدد الف ثانی

شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ

جمیل اطہر سرہندی

شیخِ سرہند

جمیل اطہر سرہندی

بسم الله الرحمن الرحيم

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

شیخ سرہندؒ

جمیل اطہر سرہندی

ادارہ اسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

★ ۔۔۔ دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون [illegible]، ٹیلیکس [illegible]

★ ۔۔۔ ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور، پاکستان
فون ۔۔۔ [illegible]

★ ۔۔۔ ارجن بلڈنگ [illegible] موہن روڈ
چوک اردو بازار، کراچی فون [illegible]

مرتب ومصنف :- جمیل اطہر سرہندی

اشاعت اول :- جنوری 1999ء

اشاعت دوم :- نومبر 1999ء

اشاعت سوم :- جنوری 2003ء

باہتمام :- اشرف برادرز لاہور

مطبع :- تجارت پرنٹرز 14- ایبٹ روڈ لاہور

تعداد اشاعت سوم :- 1200

قیمت 126/ روپے

ادارہ اسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

★ دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور، فون ... فیکس ...

★ ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان، فون ۷۲۳۳۹۹۱ - ۷۳۵۳۲۵۵

★ ... بلڈنگ، موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی فون ۷۷۲۴۰۱

ملنے کا پتہ :

ادارہ اسلامیات :- 190- انارکلی لاہور

دارالاشاعت :- اردو بازار کراچی- 1

ادارہ المعارف :- ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی 14

مکتبہ دارالعلوم :- کراچی 14

شیخ سرہند

جمیل اطہر سرہندی

انتساب

والد محترم قاضی سراج الدین سرہندیؒ

کے نام

جنہوں نے میرے دل و دماغ کو

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی

عقیدت و محبت کے چراغوں سے

روشن اور منور کیا

اور

والدہ مرحومہ کے نام

جن کی دعاؤں کے طفیل

یہ خاکسار۔ اللہ تعالیٰ کی

بے پناہ رحمتوں سے فیض یاب ہوا

فہرست

نمبر شمار	مضامین		صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	جمیل اطہر	11
2	سرہند (نظم)	غلام صابر قدیری	15
3	اللہ والوں کی سرزمین	جمیل اطہر	17
4	حضرت امام ربانی	جمیل اطہر	29
5	مرد قلندر	کلیم عثمانی	38
6	صاحب اسرار	جمیل اطہر	39
7	بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی	جمیل اطہر	47
8	مسلم قومیت کا داعی	جمیل اطہر	59
9	اکبر کا دین الٰہی	جمیل اطہر	67
10	وحدت الوجود سے وحدت الشہود تک	جمیل اطہر	77
11	مجدد سے قائد تک	جناب زیڈ اے سلہری	87
12	سرمایہ ملت کا نگہبان	پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی	95
13	نفس گرم کی تاثیر	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد	101
14	گرمئی احرار	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	117
15	مکتوبات کے آئینے میں	صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری	123
16	کاشف اسرار	حافظ لدھیانوی	132
17	احیائے دین کا نور	سید انور علی ایڈووکیٹ	133
18	نرالی شان کا مجدد	صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی	141
19	دانائے راز	پروفیسر انیس احمد شیخ	147
20	دلولہ حق	عبدالکریم ثمر	169
21	تجدید دین	پروفیسر محمد عارف اظہر	179
22	خواجہ باقی باللہ کی نظر میں	پروفیسر ڈاکٹر غلام سرور	195
23	آفتاب درخشاں	ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی	207
24	اقبال کی نظر میں	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین	213
25	بہترین جہاد	پروفیسر سعید احمد خاں	225
26	صراط مستقیم	پروفیسر حافظ اعتبار احمد خان	239
27	مرید سے مراد تک	پروفیسر محمد عبدالعزیز خان نیازی	245
28	ے مجدد	ڈاکٹر اقبال سرہندی	253
29	آئینہ ماہ و سال		255

پیش لفظ

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت وارادت تو خاکسار کو ورثہ میں ملی یہ نسبت بھی میرے لئے فخرو شرف کا باعث ہے کہ میری ولادت 11 مئی 1941ء کو سرہند شریف میں ہوئی اور ایک ایسے خاندان میں جو درگاہ مجددیہ کی خدمت اپنے لئے توشۂ آخرت سمجھتا ہے۔ میرے والد مکرم و محترم---- قاضی سراج الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ --- جو قیام پاکستان کے موقع پر ہجرت کر کے سرہند شریف سے ٹوبہ ٹیک سنگھ منتقل ہوئے -- ان چند شخصیات میں شامل تھے جنہوں نے لفظ سرہندی کو اپنے نام کا حصہ بنا کر اس مقدس سرزمین سے اپنی نسبت کا اظہار فرمایا' والد محترم کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ برصغیر کی تقسیم کے موقع پر جب ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی تو سرہند شریف کے گردونواح میں بسنے والے کم از کم ایک لاکھ مسلمان مردوں' عورتوں' بوڑھوں اور بچوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر درگاہ حضرت مجدد الف ثانی کے وسیع و عریض احاطہ میں پناہ لی تو ان کے قیام و طعام اور حفاظت و نگہداشت کا سارا کام ان کی نگرانی میں انجام دیا گیا۔ انہوں نے نہ صرف قریبی دیہات سے غلہ کی فراہمی کا انتظام کیا بلکہ موسلا دھار بارشوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے خیمے بھی فراہم کئے اور غلہ اور دالوں اور سبزیوں کی فراہمی کو بھی یقینی بنایا اور ہندوؤں اور سکھوں کے حملوں سے بچاؤ کی بھی کامیاب منصوبہ بندی کی اور الحمد للہ خانقاہ میں پناہ لینے والے مسلمان، سکھوں کی جارحانہ کارروائیوں سے نہ صرف محفوظ رہے بلکہ یہاں رہنے والوں میں سے کوئی شخص خوراک میسر نہ آنے کے باعث فوت بھی نہیں ہوا' میرے والد مرحوم نے روپڑ سے پاکستان جانے والی مہاجرین کی گاڑی پر سرہند ریلوے سٹیشن پر ہندو اور سکھ بلوائیوں کے حملہ میں شہید ہونے والوں کی لاشیں اٹھانے اور زخمیوں کو طبی امداد مہیا کرنے کے لئے بھی رضا کار جماعتیں منظم کیں اور سرہند کے قریبی دیہات سے ان مسلمان عورتوں کی برآمدگی اور بازیابی کے بھی انتظامات کئے جنہیں ہندو اور سکھ مسلمانوں کے گھروں پر حملوں کے دوران اغوا کر کے لے گئے تھے۔ ہمارا خاندان--- قاضی فیملی--- سرہند منڈی کا واحد مسلمان خاندان تھا جس کے تمام ارکان---- ہمارے دادا قاضی محمد اصغر سرہندی' ان کے بڑے بھائی قاضی محمد اکبر سرہندی' میرے تایا قاضی محمد صغیر الدین سرہندی' قاضی نصیر الدین سرہندی' میرے والد قاضی سراج الدین سرہندی' چچا قاضی علاؤ الدین قاضی ظہور الدین اور قاضی عمر الدین اور قاضی محمد اکبر سرہندی کے بیٹے قاضی محمد صادق سرہندی' قاضی

عبدالرحمان سرہندی، قاضی عبدالرحیم سرہندی اور قاضی محمد عبداللہ سرہندی اس قصبہ کے تمام کاروبار اور تجارت - کریانہ کی دوکان سے لے کر کاٹن جننگ اور لوہے کی سلاخیں تیار کرنے تک--- کا کاروبار کرتے تھے اور ان کے شب و روز خانقاہ شریف کی خدمت میں بسر ہوتے تھے، خاندان کے ارکان نماز جمعہ خانقاہ کی جامع مسجد میں اور ماہ رمضان میں تراویح وہیں ادا کرتے اور عرس کے موقع پر زائرین کی خدمت و تواضع بالخصوص درگاہ کے صدر دروازے پر پانی کی سبیلیں لگانے کا اہتمام کرتے تھے- یہ ارکان باری باری یہ ڈیوٹی انجام دیتے تھے اور اسے اپنی اخروی فلاح اور نجات کا ذریعہ تصور کرتے تھے-

میرے ہائی سکول کے زمانہ کے استاد اور ڈی سی ہائی سکول ٹوبہ ٹیک سنگھ کے سینکنڈ ماسٹر خان غلام محمد خان نیازی نے 1978ء میں والد محترم کے سانحہ ارتحال پر مجھ سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے والد محترم نے قیام پاکستان کے بعد ٹوبہ ٹیک سنگھ پہنچنے کے بعد مرکزی جامع مسجد میں جب پہلی نماز جمعہ ادا کی تو انہوں نے اس موقع پر اجتماع سے خطاب کیا اور نہایت دردمندی اور دلسوزی سے ہجرت کے واقعات بیان کئے اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہندوستان کے لوگوں نے پاکستان کی خاطر تاریخ کی بے شمار قربانیاں دی ہیں- اگر ہمارے ہاتھوں پر دنیا کی ساری نعمتیں رکھ دی جاتیں اور یہ پیشکش کی جاتی کہ آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ سے دوری اختیار کرلیں تو ہم ہرگز ہرگز ایسا نہ کرتے لیکن یہ پاکستان کی اسلامی مملکت ہے جس کی خاطر ہم نے اتنی بڑی محرومی کا زخم بھی برداشت کرلیا اس طرح دہلی کی جامع مسجد، درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور اجمیر میں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہوں سے دوری بھی کوئی مسلمان ہرگز قبول نہ کرتا اگر ان کے سامنے پاکستان کی جداگانہ اسلامی فلاحی مملکت کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کا مقصد نہ ہوتا، خان غلام محمد خان نیازی نے کہا کہ زندگی میں پہلی بار میری آنکھوں میں آنسو قاضی سراج الدین سرہندی کی نہایت جذباتی تقریر سن کر آئے تھے

والد محترم نے سرہند شہر میں انجمن اسلامیہ کی تشکیل اور اس کے زیر اہتمام مسلم ہائی سکول کے قیام میں بھی فعال کردار ادا کیا- وہ انجمن اسلامیہ کے سیکرٹری رہے جس کے زیر اہتمام ہر سال ایک جلسہ بھی منعقد ہوتا تھا جس میں دوسرے شہروں کے ممتاز علماء کو خاص طور پر مدعو کیا جاتا تھا سرہند میں مسلمانوں کی یہ پہلی تنظیم اور اس کے زیر اہتمام یہ پہلا ہائی سکول تھا- جس کے اخراجات پورا کرنے کے لئے وہ اور ان کے رفقاء سرہند کے دیہات کا پیدل اور سائیکل پر سفر کرتے اور مسلمانوں سے ان اداروں کے لئے جنس اور نقدی کی صورت میں چندہ جمع کرتے-

درگاہ حضرت امام ربانی سے وابستگی کا ایک اظہار اس وقت بھی ہوا جب والد صاحب نے قیام پاکستان کے پانچ چھ سال بعد سرہند شریف کا سفر اختیار کیا اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے، اس وقت میری عمر

بمشکل بارہ برس ہو گی۔ ہم نے ایک ہفتہ روضہ شریف کے ایک حجرے میں گزارا' ہم ہر روز حضرت امام ربانی کی ابدی آرام گاہ پر حاضری دیتے اور اپنی التجائیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے واسطہ سے پیش کرتے۔ والد صاحب مجھے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے سامنے تقریباً" ایک ڈیڑھ میل کے فاصلے پر واقع حضرت امام بندگی کی درگاہ پر بھی لے جاتے رہے۔ پاکستان بننے سے پہلے یہ درگاہ بھی عقیدت مندوں کی ارادت مندی کا مرکز تھی اور یہاں سالانہ عرس بھی ہوتا تھا۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد رفتہ رفتہ یہاں زائرین کی تعداد کم ہوتی چلی گئی۔ والد صاحب کے ساتھ عام خاص باغ بھی گیا اور سرہند کے قدیمی قبرستان میں بھی حاضری دی اور اپنے بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھی قارئین کو حیرت ہو گی اور خود مجھے بھی یہ یاد کر کے تعجب ہوتا ہے کہ میں نے اس مقدس سفر سے واپسی پر لائل پور (اب فیصل آباد) کے کثیر الاشاعت اخبار روزنامہ غریب' میں "دیار مجدد میں چند روز" کے عنوان سے تین اقساط میں سفرنامہ لکھا' یہ شائد میری ابتدائی تحریروں میں سے ایک تحریر تھی۔ یہاں اس کے ذکر کا مقصد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے خاندان' بالخصوص والد محترم اور پھر اپنی عقیدت و ارادت کا پس منظر واضح کرنا ہے۔ والد محترم جب تک حیات رہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے' سرہند شریف سے قلبی وابستگی اور پاکستان ہجرت کر کے آنے والے اہل سرہند کی خدمت و رہنمائی ان کے روز و شب کا معمول رہے' ان کی یہ تمنا تھی کہ وہ پھر سرہند شریف جائیں لیکن سفر پر پابندیوں کے باعث انہیں دوبارہ یہ موقع میسر نہ آیا' ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جب ایک نئی اضافی بستی کے قیام کا منصوبہ بنا جہاں زیادہ تر سرہند شریف کے مہاجرین کی آبادکاری ہونا تھی تو والد صاحب نے ہی اس کا نام سرہند بستی تجویز کیا اور یہاں تعمیر ہونے والی مسجد کا نام "مسجد مجددیہ" رکھا گیا۔ والد صاحب نے پچاس کے عشرے میں اپنے دوسرے کاروباروں کے ساتھ ایک ہوزری قائم کی جس کا نام سرہند ہوزری رکھا گیا۔ ہم نے جب لاہور میں پرنٹنگ پریس قائم کیا تو وہ اسے بھی سرہند سے موسوم کرنے کے خواہاں رہے۔

1988ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے زائرین کی جماعت کے ہمراہ حضرت مجدد الف ثانی کے عرس میں شرکت کے لئے سرہند شریف جانے کا دوبارہ شرف حاصل ہوا اور امام ربانی کے مزار پر حاضری اور ان کے والد بزرگوار شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبزادوں' خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مقابر پر حاضری سے اس روحانی تعلق کی تجدید ہوئی جو اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملا تھا' اس سفر میں ایک بزرگ شخصیت جناب محمد نواز سے قلبی تعلق بھی استوار ہوا جو زائرین کی جماعت کے ڈپٹی لیڈر اور پشاور میں افغان مہاجرین کے کمشنریٹ میں ڈپٹی ڈائریکٹر تھے اور ان دنوں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو کر بنوں کے قریب ایک گاؤں میں مقیم ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات اور پیغام

دیارِ سرہند

مرکزِ نُور و تجلّی ہے دیارِ سرہند
واہ کیا شان ہے کیا عز و وقار سرہند

صرف انساں ہی نہیں سر بسجود در پاک
ہیں ملک بھی بہ ادب سجدہ گزار سرہند

سُرمہ چشمِ بصیرت ہے در پاک کی خاک
غازہ روئے عقیدت ہے غبارِ سرہند

ارضِ سرہند نہیں مطلع انوار ہے یہ
کلک اقبال ہے یوں وصف نگار سرہند

پھول ایماں کے کھلے نُور کی کلیاں چٹکیں
آئی جب دین کے گلشن میں بہار سرہند

جس نے اک بار بھی اس در کی زیارت کر لی
ہو گیا بس وہ دل و جاں سے نثار سرہند

دل کھِنچا جاتا ہے اس نور کے مرکز کی طرف
چشم پرشوق ہے اور روئے نگار سرہند

خرمنِ کُفر جہاں دیکھا گرا دی بجلی
اللہ اللہ یہ طریقہ یہ شعار سرہند

مکہ و طیبہ و بغداد و دیار اجمیر
ہے انہیں نور کے شہروں میں شمار سرہند

ساقیا مجھ کو مئے ناب سے رغبت کیوں ہو
میں ازل ہی سے ہوں سرمست خمار سرہند

ہر بلا سے ہر اک افتاد سے محفوظ ہوں میں
ہے کھنچا چاروں طرف میرے حصار سرہند

کعبہ جاں ہے کوئی کعبہ ایماں کوئی
قبہ نور ہے اک ایک مزار سرہند

روضہ پاک ہے نظارہ فردوسِ بریں
جس نے دیکھا وہ ہوا عاشق زار سرہند

کوئی قیوم زماں عروۂ وثقیٰ کوئی
جن سے قائم ہے زمانے میں وقار سرہند

غوث و ابدال کہیں نازشِ اسلام کہیں
تجھ میں آسودہ ہیں اے خاکِ دیار سرہند

صبح ہے نور فشاں شام ہے نکہت افروز
نور و نکہت سے ہیں پُر لیل و نہار سرہند

روضہ حضرت معصوم ؒ کا اللہ رے جمال   جان نظارہ ہے یہ جان بہار سرہند

لحن دلکش میں وہ قرآں کی تلاوت کا سماں   وقت گل دیکھے کوئی آکے بہار سرہند

فتنہ دین الٰہی ہوا پامال و تباہ   دشمن دین محمدؐ ہوا خوار سرہند

شاہ سرہند نے فرمایا قصور اس کا معاف   اور جہانگیر ہوا آکے نثار سرہند

یہ حجابات من و تو نہ رہیں گے حائل   عشق میں ہو تو کوئی سینہ فگار سرہند

وصف سرہند سے قاصر ہے زباں تو میری   چشم پرنم ہے مگر آئینہ دار سرہند

میں تو دیوانۂ سرہند ہوں مجھ کو صابر
اور کیا چاہئے جز کوچۂ یارِ سرہند

غلام صابر قدیری سندیلوی

مکان 1/47 دریائی ٹوبہ=پاٹہ نالہ ۔ لکھنؤ

اللہ والوں کی سرزمین

○ ○

سرہند کو فقیروں اور درویشوں کی دنیا میں ہمیشہ قدر و منزلت کا مقام حاصل رہا ہے۔ یہ اللہ کے وہ برگزیدہ بندے تھے جنہوں نے سینکڑوں سال تک اس سرزمین میں نیکی اور پاکیزگی کے بیج بوئے اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کا مقدس فرض ادا کیا۔ سرہند کو طویل عرصہ تک ہندوستان میں بہت اہم مقام حاصل رہا ہے اور یہ شہر صدیوں تک علاقے میں ہزاروں لوگوں کی تقدیر سنوارنے اور بدلنے کا مرکز اور محور بنا رہا ہے۔ خاص طور پر ہندوستان میں مغلیہ حکمرانوں کے دور میں سرہند کو سیاسی اور دینی اعتبار سے قیادت و سیادت کا مرکز بنے رہنے کا شرف حاصل رہا۔ سرہند نشیب و فراز کے بے شمار ادوار سے گزرا کئی بار خانہ جنگی ہوئی کئی بار یہ میدان جنگ بنا اور ہر بار پنجاب کی ریاست پٹیالہ کا یہ تاریخی شہر تاریخ کا رخ بدلنے میں اپنا کردار ادا کرتا رہا۔ یہ عجیب بات ہے کہ سرہند مسلمانوں کی تگ و تاز کا ہی محور نہیں رہا بلکہ سکھوں کے کئی اہم معرکے بھی اسی سرزمین پر سر کیے گئے یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی ابدی آرام گاہ جسے علاقے کے مسلمان روضہ شریف کے نام سے یاد کرتے ہیں سے' آدھے میل کے فاصلے پر سکھوں کا متبرک مقام گوردوارہ فتح گڑھ صاحب بھی واقع ہے۔ روضہ شریف مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو بحال اور برقرار رکھنے کی اس عہد آفرین جدو جہد کی گواہی دیتا ہے۔ جو حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے مغلیہ حکمرانوں اکبر اور جہانگیر کے دور میں نہایت استقامت اور اولوالعزمی کے ساتھ انجام دی۔ اسی طرح سکھوں کا یہ متبرک مقام ہندوؤں کے اقتدار اعلیٰ کے خلاف سکھوں کے کئی معرکوں کا مظہر ہے۔ سرہند شریف مسلمانوں کے قلب و نگاہ کو نئی روح عطا کرتا ہے اس لئے کہ اس کے چپے چپے میں مسلمانوں کے ان اسلاف کے مدفن ہیں جنہوں نے ظلمت و تاریکی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں اسلام کی نورانی شمع کو فروزاں رکھا اور اس اعلیٰ و ارفع نصب العین کی خاطر کسی بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ سرہند میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا مدفن دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے اسی طرح کشش کا باعث ہے جس طرح آگرہ میں تاج محل ایک مسلمان بادشاہ اور اس کی ملکہ کی دائمی اور ابدی محبت کا نشان بن کر عقیدت مندوں کے لئے مرکز نگاہ بنا ہوا ہے۔ روضہ شریف کو اس بنا پر زیادہ فوقیت حاصل ہے کہ تاج محل تو محض دو دلوں کی محبت کا ایک لازوال نشان ہے۔ جبکہ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے لاکھوں دلوں کو مسخر کیا انہیں ایمان وایقان کی روشنی عطا کی اور اپنے کردار اور عمل سے ایسی ضوفشانی کی کہ گم کردہ راہ مسلمان اپنے حقیقی راستے پر واپس آنے لگے اور ان کے ذہنوں میں جو الجھاؤ پیدا ہو گئے

تھے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی شب و روز کاوشوں سے وہ اس طرح سلجھ گئے کہ اسلام کے افق پر رنج و غم، مایوسی اور افسردگی کے جو بادل منڈلانے لگے تھے وہ چھٹ گئے اور مطلع پوری طرح صاف ہو گیا۔ شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ کارنامہ کہ انہوں نے نہایت پر امن طریقے سے اسلام کے احیاء کی جنگ اس قدر کامیابی سے لڑی کہ انہوں نے برصغیر ہندوپاک کے تمام مذاہب کے پیروکاروں پر یہ حقیقت واشگاف کر دی کہ اسلام امن و عافیت کا دین ہے اور اس کا پیغام اخوت و محبت کا پیام ہے اور یہ پیام و پیغام صرف انہی کے لئے نہیں ہے جو حلقہ بگوش اسلام ہیں یہ پیغام تو تمام مذاہب کے پیروکاروں کے لئے ہے کہ وہ اللہ کی طرف لوٹ آئیں اور اس کے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دین اسلام میں جوق در جوق داخل ہو جائیں کہ یہی دین انسانوں کو راستی کی طرف لے جاتا ہے اور اسی میں دنیا اور آخرت کی فلاح مضمر ہے۔ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ عالمگیر پیغام محبت کو لے کر اٹھے اور سرہند کو تصوف کی دنیا میں ایک غیر فانی مقام عطا کر گئے۔ انہوں نے سرہند کے مرکز ملت سے سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو آواز دی اور انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کا اہتمام کیا دین اسلام کی حقانیت پر ان کا ایمان اس قدر پختہ تھا کہ یہ فقیر خدا منش نہ وقت کے حکمرانوں کے سامنے جھکا نہ اس نے منبر و محراب سے اٹھنے والی علماء سوء کی مخالفت کی کوئی پروا کی انہوں نے تصوف کی دنیا کے سیاہ کاروں کے تار و پود بھی بکھیرے اور جو لوگ دین کے پردے میں لادینیت کی جڑیں مضبوط کر رہے تھے ان کو بھی بے نقاب کیا اور وہ برسوں کی صبر آزماء جدو جہد سے لوگوں پر یہ حقیقت واضح کر سکے کہ اسلام کا اصل چہرہ کیا ہے اور علماء نے اس چہرے پر کیسے کیسے نقاب ڈال رکھے ہیں سرہند ہمیشہ سے اللہ کے نیک بندوں کی مساعی جمیلہ کا مرکز رہا ہے یہاں بدھ مذہب کے بھی اثرات رہے اور سکھوں کی مختلف تحریکیں بھی اپنے اثرات دکھاتی رہیں۔ یہ تاریخی شہر سکھوں کے ایک اہم شہر پٹیالہ سے 35 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ پٹیالہ، انبالہ، چنڈی گڑھ اور لدھیانہ سے اس کا ایک جیسا فاصلہ ہے سرہند کے بارے میں البیرونی کی روایت یہ ہے کہ یہاں ابتداء میں تربیا دانشی حکمرانوں نے اپنا اقتدار قائم کیا اور بعد میں یہ پال بادشاہت کا ایک اہم سرحدی شہر بن گیا ایک اور روایت کے مطابق سرہند کابل کی برہمن بادشاہت کا مشرقی سرحدی شہر بھی رہا۔ گیارھویں صدی عیسوی میں جب محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا تو سرہند پر ہندو بادشاہوں کی حکمرانی ختم ہونے کی راہ ہموار ہوئی اور ہندو حکمرانوں کا سرہند پر راج اس وقت انجام کو پہنچا۔ جب 1193ء میں محمد غوری نے پرتھوی راج چوہان کو شکست دی بعد ازاں خاندانِ غلاماں کے سلطان آرام شاہ نے سرہند پر اپنے اقتدار کا پرچم لہرایا۔ نصیر الدین قباچہ نے 1210ء میں سرہند کو فتح کیا لیکن کچھ عرصہ بعد سلطان التتمش نے یہ علاقہ دوبارہ فتح کر لیا۔ بلبن کے بھانجے شیر خاں نے سرہند میں ایک پر شکوہ قلعہ تعمیر کیا بعد ازاں لودھی خاندان نے سرہند پر

حکمرانی کی اور جب 1526ء میں پانی پت کی پہلی لڑائی لڑی گئی اور بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست سے دوچار کیا تو سرہند مغل بادشاہوں کی حکمرانی میں آگیا۔

نقشبندی سلسلہ کے صوفیاء نے ہندوستان میں تجدید احیائے دین کی جدوجہد میں نہایت اہم کردار ادا کیا اس جدوجہد کی ابتداء نقشبندی سلسلے کے بانی حضرت خواجہ باقی باللہؒ رحمتہ اللہ علیہ نے کی۔ خواجہ باقی باللہؒ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا تھا جنہوں نے حقیقت میں نقشبندی سلسلے کی پہلی اینٹ رکھی تھی۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ نے سلسلہ نقشبندیہ متعارف ضرور کرایا تھا لیکن اس سلسلہ کو نئی روح اور تازگی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے بخشی۔ جو حضرت مجدد الف ثانی کے لقب سے موسوم ہوئے۔ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کی ولادت باسعادت 5 جون 1564ء کو ہوئی۔ روایات میں آیا ہے کہ ان کی ولادت کی نوید برسوں پہلے ہی دے دی گئی تھی اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی ہندوستان آمد اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت کی خوشخبری پانچ سو برس پہلے دے دی تھی اور اپنے بیٹے شیخ عبدالرزاق کو وہ خرقہ بھی عطا فرمادیا تھا جو نسل در نسل منتقل ہو کر حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کو عطا کیا جانا تھا۔ یہ کام آخر کار 1604 میں سید سکندر قادری رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ سید سکندر قادری کا تعلق عظیم مسلمان صوفی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان سے تھا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی کی ولادت کے بارے میں بہت سی روایات ہیں جن میں سے ایک روایت یہ ہے کہ جب وہ دنیا میں تشریف لائے تو تمام وہ صوفیاء جو اس وقت تک گزر چکے تھے حضرت شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ کو مبارکباد دینے کے لئے تشریف لائے اور حضرت شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ کے والد حضرت شیخ عبدالاحد کو خواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور حضرت شیخ عبدالاحد نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کئی دوسرے انبیاء کرام کے جلو میں نوزائیدہ بچے کے کانوں میں اذان دے رہے ہیں ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت شیخ احمد کی ولادت ہوئی تو اس کے ساتھ ہی آلات موسیقی بجنا از خود بند ہو گئے اور اسے اس بات کا اشارہ سمجھا گیا کہ موسیقی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے۔ اس بنا پر کئی موسیقاروں نے اس شغل سے توبہ کرلی دلچسپ امر یہ ہے کہ حضرت شیخ احمد کے والد شیخ عبدالاحد اگرچہ تصوف میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے لیکن انہیں نقشبندی سلسلے سے کوئی سروکار نہ تھا جب 99-1598ء میں ان کے والد نے داعی اجل کو لبیک کہا تو حضرت نے فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ جانے کا قصد کیا اور راستے میں دہلی قیام کیا یہیں آپ کی ملاقات حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ

علیہ سے ہوئی۔ آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس قیام کا فیصلہ کیا اور حج پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور یہیں اپنے روحانی پیشوا کے قدموں میں رہ کر دولت ایمانی حاصل کر لی۔ حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ نے دو ماہ تک شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ کو تزکیہ کے عمل سے گزارا اور پھر انہیں سرہند چلے جانے کا حکم دیا۔ چار سال تک آپ سرہند میں ایمان وایقان کی روشنی بکھیرتے رہے اور پھر جب آپ دوبارہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ باقی باللہ نے ان کی غیر معمولی پذیرائی کی۔ یہ پذیرائی حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے مریدوں میں بدگمانی کا سبب بھی بنی جس پر آپ پھر سرہند تشریف لے آئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب سرہند واپسی پر انہیں سلسلہ قادریہ کا خرقہ عطا فرمایا گیا تو کئی دوسرے سلسلوں چشتیہ اور سہروردیہ کے اکابر نے بھی خواب میں حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ ان کے سلسلہ ہائے تصوف کے خرقے قبول فرمالیں لیکن آخر میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دے کر یہ مسئلہ سلجھایا اور حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ سے وابستگی کے لئے پوری طرح یکسو ہو گئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ 1603ء میں پھر دہلی تشریف لے گئے اور اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ بعد ازاں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ لاہور تشریف لے گئے جہاں صوفیاء اور علماء نے ان کا دل کی گہرائیوں سے خیر مقدم کیا لاہور میں قیام ہی کے دوران آپ کو اپنے روحانی پیشوا حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے سانحہ ارتحال کی خبر ملی جس پر آپ نے لاہور کا قیام مختصر کر دیا اور پھر دہلی تشریف لے گئے جہاں انہیں سلسلہ نقشبندیہ کی سربراہی کا اعزاز عطا کیا گیا اور اس حیثیت میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ یہ وہ گھڑی تھی جب شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی اور دور دور سے لوگ ان سے کسب فیض کے لئے حاضر ہونے لگے۔ انہوں نے لوگوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے فیض یاب کیا۔ اس وقت ہندوستان میں دین اسلام کو بے شمار مسائل اور مشکلات کا سامنا تھا۔ اسلام کی تعلیمات پر ہندو دھرم کے اثرات ہویدا ہونے لگے تھے اور اسلام کے اصل چہرے کو ہندومت کی دھند نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور یہ محسوس کیا جانے لگا تھا کہ اہل اسلام کو اسلام کی اصل تصویر سے آشنا کیا جائے۔ اکبر کا دین الٰہی بھی اپنا کام دکھانے لگا تھا حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے ان تمام فتنوں کے خلاف مسلمانوں کو شعور اور آگہی عطا کی۔ علماء سوء اور بھٹکے ہوئے صوفیاء نے اپنے اپنے مفادات کے تابع حضرت شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن حضرت شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے سونپے ہوئے مشن اور نصب العین کو پورا کرنے کا پختہ عزم کر لیا تھا۔ اکبر اور جہانگیر کے دربار میں دو ہزاری اور پنج ہزاری نشستیں رکھنے والے

ہزاری خلعتیں رکھنے والے متعدد درباری ان کے خلاف کھل کر سامنے آنے لگے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ایک طرف تبلیغ وتربیت کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے اور دوسری طرف شاہی درباروں میں ہونے والی سازشوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ کئی مسلمان علماء جہانگیر کے کان بھرنے لگے اور حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف زہر اگلنے کا کام تیز تر ہو گیا۔ ادھر حضرت کی تبلیغ کے ثمرات سامنے آنے لگے اور کئی اعلیٰ افسر شیخ احمد سرہندیؒ رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ان کے مرید بن گئے سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے متاثر ہو کر جہانگیر نے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے حامی کئی فوجی جرنیلوں کو دور دراز علاقوں میں تبدیل کر دیا اور آپ کے ایک خاص مرید جرنیل مہابت خان کو انتقال کے طور پر کابل بھیج دیا۔ لیکن حضرت کے پایہ استقلال میں لغزش نہ آنے پائی اور انہوں نے لوگوں کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی طرف بلانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ جہانگیر نے حکم دیا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ان کے دربار میں حاضر ہوں اور دربار کی روایت کے مطابق بادشاہ کو سجدہ تعظیمی بجالائیں۔ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ سجدہ صرف خدا تعالیٰ کو روا ہے اور اس کے سوا نہ کسی کے سامنے جھکے ہیں اور جھکیں گے کوئی فانی شخص سجدہ کا سزاوار نہیں۔ بادشاہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے اس اعلان حق پر مشتعل ہو گیا اور اس نے غصے میں بھر کر یہ حکم دے دیا کہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو گوالیار کے قلعہ میں بند کر دیا جائے۔ جہانگیر کے اس اقدام نے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے پیروکاروں کو سخت مضطرب کر دیا کابل سے مہابت خان نے جہانگیر کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کا فیصلہ کیا لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے تین سال تک قلعہ گوالیار کے قید خانے میں صعوبتیں جھیلیں اور قفس میں بھی قیدیوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دیتے رہے اور بادشاہ کے مصاحبوں کو گوالیار سے بھی مکاتیب لکھتے رہے اور انہیں اسلام کی حقانیت اور صداقت کا پیغام پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ پھر وہ سعید گھڑی آئی جب جہانگیر کو حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے پیغام کی سچائی کا احساس ہوا اور پھر وہ اپنی حماقتوں پر ہاتھ ملنے لگا اور اس نے حضرت سے اپنی غلطیوں پر شرمندگی اور ندامت کا اظہار کیا اور وہ تمام احکامات اور روایات منسوخ کر دی گئیں جو اکبر کے دین الٰہی کا ورثہ تھیں اور جنہوں نے اسلام کے چہرہ کو دھندلا دیا تھا گمراہی کے بادل چھٹ گئے اور اسلام کا آفتاب پھر ہندوستان کے آسمان پر ضوفشاں ہو گیا۔ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال 63 سال کی عمر میں 26 نومبر 1624ء کو ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے وصال سے تبلیغ، تصوف، معاشرتی اصلاح، تزکیہ وتقویٰ کا وہ سورج غروب ہو گیا۔ جو حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے بقول صوفیاء میں مانند ماہتاب تھا اور جس نے ہندوستان میں تصوف کے وہ چراغ روشن کیے جن سے وہ آج تک منور چلا آ رہا ہے۔ بعض بزرگ یہ فرماتے

ہیں کہ عرب کے صحراؤں میں پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلمتوں کو اسلام کے نور سے کافور کرنے کا جو فرض سرانجام دیا تھا۔ ہندوستان میں ہزارہ دوم کے دوران اسے نئی زندگی اور نئی روح بخشنے کا شرف حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے حاصل کیا ا، رتجدید واصلاح دین کے اس کام میں مجدد الف ثانی کا کوئی ثانی نہیں انہوں نے اپنے مکاتیب اور دینی تصانیف اوران کے خلفاء اور مریدوں کی تحریری کاوشوں نے متحدہ ہندوستان میں جواب پاکستان' افغانستان اور بنگلہ دیش پر پھیلا ہوا ہے لاکھوں لوگوں کے قلوب واذہان کو اسلام کے سانچے میں ڈھالا اور انہیں اس پیغام کی طرف بلایا جو کہ بانی اسلام حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہ انسانیت کو صراط مستقیم پر لانے کے لئے لوگوں تک پہنچایا تھا۔

خانقاہ عالیہ روضہ شریف برصغیر پاک و ہند میں نقشبندی سلسلہ کے مزارات مقدسہ میں مقدس ترین مقام ہے اس چشمہ فیض کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ برصغیر کے طول وعرض سے ہزاروں افراد جوق در جوق فیض حاصل کرنے روضہ شریف آتے ہیں اس وقت روضہ شریف کے سجادہ نشین خلیفہ حضرت سید محمد یحییٰ نقشبندی مجددی ہیں روضہ شریف فتح گڑھ صاحب کے قریب سرہند بسی پٹھاناں روڈ پر واقع ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے سرہند شریف ریاست پٹیالہ کی ایک تحصیل تھی۔ پاکستان بننے کے بعد جب ریاستیں ختم کردی گئیں تو سرہند ضلع فتح گڑھ کی ایک تحصیل بن گئی سرہند کا شہر تین حصوں میں منقسم ہے آبادی کا کچھ حصہ سرہند ریلوے سٹیشن کے قریب واقعہ ہے اب کاروبار اور تجارتی سرگرمیوں کا یہی مرکز ہے سرہند شہر یہاں سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے یہاں آبادی کی اکثریت مسلمانوں کی تھی سرہند کا تیسرا حصہ سرہند بسی ہے پاکستان بننے سے قبل بسی ایک پررونق اور آباد شہر تھا۔ مگر مرور ایام سے اب یہ ایک پسماندہ قصبے میں تبدیل ہو گیا ہے روضہ شریف کا صدر دروازہ سرہند منڈی سے بسی پٹھاناں جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ یہ آستانہ عالیہ روضہ شریف 1922ء میں صوبہ بمبئی سے تعلق رکھنے والے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے پیروکاروں نے تعمیر کیا تھا ایک زائر جونہی صدر دروازہ سے آستانہ عالیہ روضہ شریف میں قدم رکھنے کی سعادت حاصل کرتا ہے تو اس کے اندر ایمان کی روشنی نور ونکہت بکھیر دیتی ہے اور وہ اپنے ایمان کو زیادہ مستحکم اور محکم محسوس کرنے لگتا ہے جونہی صدر دروازے سے داخل ہوں تو دونوں طرف حجروں کی ایک لمبی قطار ہے یہ کم وبیش سو سال پہلے کے تعمیر کردہ ہیں جہاں روشنی بیت الخلاء اور دوسری کوئی سہولت میسر نہیں لیکن ان حجروں کی اصل اہمیت یہ ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم معماروں نے ان حجروں میں قرآن حکیم کی تلاوت کی اور دنوں' ہفتوں اور مہینوں یہاں اپنے معبود حقیقی کی عبادت میں شب وروز بسر کئے آج بھی ہر امیر وغریب' ہر چھوٹا و بڑا' ہر زاہد وگنہگار ان حجروں میں اللہ کی یاد اور

عبادت کرتا ہے - افغانستان خاص طور پر حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات سے متاثر ہے اور وہاں سے ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ روضہ شریف آتے ہیں اور یہاں سے ایک نیا عزم اور ایمان لے کر واپس جاتے ہیں اور ان کا بسیرا انہی شکستہ و خستہ حجروں میں ہوتا ہے بے شمار لوگ رمضان المبارک کا پورا مہینہ ان حجروں میں بسر کرتے ہیں - سالانہ عرس کے زمانہ میں یہ حجرے زائرین سے بھر جاتے ہیں اور روضہ شریف کے پورے احاطے میں کوئی جگہ ایسی نہیں بچتی جہاں زائرین نے ڈیرے نہ ڈالے ہوئے ہوں روضہ شریف کی فضا اور ماحول برصغیر کی دیگر درگاہوں اور مزاروں کے مقابلہ میں بہت ہی مختلف ہے یہاں آکر انسان بہت سکون و عافیت محسوس کرتا ہے عرس کے دنوں میں یہاں کوئی شور و غوغا ہوتا ہے اور نہ ہی دوسری درگاہوں کی طرح ڈھول پیٹے جاتے ہیں نہ بھنگڑا ڈالا جاتا ہے اور نہ ہی کوئی بلند آواز سے بولتا ہے - حجروں سے قرآن حکیم کی تلاوت کی روح افزا آوازیں سنائی دیتی ہیں - سال کے باقی دنوں میں برصغیر کے طول و عرض سے زائرین روضہ شریف آتے ہیں چند روز یہاں قیام کرتے ہیں اور یہاں سے دلولہ تازہ لے کر اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے ہیں روضہ شریف کی محبت صرف سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں تک ہی محدود نہیں ہے خانقاہی نظام کے دوسرے سلسلوں کے وابستگان بھی روضہ شریف آکر اپنی عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرنے میں فخر و سعادت محسوس کرتے ہیں بے پایاں عقیدت و ارادت کے جذبات اب بزرگ نسل سے نوجوانوں کی طرف منتقل ہو رہے ہیں اور وہ بھی روضہ شریف میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے چشمہ فیض سے اپنا دامن بھرنے آتے ہیں جونہی حجروں کی دو رویہ قطار ختم ہوتی ہے سلسلہ نقشبندیہ کے اسلاف کی قبریں شروع ہو جاتی ہیں - اس سلسلہ کے ہزاروں بزرگ اور علماء حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی ابدی آرام گاہ کے چاروں طرف آرام فرما رہے ہیں اس سلسلہ کے بزرگوں کی یہ تمنا اور آرزو رہی ہے کہ جب وہ اس دنیا سے کوچ کر جائیں تو انہیں سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ کے سائے میں آسودہ خاک ہونا نصیب ہو - ہندوستان افغانستان اور بنگلہ دیش کے سلسلہ نقشبندیہ کے بیشمار بزرگ یہیں تہ خاک آرام فرما رہے ہیں پاکستان کے لوگوں کو ہندوستان کے ساتھ کشیدہ تعلقات کے باعث یہ سعادت میسر نہیں بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں کہ جنہیں خانقاہ کے اندرونی حصے میں قبر کے لئے دو گز جگہ مل جاتی ہے ایسے خوش نصیبوں کی کون ہمسری کر سکتا ہے -

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں داخل ہونے کے بعد ان کے مزار کی طرف جاتے ہوئے جس گلی سے گزرتے ہیں اسے عقیدت مند فرط محبت سے بہشتی گلی کہتے ہیں - خانقاہ کے اس حصے کے دروازے پر بسم اللہ الرحمان الرحیم یا اللہ یا محمد اور درج ذیل شعر درج ہے -

چہ عالی شان دربار امام دین ربانی

ملائک صف بہ صف استادہ ایں جا بہر دربانی

بہشتی گلی کے دائیں طرف وسیع و عریض مسجد واقع ہے جہاں پیروان اسلام خشوع و خضوع سے نمازیں ادا کرتے ہیں عرس کے موقع پر نعت خوانی اور تلاوت قرآن حکیم (قرآت) کی محفلیں اسی مسجد کے وسیع و عریض احاطہ میں منعقد کی جاتی ہیں زائرین اپنے مرشد و امام ---- امام دین ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے زمزمہ ہائے نعت اور تلاوت آیات قرآنی میں مصروف رہتے ہیں۔ دربار امام دین ربانی کے موجودہ سجادہ نشین سید محمد یحییٰ نقشبندی مجددی کی عمر اس وقت بہت تھوڑی تھی جب ان کے والد خلیفہ سید محمد صادق نقشبندی مجددی خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔ ان کی جگہ عارضی طور پر جب تک خلیفہ محمد صادق کے بیٹے بالغ نہ ہو جائیں سید مقبول احمد کو خلیفہ نامزد کیا گیا تھا خلیفہ سید محمد صادق کے بیٹے سید محمد یحییٰ 1947ء میں اپنی والدہ کے ساتھ پاکستان ہجرت کر گئے تھے 1977ء میں جب ان کی عمر 34 سال ہو گئی انہوں نے اپنے والد کی جانشینی کا منصب حاصل کرنے کے لئے پاکستان سے سرہند شریف کا سفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی منشاء سے وہ عدالتی فیصلہ کی رو سے اپنے والد کے جانشین ٹھہرے خلیفہ محمد یحییٰ سجادہ نشین بننے کے بعد اس درگاہ کی عظیم روایات کی پاسداری کے لئے شب و روز کوشاں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی ابدی آرام گاہ کی زیارت کے لئے جو شخص بہشتی گلی میں داخل ہوتا ہے اسے سکون و عافیت کی غیر معمولی کیفیت کی سرشاری کا احساس ہوتا ہے انسان چند لمحوں کے لئے اپنے تمام غم و آلام بھول جاتا ہے اور اپنے خالق حقیقی سے لو لگا لیتا ہے اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وقت کی رفتار تھم گئی ہے اور انسان اور اس کے معبود کے درمیان کوئی فاصلہ باقی نہیں رہا۔

موجودہ روضہ شریف بمبئی (گجرات) کے حاجی نسیم اور حاجی ولی محمد نے 1929ء میں تعمیر کروایا تھا حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کی ایک دختر بھی خانقاہ شریف کے احاطے میں ابدی نیند سو رہے ہیں زائرین حضرت شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد ان کے صاحبزادوں کی آرام گاہوں پر بھی حاضر ہوتے ہیں۔ جن کا مقام تصوف میں کسی بھی عظیم صوفی سے کم نہیں یہاں پر ایک اور بزرگ حضرت رفیع الدین کا بھی مزار ہے جو حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے اسلاف میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد کا مزار مبارک درگاہ کے احاطے کے باہر کھیتوں میں واقع ہے درگاہ پر حاضری کی سعادت حاصل کرنے والے حضرت شیخ عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر بھی نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں درگاہ کے احاطے میں شاہ کابل شاہ زمان کے پوتے محمد یعقوب خان کا بھی مزار ہے جسے سفید سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے شاہ زمان اور ان کی اہلیہ کی قبریں درگاہ کے احاطے

میں واقع ہیں ان قبروں کو ریاست رامپور کے نواب نے پختہ کیا تھا روضہ شریف میں واقع مقبروں کی دیکھ بھال اطمینان بخش نہیں ہے کیونکہ درگاہ کی آمدنی کے وسائل بہت محدود ہیں درگاہ سے منسلک اراضی سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ سالانہ عرس کے اخراجات پر صرف ہو جاتی ہے خلیفہ سید محمد یحییٰ درگاہ کی دیکھ بھال کے لئے کوشاں رہتے ہیں لیکن درگاہ کے محدود ذرائع آمدنی کے باعث ان کی کوششوں کے خاطرخواہ نتائج سامنے نہیں آتے حضرت مجدد الف ثانی کی ابدی آرام گاہ کے باہر پانی کا ایک نل سینکڑوں سال سے فیض کا چشمہ بنا ہوا ہے زائرین بڑے ذوق و شوق سے اس نل کا پانی پیتے ہیں اور ساتھ بھی لے جاتے ہیں- یہ بہت خوش ذائقہ پانی ہے اور زائرین کے لئے جسمانی اور روحانی تقویت کا باعث بنتا ہے-

روضہ شریف کی مسجد مرجع خاص و عام ہے اگرچہ پاکستان بننے کے بعد یہاں صرف سجادہ نشین خاندان ہی واحد مسلمان خاندان رہ گیا ہے لیکن ہندوستان کے مختلف حصوں بالخصوص مالیر کوٹلہ سے سینکڑوں مسلمان نماز جمعہ ادا کرنے روضہ شریف حاضر ہوتے ہیں عرس کے موقع پر اس مسجد میں فرزندان توحید کا جم غفیر ہوتا ہے عام دنوں میں بھی مسجد میں قرآن حکیم کی تلاوت کا سلسلہ جاری رہتا ہے روضہ شریف کی اندرونی آرائش مسلمانوں کی قدیم تعمیری روایات کی عکاس ہے زائرین بے شمار آرائشی قطعات سے اندرونی احاطے کی تزئین میں اضافہ کرتے رہتے ہیں- جن میں خطاطی کے خوبصورت نمونے بھی شامل ہیں یہ قطعات اللہ اور رسول کے اسماء سے آراستہ ہیں- المختصر روضہ شریف برصغیر ہندو پاک کے مسلمانوں کی تمناؤں اور آرزوؤں کا مرکز ہے اس کے درودیوار حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی لافانی تحریک کے گواہ ہیں جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا ذریعہ بنی اور جس نے مسلمانوں کے دلوں میں نئی حرارت پیدا کی اور جس جدو جہد کے نتیجے میں اسلام ہندوستان میں زندہ دپائندہ دین بن گیا جس کے پیروکاروں نے دنیا کے گوشے گوشے تک اسلام کا پیغام پہنچایا اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کی روح پھونکی سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ اسلام کے پیروکاروں کو نیا عزم اور نیا ولولہ اور نیا جذبہ عطا کرنے کا ایک ایسا چشمہ ہے جو قیامت تک جاری وساری رہے گا-

امام ربانی کے خصائص حمیدہ

پابندی شریعت کا بے نہایت اہتمام' سنت کا بے اندازہ حرص' بدعات سے بے حد نفرت اور بے انتہا احتراز آپ کے خصائص حمیدہ میں سے تھا۔ ہمیشہ عزیمت پر عمل کرنا' رخصت کے قریب نہ جانا آپ کا نمایاں شعار تھا یہ خصوصیات آپ نے اپنے خلفاء و متوسلین کے لئے میراث چھوڑی' عادات میں ذرا ذرا سی باتوں میں اتباع سنت کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے غرض کسی چیز میں کوئی فعل ان کا خلاف سنت کسی منکر اور معاند نے بھی نقل نہیں کیا۔

مکتوب 54 دفتر دوم حصہ ہفتم صفحہ 5 پر اتباع سنت کے سات درجے بیان فرمائے ہیں۔ حضرت سے پہلے شاید اس قدر غور و خوض اس مسئلہ میں کسی نے نہ کیا ہو اس مکتوب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اتباع سنت کی کیسی عظیم الشان اہمیت آپ کی نظر میں تھی اور نظر آپ کی کس قدر عمیق تھی مکتوب مذکور میں اتباع کے تیسرے درجے کو بیان کر کے لکھتے ہیں کہ یہ درجہ بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ بدعت کے نام سے بھی پرہیز کریں حتیٰ کہ جن چیزوں کو بدعت حسنہ کہا جاتا ہے ان سے بھی دور رہیں پھر ساتوں درجے بیان کر کے مکتوب کے آخر میں لکھتے ہیں "حاصل کلام یہ ہے کہ جو دولت بھی آتی ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے آتی ہے یہ اسوہ کی سعادت ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل میں اس دولت سے بہرہ ور ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ جس قافلہ میں وہ ہیں میں اس تک نہیں پہنچ سکتا میرے لئے یہی کافی ہے کہ دور سے ان کے جرس کی آواز مجھ تک پہنچتی رہے۔

آپ کی کثرت عبادت بھی ایک غیر معمولی شان رکھتی تھی جس کی تعریف آپ کے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ فرمایا کرتے تھے نماز پنجگانہ کے علاوہ تہجد' اشراق' چاشت' فی الزوال نوافل بعد مغرب جن کو عام طور پر لوگ اوابین کہتے ہیں ان سب نمازوں کی پابندی فرماتے تھے۔ شروع شروع میں ان نمازوں میں سورہ یٰسین پڑھتے تھے جس کی تعداد اسی تک پہنچتی تھی مگر آخر میں ختم قرآن کا معمول ہو گیا تھا۔ سنت عصر اور سنت قبل عشاء بہت کم ترک فرماتے تھے۔ جو دعائیں خاص اوقات کے لئے احادیث میں وارد ہوتی ہیں مثلاً" صبح شام کے وقت سونے اور بیدار ہونے کے وقت ان دعاؤں کا ایسا اہتمام تھا جیسے کسی سے کبھی فعل بے مقصد و بے ارادہ صادر ہو جائے تہجد کے لئے نصف شب سے اٹھنے کا معمول تھا اور ہر دو رکعت کے بعد توبہ و استغفار اور درود شریف اور دعاؤں کے بعد مراقبہ فرماتے تھے یہ سلسلہ فجر تک قائم رہتا تھا فجر کی نماز جماعت سے پڑھنے کے بعد اشراق تک اپنے اصحاب کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھتے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت خود بھی کرتے تھے اور حلقہ کے وقت کسی حافظ سے بھی سننے کا معمول تھا۔ نماز چاشت کے بعد جو فقراء حاضر خانقاہ ہوتے ان کو کھانا تقسیم ہوتا اور خود بھی اس وقت قلیل مقدار میں کچھ کھا کر قیلولہ فرماتے (تذکرہ مجدد الف ثانی از مولانا محمد منظور نعمانی صفحات 232 تا 234)

حضرت امام ربانی

○ ○

اللہ کے یہ پیارے ولی 14 شوال 971ھ (1564ء) کو سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر سلطان فیروز شاہ تغلق نے اپنے پیرو مرشد حضرت جلال الدین بخاری کے حکم پر آباد کیا تھا۔ آپ کا نام شیخ احمد رکھا گیا' اور آپ کے والد شیخ عبدالاحد آپ کو اس وقت کے مشہور بزرگ حضرت شاہ کمال کیتھلی کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے بچے کو دیکھتے ہی فرمایا "عبدالاحد' تیرے گھر میں عالم باعمل اور عارف کامل پیدا ہوا ہے۔ اس کے فیض سے گمراہیوں کی تاریکیوں کا خاتمہ ہوگا۔"

یہ کہہ کر شاہ کمال نے بچے کے منہ میں انگلی دے دی۔ بچہ انگلی چوسنے لگا۔ کچھ دیر بعد شاہ کمال نے انگلی کھینچ لی اور فرمایا "بابا بس کرو اتنا ہی کافی ہے۔ کچھ ہماری اولاد کیلئے بھی چھوڑ دو۔"

جس رات کو حضرت مجدد الف ثانی پیدا ہوئے اس رات کو مغل شہنشاہ اکبر اعظم نے ایک وحشت ناک خواب دیکھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ شمال سے ایک تیز آندھی آئی اور اس نے دیکھتے ہی دیکھتے اکبر اعظم کو تخت سمیت اپنی گرفت میں لے لیا۔ بادشاہ نے بڑے ہاتھ پیر مارے ' لیکن کوئی بس نہ چلا تیز آندھی نے اس کو تخت سمیت زمین پر پٹخ دیا۔ اکبر نے بیدار ہوتے ہی عالموں کو بلایا اور خواب بیان کرکے تعبیر طلب کی۔ ایک عالم نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ کوئی ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو آپ کے بنائے ہوئے آئین کو ہلا کر رکھ دے گا۔ پورے ہندوستان کے ان بچوں کا پتا چلانا جو اس رات پیدا ہوئے تھے بہت مشکل تھا۔ اگر ان بچوں کا پتا چل بھی جاتا تو اس خاص بچے کی شناخت ناممکن تھی اکبر چپ ہو رہا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے جس ماحول میں پرورش پائی وہ خالص دینی تھا۔ مگر اس ماحول سے ہٹ کر دور دور تک اکبر کی پھیلائی ہوئی خرابیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ اکبر کو اس کے درباریوں نے دیوتا بنا دیا تھا۔ لوگ اس کو سجدہ کرتے تھے۔ ان نے ایک نئے مذہب دین الٰہی کی بنیاد ڈالی تھی۔ عربی مہینے موقوف ہو چکے تھے۔ ان کے بجائے دین الٰہی کا نیا سن جاری ہوا تھا۔ گائے کی قربانی پر پابندی لگا دی گئی تھی۔

بادشاہ نے عربی کے خاص حروف ث' ع' ص' ض اور ط' ظ کو حروف تہجی سے نکال دیا تھا۔ چنانچہ عبداللہ کو ابد اللہ' احمد کو اہمد' علم کو الم' ثواب کو سواب لکھا اور بولا جانے لگا تھا لوگ السلام علیکم کی جگہ اللہ اکبر اور اس کے جواب میں جل جلالہٗ بولتے تھے۔ اللہ اکبر میں اکبر اور جل جلالہٗ میں جلال الدین (بادشاہ کا نام) سے نسبت پیدا کی گئی۔ یہ وہ زمانہ اور حالات تھے جن میں شیخ احمد سرہندی پرورش پا رہے تھے۔

تعلیم سے فراغت پاکر آپ آگرہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کی ملاقات بڑے بڑے امرائے سے

ہوئی- ان میں اکبر کے رتن ابو الفضل اور فیضی بھی شامل تھے- دونوں بھائی آپ کی علمیت اور قابلیت سے بہت متاثر ہوئے- آپ کی جدائی سے آپ کے والد پریشان ہوگئے- وہ آپ کو واپس لانے کیلئے آگرہ گئے اور کچھ دن آگرہ میں قیام کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ کو لے کر سرہند روانہ ہوگئے- راستے میں تھانیسر میں قیام کیا اور وہاں کے حاکم اور رئیس شیخ سلطان کے مہمان ہوئے- شیخ سلطان عالم دین تھے اور اکبر کی غیر اسلامی باتوں سے نفرت کرتے تھے- ایک رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آکر شیخ صاحب سے کہا کہ اپنی بیٹی حضرت مجدد الف ثانیؒ سے بیاہ دو- اس طرح حضرت کی پچیس برس کی عمر میں شیخ سلطان کی لڑکی سے شادی ہوئی اور آپ اپنی دلہن کو لے کر سرہند شریف روانہ ہوگئے-

انہی دنوں ہندوؤں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ شیخ سلطان گائے کی قربانی کرتے ہیں- بادشاہ نے انہیں اس جرم میں بھکر جلاوطن کردیا- لیکن کچھ عرصے بعد خان خاناں کی سفارش پر دوبارہ تھانیسر واپس بلالئے گئے- اسی دوران میں ایک نہایت ہی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا-

اکبر اعظم لاہور سے واپس آرہا تھا راستے میں تھانیسر پڑتا تھا- اس نے چند دنوں کیلئے یہاں بھی قیام کیا- شیخ سلطان نے بادل ناخواستہ حاضری دی- بادشاہ ان سے ناراض تھا- اس نے شیخ صاحب سے کہا ”سلطان ہم نے تم سے ایک بار کہا تھا کہ تم ہمارے لئے قرآن لکھو مگر تم نے اب تک اس حکم کی تعمیل نہیں کی؟“

شیخ سلطان نے جواب دیا ”تم جبریل کو آسمان سے بلاؤ- وہ تمہارے لئے قرآن لائیں گے تو میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں گا-“

بادشاہ نے غصے سے کہا ”تو نے بارہ سال سے سرکاری خزانے میں ایک پیسہ بھی جمع نہ کیا بارہ سال کا خراج کہاں گیا؟“

شیخ سلطان نے بڑی دلیری سے جواب دیا ”تو مذہب سے پھر کر مرتد ہوگیا ہے- ایسے مرتد کا مال عالموں، فقیروں اور حاجت مندوں میں تقسیم کردینا جائز ہے- اس لئے میں نے بارہ سال کے لگان اور مالئے کی رقم مسکینوں اور فقیروں میں تقسیم کردی-“

اکبر کا پارہ چڑھ گیا- وہ کوئی حکم دینے ہی والا تھا کہ شیخ سلطان نے ایک پتھر اٹھا کر اس کے چہرے پر کھینچ مارا- اس کی پیشانی لہولہان ہوگئی- اس نے اسی وقت شیخ سلطان کو سولی پر چڑھا دینے کا حکم دیا- اس حکم پر فوراً عمل ہوا اور شیخ صاحب کو پھانسی دے دی گئی-

اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دل پر ایک اور زخم لگا خسر کی موت کے پچیس دن کے بعد ان کے والد شیخ عبدالاحد کا انتقال ہوگیا- آپ نے یہ صدمہ بھی جھیلا اور پھر دہلی چلے گئے دہلی میں آپ کی

مشہور بزرگ خواجہ باقی باللہؒ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت باقی باللہؒ نے نہ صرف آپ کو مرید بنالیا بلکہ اپنا خلیفہ بھی مقرر کیا۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی ایک چراغ ہیں جو ایک عالم کو منور کریں گے۔ آپ نے اپنے پیرو مرشد سے بہت فیض حاصل کیا اور پھر ان کے حکم پر لاہور روانہ ہوگئے۔

سفر کے دوران آپ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ ایک سرائے میں ٹھہرے۔ آپ نے آنکھیں بند کرکے کچھ خاموشی اختیار کی اور پھر فرمایا "لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس سرائے پر کوئی مصیبت نازل ہونے والی ہے"۔ حاضرین نے دریافت کیا حضرت' اس سے بچنے کی تدبیر بھی ارشاد فرمائیں۔" آپ نے فرمایا "دعائے ماثورہ پڑھتے رہو جو یہ دعا پڑھتا رہے گا' اس مصیبت سے محفوظ رہے گا۔"

تھوڑی دیر بعد ہی سرائے میں آگ لگ گئی اور سرائے کا بہت سا حصہ جل گیا' لیکن جن لوگوں نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا' ان کا سامان محفوظ رہا۔ لاہور کے جس مکان میں آپ مقیم ہوئے وہ پختہ اور مضبوط تھا۔ ایک دن آپ نے مکان کی ایک دیوار کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا "میں گھر کے تمام افراد کو اطلاع دیتا ہوں کہ کوئی اس دالان کے نزدیک نہ آئے۔ اور نہ اس کے نزدیک سوئے۔"

کسی نے سوال کیا "حضرت' یہ کیوں؟ دیوار تو خاصی مضبوط ہے۔" آپ نے جواب دیا "میں جلد ہی اس دیوار کو گرتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔" آدھی رات کے بعد دیوار گر گئی اور جن لوگوں نے آپ کی نصیحت پر عمل نہ کیا' انہوں نے نقصان اٹھایا۔

جب آپ کے پیرو مرشد حضرت باقی باللہؒ کا انتقال ہوا تو آپ ان کے مزار پر حاضری کیلئے دہلی گئے اور پھر سرہند تشریف لے گئے۔ دو سال بعد اکبر اعظم بھی چل بسا اور جہانگیر تخت نشین ہوا۔ اس وقت تک لاکھوں لوگ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مرید ہو چکے تھے۔ ان میں خان خاناں' خان اعظم' سید صدر جہاں' مرتضیٰ خان جیسے شاہی امیر و وزیر اور مہابت خاں جیسے فوجی جرنیل بھی شامل تھے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کو ہدایت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کئے ہوئے چودھواں سال تھا کہ طاعون کی وبا پھیلی۔ اس وبا میں آپ کے تین صاحب زادے اور ایک صاحب زادی بھی وفات پا گئے۔ لیکن صبر و استقلال کا دامن آپ کے ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ اس واقعے کے دو سال بعد آپ نے اپنے ایک خاص مرید شیخ بدیع الدین سہارنپوری کو خلافت سے نوازا اور حکم دیا کہ دارالسلطنت جا کر شاہی لشکر میں تبلیغ کا کام شروع کرو۔ آگرہ اور دہلی میں انہیں غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی اور ہزاروں لشکری آپ کے مرید ہوگئے۔

ایک دن آپ نے فرمایا "لوگو' تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مجھ پر ایک مصیبت نازل ہونے والی ہے

اور یہ مصیبت میرے حق میں ترقیوں کا باعث بنے گی" دراصل آگرہ میں ملکہ نورجہاں کا بھائی آصف خان اور دوسرے امیر جہانگیر کو بھڑکا رہے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی مقبولیت سے مغلیہ سلطنت کو خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ آخر بادشاہ نے فرمان جاری کر دیا کہ شیخ سرہندیؒ اپنے صاحبزادوں اور مریدوں کے ساتھ بادشاہ کے روبرو حاضر ہوں۔ بادشاہ ان سے ملنے کا خواہش مند ہے۔ اسی کے ساتھ حاکم سرہند کو حکم دیا کہ جس طرح بھی ہو سکے حضرت شیخ سرہندی مجدد الف ثانیؒ کو دارالسلطنت روانہ کیا جائے۔ لوگوں میں افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ بادشاہ آپ کو دربار میں بلا کر قتل کر دینا چاہتا ہے۔ آپ نے اپنے صاحب زادوں خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم کو کسی پہاڑی مقام پر بھیج دیا اور عزیزوں سے فرمایا "گھبراؤ مت۔ بادشاہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ یہ تکلیف ایک سال کی ہے۔ اس کے بعد آرام ہی آرام ہے۔"

آپ نے پانچ مریدوں کو ساتھ لیا اور آگرہ روانہ ہو گئے۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جہانگیر نے امیروں کو آپ کے استقبال کے لئے بھیجا اور آپکا خیمہ اپنے محل کے قریب نصب کرایا۔ اس کے بعد آپ دربار میں طلب کئے گئے۔ اس وقت تک رواج تھا کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے والے لوگ اسے سجدہ کرتے تھے۔ اسے سجدہ تعظیمی کہا جاتا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جہانگیر کو سجدہ نہ کیا اور سر اٹھائے کھڑے رہے۔ ایک امیر نے بادشاہ سے عرض کیا:

"حضور اس شخص کا غرور ملاحظہ فرمایئے' یہ آپ کو سجدہ تعظیمی نہیں بجا لا رہا۔"

بادشاہ نے کہا "شیخ صاحب' آپ کو آداب شاہی کا خیال تو کرنا ہی پڑے گا۔ بہتری اسی میں ہے کہ آپ مجھے سجدہ تعظیمی کریں"

آپ نے جواب دیا "ہرگز نہیں' ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنا حرام ہے۔"

جہانگیر نے کہا "اچھا' ہم آپ کو اتنی رعایت دینے کو تیار ہیں کہ آپ اپنا سر ذرا سا جھکا دیں۔ ہم اسے سجدہ تعظیمی میں شمار کر لیں گے۔"

مگر آپ نے سختی سے انکار کر دیا۔ جہانگیر کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا "ہماری زبان سے جو نکل چکا ہے' اس کی تعمیل ہو کر رہے گی۔"

اس نے اپنے امیروں کو حکم دیا کہ آپکا سر جبراً" جھکا دیا جائے۔ امراء نے آپ کے سر اور گدی کو اپنی گرفت میں لے لیا' مگر آپ نے پوری قوت سے سر اکڑا لیا اور گردن اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔ امیروں نے پوری قوت سے آپ کا سر جھکانے کی کوشش کی' لیکن ذرا سا بھی نہ جھکا سکے اس کشمکش میں حضرت کی ناک سے خون جاری ہو گیا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ کو کچھ رحم آیا لیکن حکومت کا غرور سر میں سمایا ہوا تھا اس نے

حکم دیا کہ آپ کو باہر لے جاؤ اور محل کے چھوٹے دروازے سے اندر لاؤ جب آپ سر جھکا کر اندر داخل ہوں گے تو اس کو سجدہ تعظیمی سمجھ لیا جائے گا۔ لیکن حضرت نے اس دروازے میں پہلے ایک پاؤں داخل کیا' اس کے بعد سر کو پیچھے جھکا کر اندر آ گئے۔ بادشاہ نے آپ کو اور آپ کے مریدوں کو گوالیار کے قلعے میں قید کرنے کا حکم دیا اور آپ کی تمام جائیداد اور ساز و سامان ضبط کر لیا۔

حاکم قلعہ آپ کے ساتھ سختی سے پیش آتا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ کے ایک مرید سے نہ رہا گیا۔ اس نے غصے سے حاکم قلعہ سے کہا "او ظالم کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ بادشاہ نے ہمیں یہاں قید کیا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہے یاد رکھ' ہم یہاں خدا کے حکم سے آئے ہیں۔ ہم چاہیں تو اسی وقت یہاں سے جا سکتے ہیں اور تو ہمیں کسی طرح بھی نہیں روک سکتا۔"

یہ کہہ کر وہ مرید اچھلا اور قلعے کی سب سے اونچی دیوار پر جا بیٹھا۔ حاکم قلعہ اور سپاہی حیران و پریشان اس کو دیکھنے لگے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مرید کو روک دیا اور فرمایا "کیا میں یہ کرامت نہیں دکھا سکتا جو تم دکھا رہے ہو؟ یہ اللہ کی مرضی ہے کہ ہم زمانے کے ظلم و ستم برداشت کریں۔"

آخر اللہ نے جہانگیر کو اس کے ظلم کی سزا دی۔ خان اعظم' خان جہاں لودھی اور دوسرے وزیروں اور امیروں نے جرنیل مہابت خان کے ساتھ مل کر بادشاہ کے خلاف بغاوت کر دی۔ جہانگیر مقابلے کیلئے آیا مگر مہابت خان نے اسے بڑی ہوشیاری سے گرفتار کر لیا۔ گوالیار کے لوگوں نے یہ کوشش کی کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ ہندوستان کی حکومت سنبھال لیں لیکن آپ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور مہابت خان کو سختی سے ہدایت کی کہ فتنہ و فساد ختم کرو اور بادشاہ کی اطاعت کرو۔ مہابت خان نے بادشاہ کو رہا کر دیا اور گستاخی کی معافی مانگ لی۔

اس کے کچھ عرصے بعد جہانگیر سخت بیمار ہو گیا۔ اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ فرما رہے ہیں کہ اے جہانگیر تو نے شیخ سرہندی (مجدد الف ثانیؒ) پر بڑا ظلم کیا۔ وہ امام وقت اور اسلام کے مجدد ہیں اور تیری بیماری کا اصل سبب ہی وہ ہیں۔ انہیں رہا کر کے شفا حاصل کر۔"

جہانگیر نے فوراً حضرت کی رہائی کا حکم جاری کر دیا اور درخواست کی کہ رہائی کے بعد مجھ سے ملاقات ضرور کریں۔ آپ تین دن سرہند میں قیام کر کے آگرہ پہنچے۔ وہاں شہزادہ خرم (شاہجہان) نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ آپ نے بادشاہ سے ملاقات کیلئے سات شرطیں رکھیں 1۔ سجدہ تعظیمی موقوف کیا جائے۔ 2۔ گائے کی قربانی کا حکم جاری کیا جائے۔ 3۔ جن مسجدوں کو شہید کیا گیا ہے انہیں دوبارہ تعمیر کیا جائے۔ 4۔ دربار عام کے قریب مسجد تعمیر کی جائے۔ 5۔ دینی مدرسے قائم کئے جائیں۔ 6۔ شہروں میں مفتی اور قاضی مقرر کئے جائیں۔ 7۔ شریعت کے خلاف تمام قانون منسوخ کر دیئے جائیں۔

جہانگیر نے آپ کی تمام شرطیں منظور کرلیں اور آپ سے اپنی زیادتیوں کی معافی مانگی۔

جب شہزادہ خرم کو یہ معلوم ہوا کہ جہانگیر اس کے بجائے نورجہاں کے داماد شہریار کی ولی عہدی کا اعلان کرنے والا ہے تو وہ باپ کے خلاف میدان جنگ میں اتر آیا۔ جہانگیر کی بدقسمتی سے عین جنگ کے دوران شاہی فوج کے چند دستے شہزادہ خرم سے جا ملے۔ جہانگیر پریشان ہوگیا۔ اس نے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا ''مطمئن رہو۔ تم کامیاب رہو گے۔''

دوسری طرف شہر کے چند بزرگوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو پیغام بھجوایا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اس جنگ میں شہزادہ خرم کامیاب ہوگا آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے جواب دیا ''ہم پر کچھ اور ہی ظاہر ہوا ہے۔ شہزادے کو شکست ہوگی۔ لیکن بالآخر شہزادہ کامیاب ہوگا'' جنگ ہوئی بادشاہ کامیاب ہوا اور شہزادے کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

ایک دن آپ تنہا بیٹھے تھے کہ شہزادہ خرم چھپتا چھپاتا' آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ حضرت' یہ عجیب بات ہے کہ میں نے ہمیشہ آپ کی طرف داری کی' مگر آپ نے میرے حق میں دعا نہ فرمائی۔ بادشاہ کے حق میں دعا فرمادی۔

آپ نے جواب دیا ''مت گھبرا۔ مجھے اللہ کی طرف سے معلوم ہوا ہے کہ تو عنقریب تخت پر بیٹھے گا اور تیرا لقب شاہجہان ہوگا'' شہزادہ بہت خوش ہوا اور اس نے تبرک کے طور پر آپ کی دستار لے لی جو عرصے تک مغل بادشاہوں کے خزانے میں محفوظ رہی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ امیروں' وزیروں اور عام لوگوں کو خط لکھ کر نصیحتیں کرتے رہتے تھے۔ آپ نے اپنے ایک خط میں بادشاہ کی حیثیت کے بارے میں تحریر فرمایا:

''رعایا کے ساتھ بادشاہ کا تعلق ایسا ہے جیسا دل کا جسم سے۔ اگر دل اچھا ہے تو بدن بھی اچھا رہے گا۔ اگر دل بگڑ جائے تو بدن بھی بگڑ جائے گا۔ بالکل اسی طرح ملک کی بہتری بادشاہ کی بہتری پر منحصر ہے۔ اگر بادشاہ بگڑ جائے گا تو ملک کا بگڑ جانا بھی لازمی ہے۔''

ایک ہندو ہردے رام نے رام اور رحمان (اللہ) کو ایک ہی قرار دیا تو آپ نے اسے تحریر فرمایا ''ہندو جس رام اور کرشن کو پوجتے ہیں وہ تو ماں باپ سے پیدا ہوئے تھے۔ رام دسرتھ کا بیٹا' لچھمن کا بھائی اور سیتا کا خاوند تھا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ رام اور رحمان ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں' کسی طرح بھی ٹھیک نہیں۔''

آپ نے 63 سال کی عمر میں منگل کے دن 28 صفر 1034ھ (نومبر 1624ء) کو وفات پائی اور سرہند میں دفن ہوئے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی شخصیت اور کارناموں کی اہمیت بڑھتی گئی۔ آج شیخ احمد سرہندی کو دنیا امام ربانی ' محبوب سبحانی اور مجدد الف ثانی کے نام سے یاد کرتی ہے۔ مجدد کے معنی ہیں پرانے کو نیا کرنے والا اور الف ثانی کا مطلب ہے ' دوسرے ہزار سال۔ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں مسلمانوں میں ایک فرقہ "الفیہ" پیدا ہوا تھا' جس کا عقیدہ تھا کہ اسلام کی تعلیمات صرف ایک ہزار سال کیلئے تھیں۔ اور چونکہ اسلام کو آئے ایک ہزار سال گزر چکے ہیں اس لئے اب ان کی ضرورت نہیں۔ دراصل اس فرقے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اسلام سے برگشتہ ہو کر اکبر کا دین الٰہی قبول کرلیں۔ چونکہ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے مسلمانوں میں نئی روح پھونکی' انہیں گمراہی سے نکال کر سیدھے سچے راستے پر چلایا اور اسلام کو اتنا مضبوط کردیا کہ وہ مزید ایک ہزار سال تک زندہ و تابندہ رہ سکتا ہے' اس لئے آپ کو مجدد الف ثانی کہا گیا۔

مرد قلندر

خود آشنا بھی رہا اور خدا گواہ بھی تھا
وہ ایک مرد قلندر جو بادشاہ بھی تھا

وہ مرد حر وہ مجاہد وہ علم کا دریا
تھا ایک صاحب دل صاحب نگاہ بھی تھا

جھکا سکا نہ کبھی اس کا سر کوئی فرعون
وہ اپنی ذات میں تفسیر لاالہ بھی تھا

ستیزہ کار رہا ظلمتوں سے جیتے جی
وہ شمع بزم بھی تھا اور چراغ راہ بھی تھا

بہا کے لے گیا ظلمات کے جزیروں کو
صداقتوں کا اک سیل بے پناہ بھی تھا

نیاز مندوں کے آگے وہ سر جھکا کے رہا
حضور شاہ جو انسان کج کلاہ بھی تھا

تلاش کرتی ہے چشم فلک اسے اب تک
وہ ایک ذرہ خاکی جو مہر وماہ بھی تھا

کلیم عثمانی

صاحب اسرار

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 971 ہجری مطابق 1564 عیسوی میں سرہند ریاست پٹیالہ مشرقی پنجاب میں ہوئی۔ ان کے والد بزرگوار شیخ عبدالاحد اپنے زمانہ کے عارفان کامل میں سے تھے۔ حفظ قرآن کے بعد والد ماجد سے تحصیل علم شروع کی بعض علماء عصر سے بھی استفادہ کیا۔ کتب حدیث کی سند حضرت شیخ یعقوب کشمیری سے حاصل کی' اپنے زمانے کے ایک برگزیدہ عالم حضرت قاضی بہلول بدخشانی سے دینی کتب کا درس لیا۔ حضرت مجددؒ نے ابتداء میں اپنے والد بزرگوار ہی سے روحانی فیض حاصل کیا جنہوں نے چشتیہ سلسلے کا خرقہ خلافت عطا کیا۔ شیخ کمال کیتھلی نے حضرت کو ایام طفولیت میں خصوصی توجہ سے نوازا تھا۔ اور نسبت قادریہ بخشی تھی۔ 1008ہجری میں حج کے ارادے سے روانہ ہوئے جب دہلی پہنچے تو اپنے محب خاص مولانا حسن کشمیری کی تحریک پر خواجہ محمد باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور ان کی خواہش پر ان کے پاس رہے اور دو تین ماہ کے قیام میں وہ کچھ پالیا جو بہت سے طالبوں کو برسوں میں بھی نہیں ملتا۔ خواجہ محمد باقی باللہ ایک مکتوب میں کہتے ہیں شیخ احمد سرہند کے رہنے والے ہیں۔ بڑے عالم اور عامل ہیں۔ فقیر نے چند روز ان کے ساتھ نشست و برخاست کی ہے اور بہت سی عجیب باتیں مشاہدہ کیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ آگے چل کر ایک ایسا چراغ بنیں گے جس سے دنیا روشن ہوگی۔ الحمدللہ ان کے احوال کامل کو دیکھ کر مجھے اس بات کا یقین ہوگیا ہے۔ شیخ مذکور کے بھائی اور رشتہ دار بھی ہیں اور سب کے سب نیک اور صالح ہیں اور طبقہ علماء میں سے ہیں ان میں سے چند سے اس دعاگو نے ملاقات بھی کی ہے جواہر عالیہ ہیں اور عجیب صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ شیخ مذکور کے صاحبزادگان جو ہنوز بچے ہی ہیں اسرار الٰہی ہیں۔ ایک ایسا شجرہ طیبہ ہیں جس کو اللہ نے بڑھایا اور خوب بڑھایا۔ خواجہ باقی باللہؒ کی رحلت کے بعد حضرت مجددؒ نے اپنی تبلیغی مساعی کو تیز تر کردیا تھا تاآنکہ سرزمین سرہند کی کایاپلٹ گئی یہ اکبری عہد کا آخری دور تھا 963ھ تا 1014ھ جو تاریخ اسلام میں بدنما داغ کی حیثیت رکھتا ہے یہ الحاد اور بے دینی کا زمانہ تھا جب کہ رد عمل کے طور پر حضرت مجدد میدان عمل میں آئے۔ بادشاہ کلی طور پر اسلام سے بے گانہ ہوا اس نے کافرانہ معتقدات اختیار کرلئے۔ اکبر کے دین الٰہی میں اسلام کے سوا تمام ادیان کے عقائد شامل تھے بادشاہ کی طبیعت میں اسلام کے خلاف ایک ضد پیدا ہوئی اور وہ ہر اس چیز کو پسند کرتا جو مخالف اسلام ہوتی

مجدد کی اصطلاح ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ ہے "اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایسے بندے پیدا کرے گا جو اس کے لئے

اس کے دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے' پیغمبر اسلام کی اس حدیث کی وضاحت اور تشریح آپ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ میرے لائے ہوئے اس علم یعنی دین کی امانت کو ہر زمانے کے اچھے اور نیک بندے سنبھالیں گے اور اس کی خدمت و حفاظت کا حق ادا کریں گے - وہ غلو اور افراط والوں کی تحریفوں سے اور کھوٹے سکے چلانے والوں کی ملمع کاریوں سے اور جاہلوں کی فاسد تاویلوں سے اس دین کی حفاظت کریں گے۔

اکبر کے عہد حکومت میں اسلام اور امت مسلمہ کو کتنے سخت ناموافق حالات کا سامنا تھا مہیب فتنوں کی کیسی یلغار تھی اور حاملان دین متین کے لئے حالات کس حد تک پریشان کن تھے - مسلمانوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والے اسلام سے ہٹانے کی کیسی ناپاک سازشیں ہو رہی تھیں - پھر اللہ کے ایک بندے شیخ احمد نے انہی تیرہ و تاریک حالات میں دین کی حفاظت و تجدید کا کام سنبھالا اور حکومت کی طرف سے پھیلائی جانے والی سخت گمراہیوں سے مسلمانوں اور ان کے دین کو بچایا اور آخر میں حکومت کے رخ کو بھی درست کرنے میں کامیابی حاصل کی ہم آج کے حالات میں حضرت امام ربانی کی جدوجہد اور طریق کار سے بہت رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں -

----

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ایک ہزار سال گزرنے کے بعد جس کا آغاز ہزارہ دوم الف ثانیؒ کی ابتداء سے ہوا امام ربانی شیخ احمد سرہندی نے احیاء شریعت کا جو عظیم کام کیا وہ اسلام کی تاریخ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے اس وجہ سے ان کا لقب مجدد الف ثانی ایسا مشہور ہو گیا کہ بہت سے لوگ ان کا نام بھی نہیں جانتے اور صرف مجدد الف ثانیؒ کے معروف لقب سے ہی ان کو پہچانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان پر اور اپنے ان سب بندوں پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے آپ کے لائے ہوئے مقدس دین کو تازہ اور اس کے باغ کو سرسبز و شاداب کرنے کے لئے اپنی توانائیاں صرف کیں اللہ تعالیٰ امت کو ان کے فیوض سے استفادہ اور ان کی اقتداد پیروی کی توفیق دے -

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکاتیب کے چند اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں -

بعض معتبر آدمیوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کو ان کے مرید سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر بھی کفایت نہیں کرتے اس فعل کی برائی آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے۔ یہ شرک ہے انہیں تاکید

کردیں کہ اس قسم کے افعال سے بچنا ہر آدمی کے لئے ضروری ہے خاص کر اس شخص کے لئے جو خلق کا مقتدا اور پیشوا بنا ہوا ہے کیونکہ اس کے پیرو اور مقتدی ایسے افعال کی اقتدا کریں گے تو بلا و مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔

جب اشیاء کو اس طرف کوئی حاجت نہیں پھر عبادت کا استحقاق اس کے لئے کہاں سے پیدا ہوا۔ کفار بد کردار حق تعالیٰ کی بجائے غیر کی عبادت کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود مانتے ہیں اس خیال فاسد سے کہ یہ بت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے شفیع ہوں گے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں قرب پائیں گے۔ ان بے وقوفوں نے کہاں سے معلوم کیا ہے کہ ان کو شفاعت کا مرتبہ حاصل ہوگا اور حق تعالیٰ ان کو شفاعت کا اذن دے گا صرف وہم و گمان سے کسی کو عبادت میں حق تعالیٰ کا شریک بنانا نہایت ہی خواری اور رسوائی ہے۔

صحبت نبوی کی فضیلت تمام دوسرے فضائل و کمالات سے اعلیٰ و بالا ہے اور اس واسطے وہ اویس قرنی جو بلاشبہ تابعین میں افضل ترین ہیں کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکے پس کسی چیز کو بھی صحابیت کی فضیلت کے ہم پلہ نہ ٹھہراؤ کیونکہ ان کا ایمان تو صحبت نبوی کی برکت اور نزول وحی کے مشاہدہ کی وجہ سے شہودی ہوگیا ہے۔

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس گروہ کی صحبت پر استقامت عطا فرمائے اور قیامت کو انہی کے ساتھ اٹھائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا اور ان کا انیس و حبیب محروم نہیں ہوگا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہم نشیں ہیں کہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کو پہچانا اس نے اللہ تعالیٰ کو پالیا ان کی نظر دوا ہے اور ان کا کلام شفا اور ان کی صحبت میں سلامتی ہوتی ہے اکبر پر اس کی ہندو بیویوں کا اثر غالب آگیا تھا۔ وہ ہندوؤں کی پختہ زناری کا شکار ہوگیا تھا۔

1014ہجری میں جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔ قریب قریب ایک قرن سے اسلام کی بے بسی اس حد تک پہنچ گئی کہ کافر بلاد اسلامیہ میں کافرانہ احکام کے اجراء پر ہی بس نہیں کرتے بلکہ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بوئے مسلمانی بھی نہ رہے۔ ان لوگوں نے معاملہ یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعائر اسلام کو بجالاتا ہے تو اس کو قتل کردیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں ذبح بقر اسلام کے اعظم شعائر میں سے ہے لیکن کافر شاید جزیہ دینے کو تیار تو ہوجائیں مگر گائے ذبح کرنے کے لئے ہرگز

تیار نہ ہوں گے ۔اگر اس آغاز سلطنت میں اسلام نے رواج پالیا اور مسلمانوں کا وقار قائم ہوگیا تو فبہا ورنہ اگر اس میں توقف کیا گیا تو مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ ہوجائے گا ایک اور مکتوب میں کہتے ہیں اسلام کمزور ہوگیا ہے۔ کفار روز بے تحاشہ مسجدوں کو منہدم کررہے ہیں اور ان کی جگہ مندر تیار کررہے ہیں۔ حضرت مجدد پر یہ بھی گراں تھا کہ رام اور رحمان کو ایک ہی حقیقت سے وابستہ کردیا جائے ہندوؤں میں تو یہ خیال تھا ہی مسلمان بھی یہی سمجھتے تھے کہ ان میں صرف نام کا پھیر ہے مگر حقیقت ایک ہے۔ ہردے رام نامی ایک ہندو کے نام خط میں حضرت نے صاف صاف فرمادیا کہ رحمان سے رام کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ حضرت مجدد نے جب یہ واضح کیا کہ شریعت و طریقت دو علیحدہ حقیقتیں نہیں ہیں وہاں یہ بھی بتا دیا ہے کہ بدعت خواہ حسنہ ہی کیوں نہ ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ حضرت مجدد نے اتباع سنت ہی کو تمام بدعات کا علاج اور انسانی سعادت کی معراج قرار دیا ہے۔

عہد اکبری میں مسلمان غیر اسلامی رنگ میں اس قدر رنگے گئے تھے کہ کفر اور اسلام میں امتیاز مشکل تھا مسلمانوں میں سینکڑوں مشرکانہ رسوم رائج ہوگئی تھیں جس کا اثر عہد جہانگیر تک تھا حضرت مجدد نے پوری قوت کے ساتھ اس کی اصلاح کی کوشش کی اور اس ماحول میں جہاں آواز حق بلند کرنا اپنے سر کو تلوار پر رکھنے کے مترادف تھا حضرت مجددؒ نے پوری اسلامی حمیت اور غیرت کے ساتھ بڑے جرأت مندانہ انداز میں اعلائے کلمۃ الحق کیا۔ شیخ فرید بخاری کے نام ایک مکتوب میں کہتے ہیں کہ ذرا خیال تو کریں کہ معاملہ کہاں تک پہنچ چکا ہے۔ مسلمانی کی بو بھی باقی نہیں رہی۔ ایک دوست نے کہا کہ تم لوگوں میں جب تک کوئی دیوانہ نہ ہوگا مسلمانی تک پہنچنا مشکل ہے اسلام کا بول بالا کرتے ہوئے اپنے نفع و نقصان کا بھی خیال نہ کرنا۔ یہ ہے دیوانگی' اسلام رہے تو کچھ بھی ہو اور اگر نہ رہے تو پھر کچھ بھی نہ رہے۔ اگر مسلمانی ہے تو پھر خدا کی رضا اور اس کے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی بھی اور آقا کی رضا سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ اقبال نے اسے یوں بیان کیا۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

حضرت مجددؒ کی تعلیم و تبلیغ نے اپنا پورا پورا اثر دکھایا۔ امراء و وزراء پر بھی اس کا اثر ہوا اور بالواسطہ جہانگیر بھی متاثر ہوا چنانچہ تخت نشینی سے پہلے اس نے تحفظ اسلام کا یقین دلایا لیکن اس کے وزیر اعظم آصف جاہ اور دوسرے درباری جہانگیر کو مسلسل آپ کے خلاف بھڑکاتے رہے اور 1028ہجری 1619ء میں تخت نشینی کے چودھویں سال کے تیسرے مہینے میں آصف جاہ نے جہانگیر کو مشورہ دیا کہ شیخ احمد کے باب میں احتیاط سے کام لیا جائے کیونکہ ان کا اثر ہندوستان' ایران' توران' اور بدخشاں میں پھیلتا

جارہا ہے۔ فوج کے سپاہیوں کو حضرت مجددؒ کے مریدین کے پاس آنے جانے اور عہد کرنے سے روکا جائے اور شیخ احمد کو نظر بند کردیا جائے۔

شاہ جہاں نے جو اس وقت شہزادہ خرم تھا جب سنا کہ جہانگیر نے حضرت مجددؒ کو دربار میں طلب کیا ہے تو اس کو بڑی فکر دامن گیر ہوئی کیونکہ وہ آپ سے انتہائی عقیدت و محبت رکھتا تھا اس کو اس بات کا بھی کھٹکا تھا کہ حضرت مجددؒ دربار شاہی میں سجدہ **تعظیمی** نہیں کریں گے اس خطرے کے پیش نظر شاہ جہاں نے افضل خان اور خواجہ مفتی عبدالرحمٰن کو فقہ کی چند کتابیں دے کر حضرت مجدد کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ علماء نے سلاطین کے لئے سجدہ **تعظیمی** جائز قرار دیا ہے۔ اگر آپ بادشاہ کو سجدہ کرلیں گے تو میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ آپ کو بادشاہ سے کوئی گزند نہیں پہنچے گی لیکن شیخ احمدؒ نے اس کو منظور نہ کیا اور فرمایا کہ یہ تو رخصت ہے عزیمت یہ ہے کہ غیراللہ کو سجدہ نہ کیا جائے۔

حضرت مجددؒ نے عزیمت کو رخصت پر یعنی اجازت پر استقامت کو ترجیح دے کر تاریخ ہند کو یکسر بدل دیا۔ شیخ مجددؒ جب جہانگیر کے دربار میں پیش ہوئے تو حاضرین میں سے ایک شخص نے سلطان سے عرض کیا آپ نے اس شیخ کے تکبر کو ملاحظہ نہیں فرمایا۔ اس نے آپ کو سجدہ تک نہیں کیا حالانکہ آپ ظل اللہ اور خلیفۃ اللہ ہیں شیخ نے اس معمولی تواضع سے کام بھی نہیں لیا جو لوگ باہمی ملاقاتوں میں ظاہر کرتے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ غضب ناک ہوگیا اور آپ کو گوالیار میں قید کردیا گیا۔

اقبال نے حضرت مجدد کی عزیمت کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

وہ سراپا نور و ضیاء تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جس نے ان کے ظاہر کو دیکھا وہ محروم و ناامید ہوا اور جس نے ان کے باطن کو دیکھا بزرگ ہوگیا۔

شیخ احمد سرہندیؒ کے شب و روز

حضرت شیخ احمد سرہندی رمضان مبارک کے روزے کا بڑا اہتمام فرماتے تھے اور پورے مہینہ میں تراویح پڑھتے تھے اور کم از کم ایک ختم قرآن تراویح میں ضرور ہوتا تھا۔ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے کبھی رمضان کا مہینہ حالت سفر میں آجاتا تو بھی معمولات میں ذرا کمی نہ ہوتی۔ ادائے زکوٰۃ میں سال گزرنے کا انتظار نہ فرماتے جس وقت آپ کے ہاتھ میں کچھ روپیہ آجاتا اس کا چالیسواں حصہ نکال کر رکھ دیتے اور مستحقین زکوٰۃ کو وقتاً" فوقتاً" دیتے رہتے۔

حج کا ارادہ ہر وقت آپ کے دل میں رہتا تھا مگر کبھی تو روپیہ نہ ہوتا اور کبھی دوسرے مواقع ومہمات پیش آجاتے تھے، حقوق عباد کے ادا کرنے میں ذرہ بھر کوتاہی نہ فرماتے۔ بیماروں کی عیادت کو تشریف لے جاتے جنازوں میں شرکت فرماتے۔

حضرت امام کے زمانے میں ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت تھی اور سلطنت اپنے پورے جاہ و جلال پر تھی۔ آپ کی عمر کا ابتدائی حصہ جلال الدین اکبر کے عہد سلطنت میں گزرا اس کے بعد نورالدین جہانگیر کا زمانہ آپ نے پایا۔ پہلی سلطنت اگرچہ لا مذہب کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی مگر ہندو دھرم کے ساتھ صلح و آشتی رکھتی تھی۔ جو کچھ عناد یا مخالفت تھی وہ دین اسلام کے ساتھ تھی آج بھی مسلمانوں میں جو لوگ لا مذہب ہیں وہ اور مذاہب کے ساتھ تو بڑی رواداری برتتے ہیں مگر اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اچھی خاصی دشمنی کا برتاؤ کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو آزاد خیال اور غیر متعصب سمجھیں۔ دوسری سلطنت کو نفس اسلام کے ساتھ کوئی عناد نہ تھا مگر سلطنت و بادشاہت کا نشہ بہت بڑھ گیا تھا حتیٰ کہ شاہی دربار کی تعظیم یہ تھی کہ لوگ بادشاہ کو سجدہ کریں۔ سجدہ تعظیمی کے جواز کا فتویٰ بھی بزور سلطنت حاصل کیا گیا تھا۔ ان سب باتوں پر طرہ یہ تھا کہ بادشاہ کی ملکہ نورجہاں بیگم جس کے ہاتھ میں بادشاہ نے سلطنت دے رکھی تھی جس کا ادنیٰ کرشمہ یہ تھا کہ نوراللہ شوستری جیسا دریدہ دہن سلطنت کا قاضی القضاۃ بنا دیا گیا تھا۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان دونوں سلطنتوں کے اثر سے عام مسلمانوں کی کیا حالت ہوگی عوام تو عوام پیشہ ور علماء اور دوکاندار صوفیاء جن کی کثرت خیرالقرون کے بعد ہر روز ترقی پر ہے کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہوں گے۔ حالت یہ تھی کہ ایک طرف شرک اور بت پرستی کی رسمیں مسلمانوں میں رائج ہو رہی تھیں اور دوسری طرف بدعتوں کے بادل سروں پر منڈلا رہے تھے اور تیسری طرف سے یہ آوازیں آرہی تھیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز آج ہندوستان اور پاکستان میں خدمات دینیہ کی جو صورتیں بھی نظر آرہی ہیں یہ سب حضرت مجدد الف ثانیؒ ہی کی سعی مشکور کا نتیجہ ہیں۔ (تذکرہ مجدد الف ثانیؒ صفحات 236 تا 238)

بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

کچھ لوگ اپنی ذات میں ایک انجمن ہوتے ہیں اور بعض کی شخصیت ایک تحریک بھی بن جاتی ہے لیکن بہت کم، معدودے چند ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے سینے انقلابات کے خزینے ہوتے ہیں اور جو صرف اپنے فقرو درویشی کی قوت سے سلطنتوں کے دھارے پلٹ دیتے اور شہنشاہوں کے رخ بدل دیتے ہیں۔ مجدد اعظم حضرت شیخ احمد سرہندیؒ انہیں موخرالذکر ہستیوں میں شامل ہیں۔

برصغیر ہندوستان میں اسلام پر ابتلاؤ آزمائش کے بڑے کڑے مرحلے اکثر آتے رہے ہیں اور اسلام ابتلاؤ آزمائش میں پورا بھی اترا ہے لیکن یہ ساری بلائیں ہمیشہ غیر مسلموں کی طرف سے نازل ہوتی تھیں تاہم جلال الدین اکبر مغل لڑی کا وہ پہلا نام نہاد مسلمان شہنشاہ تھا۔ جس نے اسلام اور مسلمانوں پر قیامت توڑی، اکبر ہر مذہب کا احترام کرتا تھا لیکن اسلام کا تمسخرو مضحکہ اڑاتا تھا اکبر سب کچھ تھا لیکن مسلمان نہیں تھا اس نے ہر مذہب کے ساتھ رواداری و صلح جوئی کا رویہ اپنایا لیکن اسلام کو اس نے ہمیشہ اپنا دشمن سمجھا۔

یہ وہ دور تھا جب جابر شہنشاہوں کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں تھی اکبر مسجدیں ڈھاتا اور ان کی جگہ مندر بنواتا تھا تو کسی کو احتجاج کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ شہنشاہیت مطلق العنان تھی اور انسانوں کی زبانیں گدیوں سے کھینچ لینے اور گردنیں اڑا دینے میں قطعی آزادو خود مختار، حالات کے ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں سرہند سے ایک مرد مومن کی آواز ابھری اور اس نے شہنشاہیت کے ایوانوں میں زلزلے بپا کردیئے یہ آواز شیخ احمد سرہندیؒ کی تھی اور انہوں نے صرف زبان و قلم سے جہاد کرکے ثابت کردیا کہ، مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا یہ جہاد اکبر و جہانگیر دونوں کے ادوار میں جاری رہا اور بالآخر خود کو سجدے کرانے والی شہنشاہیت خود اس درویش کے قدموں میں سرنگوں ہوگئی۔ یہ سب اس لئے ممکن ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا جہاد صرف اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے تھا اس میں ان کی اپنی کوئی غرض، کوئی خواہش اور کوئی مفاد رتی بھر بھی شامل نہیں تھا انہیں اقتدار کی پیشکشیں ہوتی رہیں اور وہ پائے حقارت سے ٹھکرائی جاتی رہیں کہ درویشوں کی سلطنتیں تو دلوں پر ہوتی ہیں تخت و تاج میں نہیں، مغل اعظم نے اپنی شہنشاہیت کی قوت و جبروت کی بنیاد پر خود ایک مذہب 'دین الٰہی کے نام سے ایجاد کرڈالا تھا جس کا آج کوئی ایک بھی نام لیوا موجود نہیں۔ حقیقتاً شہنشاہوں کے پرشکوہ ایوانوں سے اگر مذہب چل سکتے تو فرعون و نمرود کبھی بھسم نہ ہوتے لیکن وہ سب فنا کے گھاٹ اتر گئے اور دوام اللہ کے

ان بندوں کو حاصل ہوا جو غریب و بے یار و مددگار و یتیم (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے۔

ستم ظریفی ہے کہ اکبر شاہی دین الٰہی میں علمائے سوء اور نام نہاد صوفیاء جوق در جوق بڑے ذوق و شوق سے شامل ہوئے کہ اس سے دولت بھی ہاتھ لگتی تھی اور شہنشاہ کا قرب بھی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے زبان و قلم کے جہاد سے اقتدار کا تختہ نہیں الٹا مگر سلطنت کی کایا پلٹ کر رکھ دی وہ اقتدار کو سیدھا راستہ دکھانے اور پھر اس راستے پر لے آنے میں کامیاب رہے دوسری طرف جلال الدین اکبر کو یہ عجیب و غریب کریڈٹ جاتا ہے کہ اس نے کفر و الحاد و ارتداد کی تنظیموں اور تحریکوں کے جو بیج بو دیئے تھے وہ مغل سلطنت کے خاتمہ پر آنے والی غیر مسلم فرنگی حکومت کے کام آئے اور خود ہندو قیادت نے بھی فرنگ کے زیر سایہ ان زہریلے بیجوں کی آبیاری کی جن سے اسلام اور مسلمانوں کو فنا کر دینے کے خواب دیکھے جاتے تھے۔ ان میں سرفہرست سیکولر ہندی قومیت کی تعمیر ہے جس کے جھنڈے انگریز عہد میں گاندھی و نہرو نے بھی لہرائے یہ اس لئے کہ اس نام نہاد سیکولر ہندی قومیت کے پردہ میں جس طرح مغل اعظم نے اسلام اور مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کی ٹھانی تھی اسی طرح گاندھی اور نہرو کے لئے مسلمانوں کا خاتمہ ممکن ہو سکتا تھا اس کے مقابلہ میں مجدد اعظمؒ نے مسلم قومیت کا نظریہ دیا جو بالآخر نظریہ پاکستان میں ڈھل گیا اور مجدد الف ثانیؒ کی غیر مسلح مزاحمتی تحریک نے جس طرح اس دور میں اسلام اور مسلمانوں کو بچالیا تھا بالکل اسی انداز میں اور انہی لائنوں پر قائداعظم کی تحریک پاکستان نے برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کو محفوظ و مامون کیا عجیب مماثلت ہے کہ مجدد اعظمؒ اور قائداعظمؒ دونوں کی تحریکیں پرامن ذرائع سے چلیں اور کامیاب و کامران ہوئیں۔!

اور پھر یہ کوئی اتفاقی امر نہیں کہ جس طرح اکبر کے دین الٰہی کا سیکولرازم مسلمانوں کے لئے زہر قاتل تھا عین اسی طرح گاندھی و نہرو کا سیکولرازم بھی مسلمانوں کے لئے خونخوار ثابت ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ الحاد و ارتداد کی بنیاد ہمیشہ رواداری و صلح جوئی کے دلکش نعروں اور دعوؤں پر رکھی جاتی ہے لیکن بالآخر یہ گل کھلاتی اور مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہو جاتی ہے۔

پھر یہ بھی اکبر ہی تھا جس نے شراب کو حلال مگر شراب پی کر شور و غوغا کو حرام قرار دیا دین الٰہی کا یہ جز ہمارا آج کا ایکسائز ایکٹ ہے جسے انگریز نے رائج کیا اور جسے پاکستان میں جوں کا توں اپنایا گیا فیملی پلاننگ کو خالصتاً" جدید دور کی تحریک کہا جاتا ہے مگر اندازہ کیجئے۔ کہ اکبر نے اسے بھی رائج کیا اور لڑکے لڑکیوں کی شادیوں کے لئے عمر کی ایسی حدیں مقرر کر دیں جن کی تصدیق کوتوال شہر سے کرائے بغیر شادی نہیں ہو سکتی تھی۔

اور یہ بھی اکبر ہی تھا جس نے زناکاری و عصمت فروشی کو ایک منظم شکل دی اور طوائفوں کی علیحدہ

بستیاں شیطان پورہ کے نام سے تعمیر ہوئیں یہ سلسلہ انگریز دور میں بھی اسی طرح چلتا رہا کیا یہ وقوعات اس کلیہ کی صداقت پر صاد کرتے ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے

اگر تاریخ کا اپنے آپ کو دہرانا سچ ہے تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ ہمارے ہاں حالات آج پھر وہی ہیں جو اکبر کے دور میں تھے اور ہمیں آج پھر ایک ایسی تحریک کی ضرورت ہے جو دولت و اقتدار سے بے نیاز ہو کر' اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلائے۔ اور سیاست سے بلند و برتر ہو کر صرف اسلام کی دعوت دے۔

محسوس یہ ہوتا ہے کہ ہمیں آج پھر کسی مجدد الف ثانیؒ کی ضرورت ہے لیکن ایسے نابغہ روزگار اور خالصتاً" اللہ کے بندے روز روز کہاں ملتے ہیں؟ وہ تو صدیوں میں' ہزار سال میں ایک بار ظہور پذیر ہوتے ہیں تاہم یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ان کی تعلیمات ہمارے پاس موجود ہیں اور ان تعلیمات کی بنیاد پر تحریک برپا کی جاسکتی ہے ایک ایسی تحریک جو مجدد اعظمؒ کی پیروی کرتے ہوئے سیاسی اقتدار سے بے نیاز ہو اور اقتدار کی گمراہی و بے راہروی کو اسی طرح لگام دے جس طرح حضرت مجدد الف ثانیؒ نے شہنشاہیت کو لگام دی تھی مزید برآں تحریک کا یہ فریضہ صبر و تحمل اور نرمی و شائستگی سے اسی طرح انجام پانا چاہئے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے انجام دیا تھا۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ آج کے متحارب و متصادم سیاسی فریقین میں سے دین اور خالصتاً" دین کسی کا بھی منتہائے مقصود نہیں تمام سیاسی جماعتیں اور افراد صرف اور صرف اپنے اپنے اقتدار کی جنگ میں مصروف ہیں اور اس خود غرضانہ مفاد پرستانہ کشمکش نے ملک کو ایک خطرناک آتش فشاں کے دہانے پر پہنچا دیا ہے آج عالم یہ ہے کہ بقول علامہ اقبالؒ

آگ ہے' اولاد ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

جلال الدین اکبر صرف ایک نئے مذہب کا بانی نہیں تھا اس کا ایجاد کردہ مذہب تو "ایجاد بندہ اگرچہ گندا" کی تصویر تھا اس نے ادھر ادھر کے مذاہب سے مختلف اجزا لے کر ایک مغلوبہ تیار کیا تھا اس میں اس کے اپنے ذہن کی کوئی جلوہ گری نہیں تھی اور وہ جو کہا جاتا ہے کہ کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا' بھان متی نے کنبہ جوڑا تو یہ بھان متی اکبر تھا اور اس کا کنبہ دین الٰہی کا پیرو اکبر رواداری و صلح جوئی کا بھی قطعاً" قائل نہ تھا غیر مسلموں سے اس کا حسن سلوک بے شک اپنی انتہاء کو پہنچا ہوا تھا لیکن مسلمانوں کے لئے وہ ننگی تلوار تھا اسے مختلف مذاہب کے درمیان مساوات برقرار رکھنے کا معترف گردانا جاتا ہے حالانکہ یہ بھی صریح جھوٹ ہے۔ اکبر اصلاً" اسلام کا دشمن تھا اس کی ساری کاوش و جستجو کی تان اسلام

اور مسلمانوں کے خلاف ٹوٹتی تھی اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اکبر سب کچھ تھا مگر مسلمان نہیں تھا وہ ہر مذہب کا احترام کرتا مگر اسلام کا مذاق اڑاتا تھا مسلمانوں سے رواداری کا مظاہرہ اس نے کبھی نہ کیا۔

کہا جاتا ہے کہ اکبر کے ذہن کی اس مخصوص ڈگر میں ان ہندو راجاؤں کی بیٹیوں کا بھی ہاتھ تھا جو اس کے حرم میں داخل تھیں انہی ہندو لڑکیوں نے شاہی محل میں "ہون" کی رسم چلائی اور زرتشت کے پیرو کاروں نے اسے ہوا دی چنانچہ محل میں دوامی آتش کدہ قائم ہوگیا انہی ہندو لڑکیوں کے زیر اثر اکبر نے مسلمانوں کی داڑھی کی درگت بنائی۔ حقیقت یہ ہے کہ اکبر اسلام اور اسلامی شعائر و احکام کے سوا اور کسی مذہب کے کسی جز کو رد نہیں کرتا تھا۔

○ اکبر کے دور میں بے تحاشہ مسجدیں ڈھائی گئیں اور ان کی جگہ مندر بنائے گئے اس دور میں مشرک و کفار تو علانیہ اپنی مذہبی رسوم اور عبادات انجام دیتے رہے لیکن مسلمانوں کو احکام اسلامی بجا لانے سے دور رکھنے پر مجبور کیا جاتا رہا۔

○ ہندی کتابوں کے ترجمے عربی اور فارسی زبانوں میں ہوئے لیکن عربی زبان پڑھنا جرم قرار دیا گیا اور فقہ و تفسیر و حدیث پڑھنے والے "مردود" قرار پائے۔

○ مسلمانوں کے مدرسے اور مسجدیں ویران ہوئیں اور مسلم اہل علم جلا وطن کئے گئے غرض یہ کہ اسلامی علوم کی بربادی کے تمام سامان کئے گئے۔

○ غیر مسلم (مشرک و کفار) صرف یہی نہیں چاہتے تھے کہ کفر و شرک کے احکامات کو بالادستی حاصل ہو بلکہ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ اسلامی شعائر و احکام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے اور اسلام کے اثرات تک کہیں نظر نہ آئیں کوئی مسلمان کسی شعائر اسلامی کا اظہار کرے تو اسے قتل کر دیا جائے یہ تھا اکبر کا "سیکولرازم" اور اکبر کی رواداری!

اس کے خلاف مزاحمت کرنے والا کوئی نہ تھا ہندوستان کے عام اور جاہل مسلمان پہلے ہی ہندوؤں کے زیر اثر تھے کسی دکھ درد میں وہ ہندو دیوی دیوتاؤں کی دہائی دیتے تھے بیماری میں انہی سے صحت و تندرستی کی بھیک مانگتے تھے ان کی عورتیں ہندو دیویوں کی پوجا کرتی تھیں سیتا مائی کی منت مانی جاتی تھی اور ہندوؤں کے تہوار مسلمان عیدین کی طرح مناتے تھے۔

ان گھٹا ٹوپ اندھیروں اور انتہائی اشتعال انگیز فضا کے باوجود حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اسلام کے ضرب المثل صبر و تحمل صلح جوئی کے جذبوں سے کام لیا اور پر امن طریق سے حالات بدلنے کے لئے زبان و قلم سے جہاد کیا۔

علمائے سوء اور صوفیائے خام کا کردار:۔

عام مسلمان تو ہندوؤں کے پھیلائے ہوئے توہمات میں مبتلا تھے جبکہ علمائے سوء اور صوفیائے خام حرص و ہوس زر کا شکار تھے شہنشاہ کو اپنا خود ساختہ "دین" چلانے کے لئے ایسے ہی لوگوں کی ضرورت تھی جو اسے مل گئے' ان میں فیضی اور ابوالفضل جیسے جید عالم فاضل لوگ بھی شامل تھے۔

○ بہت سے علماء اپنی تصانیف میں خطبہ لکھنے سے بھی گریز کرنے لگے اور وہ صرف توحید اور بادشاہ کے ذکر پر قناعت کرتے تھے۔

○ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہندو اور ہندو مزاج کے مسلمان معترض ہونے لگے انہیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ تھا۔

○ دیوان خانہ میں کسی کی مجال نہ تھی کہ اعلانیہ نماز ادا کر سکے روزہ حج پہلے ہی ساقط کردیے گئے تھے۔

○ دینی شعائر کی ہجو میں اشعار گھڑے جانے لگے ان نام نہاد علماء و مشائخ کے بارے میں مجدد الف ثانی نے لکھا ہے۔

"انہی علماء میں سے بعض نے حرص کی بدبختی میں مبتلا ہو کر بادشاہوں اور امیروں کا تقرب حاصل کیا اور اس کے لئے خوشامد کا طریق اپنایا ماضی میں امت پر جو بلائیں آئیں اسی جماعت علماء کی بدبختی اور نحوست کی راہ سے آئیں۔ بادشاہوں کو یہی لوگ راہ راست سے ہٹا کر گمراہ کرتے ہیں گمراہی کے راستوں کو انہی علمائے سوء کے باعث عام لوگوں نے اختیار کیا کہ ان علماء کے سوا کم لوگ ہیں جو اتنے گمراہ ہوں جن کی گمراہی سے دوسرے بھی متاثر ہوتے ہیں اسی طرح اس زمانہ کے صوفی نما جہلا بھی علمائے سوء کے حکم میں داخل ہیں کہ ان کا فساد بھی متعدی ہے" اکبر نے ایسے ہی علماء سے فقہ حنفی کی رو سے متعہ کے جائز ہونے کا فتویٰ صادر کرایا بعض لوگوں کے نزدیک اکبر کے الحاد کا نقطہ آغاز یہی ہے کہ بعض مولویوں نے کہا کہ مجتہدین کی رائے میں چار کی جگہ نو اور بعض اس سے بھی زیادہ بیویاں رکھنے کے قائل ہیں بعض علماء نے تو نکاح یا متعہ کے بغیر بھی بدکاری کی اجازت دی ایک صاحب تاج العارفین تھے وہ انسان کو "خلیفتہ الزمان" قرار دیتے تھے اور اکبر کی ذات کو اس کا مصداق ٹھہرا کر اس کو بجنسہ خدا یا کم از کم خدا کا عکس قرار دیتے تھے تاج العارفین کا تعلق جس طبقہ سے تھا اس میں بادشاہ تو خیر ایک چیز ہوتا ہے مگر اس طبقہ میں ہر گداگر بھی "اناالحق" کا نعرہ لگا سکتا تھا۔

ان علمائے سوء کا دعویٰ تھا کہ وقت "صاحب زمان" کا آگیا ہے جو ہندو مسلم فرقوں کے اختلافات لانے والا ہے اور وہ "صاحب زماں" خود بادشاہ ہے اکبر اس وہم میں بھی مبتلا تھا یا اسے مبتلا کیا گیا کہ اسلام کی مدت ایک ہزار سال تھی جو پوری ہوگئی اس لئے اب وہ اپنا دین چلا سکتا ہے اکبر کے دربار میں

انگریز آئے تو اس نے ان لوگوں کو انجیل کے ترجمے کا حکم دیا آتش پرست آئے تو محل میں ہمہ وقت آگ روشن ہو گئی۔

اکبر کی اسلام دشمنی

اکبر اس نوبت تک پہنچا تھا کہ اسلام کی ضد اور اس کی مخالفت میں جو کوئی بھی حکم کسی دوسرے مذہب میں ہوتا بادشاہ اسے قطعی دلیل سمجھتا گویا اصل میں دشمنی صرف اسلام سے تھی وہ مسلمانوں کی ساری باتوں کو نامعقول اور غریب غربوں کی گھڑی ہوئی باتیں خیال کرتا تھا علمائے سوء نے سلطان عادل کو مجتہد سے بلند تر قرار دے کر بادشاہ کو اور زیادہ آگے بڑھایا اور بادشاہ کو سب سے زیادہ "عدل والا" عقل والا اور علم والا قرار دیا اکبر کو مجتہد کا درجہ دینے کے بعد آئمہ مجتہدین کی علانیہ توہین و تحقیر ہونے لگی اس سے دین کا رہا سہا بھرم بھی اٹھ گیا دین سے انکار کے ساتھ ساتھ اس کا مذاق اڑا کر اس کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کیے گئے۔ بادشاہ خود یہ اصرار کرنے لگا کہ قرآن خلق ہے اور وحی محال ہے وہ معجزات و کرامات کا بھی منکر ہو گیا موت کے بعد عذاب و ثواب تو اس کے خیال میں محال تھے تاہم تناسخ کے لحاظ سے وہ عذاب و ثواب کا قائل تھا اس ہندو عقیدہ کے مطابق انسان مرنے کے بعد پھر کسی دوسری شکل میں آتا اور اپنے اعمال کی سزا یا جزا پاتا ہے۔

پھر بادشاہ نے مذاہب کے سلسلہ تحقیقات سے بھی اسلام کا نام کاٹ دیا یوں چند سال میں کھلے عام اسلام کا نام لینے والا بھی کوئی نہ رہا اس طرح مذاہب کے درمیان مساوات' انصاف اور رواداری کا دعویٰ اسلام کے خلاف بدترین عصبیت میں تبدیل ہو گیا ارتداد و الحاد کی بنیاد ہمیشہ رواداری کے نرم و دلکش دعویٰ پر استوار ہوتی ہے اور اس کی آخری منزل اسلام دشمنی ہوتی ہے اکبر نے بالآخر یہی طے کیا کہ اسلام کے سوا دوسرے تمام مذاہب کا مطالعہ و جائزہ لیا جائے اور ترجیح و عمل کے لئے عقل کا فیصلہ مانا جائے جبکہ اصل میں ہندومت دوسرے تمام مذاہب پر چھایا ہوا تھا ہندو راجوڑوں کی بیٹیوں کو بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل تھا ایک برہمن برہم داس کو ملک الشعراء کا خطاب دیا گیا تھا یہ برہمن بعد میں بیربر کے نام سے مشہور ہوا وہ بادشاہ کے مزاج میں بے انتہاء دخیل تھا اور بادشاہ سے اس کے تعلقات کے چرچے ہندوستان کے گلی کوچوں میں عام تھے۔

ظلمت کے مقابل نور کا ظہور

کفر و شرک و الحاد و ارتداد کے اس طوفان کو روکنے کے لئے ایسے مواقع پر قدرت جس نے اپنے دین کی حفاظت کا ذمہ اٹھا رکھا ہے ایک عظیم ہستی کو بروئے کار لائی جو وہبی کمالات اور غیبی قوتوں سے سرفراز تھی یہ عظیم ہستی امام ربانی' مجدد اعظم الف ثانیؒ حضرت شیخ احمدؒ سرہندی تھے ان کے محیرالعقول کارناموں

اور آہنی عزم نے تاریخ کا ایک روشن باب رقم کیا مغل سلطنت میں وہ بڑے سے بڑا عہدہ لے سکتے تھے انہیں اقتدار کی باقاعدہ پیشکش ہوئی لیکن انہوں نے خود کو شاہی ایوانوں کے جھنجھٹ سے الگ تھلگ رکھا۔

نبوت کا سلسلہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ختم ہوگیا تھا لیکن حکمت خداوندی نے یہ تدبیر اختیار کی کہ ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جو دین کی امانت کے حامل و محافظ ہوں اور اسے اپنی اصلی شکل میں محفوظ رکھتے ہوئے اس میں نئی روح پھونکتے رہیں آمیزشوں اور آلائشوں سے دین کو صاف کرتے نکھارتے رہیں اور اس کی رگوں میں اپنی جدوجہد سے تازہ خون دوڑاتے رہیں اس عمل کا اصطلاحی عنوان "تجدید دین" ہے اہل علم روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی میں ایسے مجدد پیدا کرے گا خواہ صدی کے شروع میں یا درمیان میں یا آخر میں وقت کی قید محض اتفاق ہے مقصد یہ ہے کہ کوئی صدی مجدد سے خالی نہیں ہوگی اس لئے یہ دین نہ کبھی محرف ہوسکے گا نہ مرور زمانہ سے بوسیدہ ہوگا اور نہ زمانہ کے انقلابات اس کی حقیقت کو بدل سکیں گے اللہ تعالیٰ اس دین کی بقاء، حفاظت اور تجدید کا انتظام کرتا رہے گا بے شک یہی ہوا کہ ہر زمانے میں اللہ نے اپنے کسی بندے سے کوئی بہت بڑا تجدیدی کام لیا ہے اور اس کے ذریعہ دین کے بہت سے شعبوں کی تجدید کرائی ہے۔

اسلام کے ہزارہ اول میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بہت نمایاں کارنامے انجام دیئے ہزارہ دوم میں امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ سے تجدید و حفاظت و احیائے شریعت کے جو عظیم کام برصغیر ہندوستان میں لئے گئے وہ بھی اسلام کی تاریخ میں ایک خصوصی امتیازی شان رکھتے ہیں اس لئے حضرت امام ربانی کا لقب مجدد الف ثانیؒ مشہور ہوگیا۔

مغل اعظم جلال الدین اکبر کی تخت نشینی کے آٹھویں سال میں حضرت مجددؒ کی ولادت باسعادت 14 شوال 971ھ بمطابق 1564 کو ہوئی آپ کا اسم مبارک شیخ احمدؒ کنیت ابو البرکات اور لقب بدر الدین تھا بعد میں مجدد الف ثانیؒ لقب اقصائے عالم میں مشہور ہوا آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم عبدالاحد بھی انتہائی پرہیزگار، متقی، اور تہجد گزار بزرگ تھے حضرت مجدد الف ثانی، کی عمر کے کم و بیش چالیس سال اکبری عہد میں گزرے جوانی میں اکبر آباد آگرہ گئے جہاں ابو الفضل اور فیضی سے خوب ملاقاتیں رہیں دونوں آپ کی غیر معمولی قابلیت اور ذہانت و ذکاوت سے متاثر ہوئے بلکہ مشہور ہے کہ فیضی نے قرآن پاک کی جو بے نقطہ تفسیر "سواطع الالہام" لکھی ہے اس میں مجدد الف ثانی کی مدد شامل تھی۔

ابو الفضل اور فیضی سے انہی ملاقاتوں کے باعث آپ کو اکبری فتنہ کے سمجھنے میں بڑی مدد ملی بہرحال اکبر کا زمانہ آپ کے لئے تیاری کا زمانہ تھا جبکہ جہانگیر کے عہد میں آپ میدان میں آگئے اس وقت عمر

چالیس سال کے لگ بھگ تھی دربار جہانگیر کا شاید ہی کوئی ایسا رکن ہو جس کے نام آپ نے خطوط نہ لکھے ہوں ان خطوط میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ جیسے بھی ممکن ہو اسلام کے اس نقصان کی تلافی ہونا چاہئے جو عہد اکبری میں ہوا جہانگیر کی فطرت میں بھی اکبر کے بعض خیالات سرایت کئے ہوئے تھے چنانچہ بادشاہ کے لئے سجدہ تعظیمی کو لازمی قرار دیا گیا تھا جہانگیر نے ایک فرمان حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نام جاری کیا کہ آپ اپنے خلفاء سمیت دربار میں تشریف لائیں' آپ اپنے پانچ ساتھیوں کے ہمراہ بادشاہ سے ملنے گئے لیکن آپ نے خلاف شریعت سجدہ تعظیمی نہیں کیا بادشاہ کی جونہی آپ پر نظر پڑی تو وہ بہت متاثر ہوا اور سجدہ تعظیمی نہ کرنے پر معترض نہ ہوا مگر ایک درباری نے بادشاہ سے کہا کہ حضور یہ وہ شخص ہے کہ جو خود کو تمام انبیاء سے افضل بتاتا ہے حضرت نے اس کو تسلی بخش جواب دیا پھر اس درباری یا وزیر نے بادشاہ سے کہا "جہاں پناہ شیخ احمد نے آداب سلطنت کا احترام نہیں کیا" یعنی سجدہ تعظیمی نہیں کیا۔

حضرت نے فرمایا "میں نے آج تک خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و آداب کی پابندی کی ہے" بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا "مجھے سجدہ کرو"

آپ نے جواب دیا "میں نے خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کیا ہے نہ کروں گا"

بادشاہ نے بگڑ کر کہا "تمہیں سجدہ کرنا پڑے گا" حضرت نے پوری استقامت سے جواب دیا "تم مجھ سے سجدہ نہیں کرا سکتے" اس سے جہانگیر کو اندازہ ہو گیا کہ آپ اسے سجدہ نہیں کریں گے تو کہا "آپ کا سجدہ صرف اتنا ہے کہ سر ذرا خم کر لیں" حضرت نے جواب دیا "میں سر بھی خم نہیں کروں گا" بادشاہ نے درباریوں سے کہا کہ آپ کے سر کو پکڑ کر ذرا جھکا دیں' اس پر چند طاقتور افراد نے آپ کے سر کو پکڑ کر جھکانا چاہا لیکن اپنی ساری کوشش کے باوجود ناکام رہے اس پر بادشاہ نے کہا "انہیں آدمی کے قد سے چھوٹے دروازہ سے اندر لایا جائے تاکہ دروازے سے گزرتے ہوئے سر جھکانا پڑے"

حضرت نے اس دروازہ سے گزرتے ہوئے پہلے اپنے پاؤں اندر رکھے تاکہ سر نہ جھکانا پڑے اس کے بعد جہانگیر نے آپ کو قلعہ گوالیار میں نظر بند کرنے کا حکم دیدیا آپ کے اس قلعہ میں پہنچنے کے بعد کئی ہزار غیر مسلم قیدی راہ ہدایت پر آئے اور آپ کے قدموں کی برکت سے قلعہ جنت بن گیا ان حالات سے ہندوستان کے بعض امراء نے کابل کے حکمران مہابت خان کو آگاہ کیا وہ فوج لے کر آیا دریائے جہلم پر جہانگیر اور اس کے لشکر میں گھمسان کی جنگ ہوئی جس کے دوران جہانگیر کو گھیرے میں لے کر گرفتار کر لیا گیا بادشاہ سات دن تک قید میں رہا اس دوران بعض امراء نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو تخت پر بٹھانا چاہا جس پر حضرت نے انہیں پیغام دیا "مجھے سلطنت کی کوئی ہوس نہیں اور مجھے فتنہ و فساد پسند نہیں میں نے قید کی مصیبت کسی اور مقصد کے لئے اٹھائی ہے وہ مقصد پورا ہو جائے گا تو رہائی خود بخود مل جائے گی جنگ

اکارت ہے اس لئے اسے فوراً "بند کر دیا جائے"

بعد ازاں جہانگیر نے واپس آکر آپ کی رہائی کا حکم دیا اور آپ سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا حضرت نے ملاقات کے لئے چند شرطیں رکھیں جو بادشاہ نے منظور کرلیں اس کے بعد حضرت عزت و احترام سے رہا کئے گئے تین دن سرہند میں قیام کے بعد آپ آگرہ تشریف لے گئے ولی عہد شہزادہ شاہ جہان نے آپ کا استقبال کیا اور بادشاہ نے آپ کی تمام شرائط منظور کیں گاؤ کشی عام کی گئی جو مساجد شہید گئی تھیں انہیں دوبارہ تعمیر کرنے کا اعلان ہوا دربار عام کے دروازے پر مسجد تعمیر کرنے اور مقدمات کے فیصلوں میں شرعی احکام کی پابندی کرنے کا اصول تسلیم کیا گیا دینی تعلیم کے لئے مکتب اور مدرسے قائم کرنے کی شرط مانی گئی اور بادشاہ نے اپنی گستاخیوں پر ندامت کا اظہار کیا بعد ازاں جہانگیر کی حضرت سے شیفتگی کا یہ عالم ہوا کہ وہ ہمیشہ انہیں شاہی کیمپ میں اپنے ساتھ رکھتا تھا یوں عظیم الشان مغل سلطنت کو خدا کے ایک درویش نے بے دام خرید لیا لیکن اپنی درویشی پھر بھی قائم رکھی حضرت مجدد الف ثانیؒ کا انتقال 63 سال کی عمر میں 28 صفر 1034ھ کو ہوا 1033ھ کی شب برات آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا انتقال اسی سال ہو گا عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد آپ گھر تشریف لائے اور کہا کہ میرے دنیا سے کوچ کر جانے کا وقت قریب آگیا ہے میں تم سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا انہیں کبھی ترک نہ کرنا چار پانچ روز بعد آپ کو سانس کی تکلیف ہوئی پھر آپ اپنے والد ماجد کے مزار پر تشریف لے گئے وہاں کچھ دیر مراقبہ کیا پھر سب قبرستان والوں کے لئے دعائے مغفرت کی اور گھر واپس آگئے۔

23 صفر کو اپنے خلفاء اور مریدین کو جمع کیا اور فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ سب کچھ عطا فرمادیا ہے جو کسی بشر کو دیا جاسکتا ہے" اس بات سے آپ کو آپ کے آخری وقت کا یقین ہو گیا انتقال سے پہلے جمعہ کے روز مسجد میں تشریف لاکر بہت سی نصیحتیں کیں ان میں زیادہ تر سنت کی پیروی پر زور دیا اس کے بعد مرض کا غلبہ ہوا اس کے باوجود نماز تہجد کھڑے ہو کر ادا فرمائی اور آخری وقت تک نماز باجماعت ادا کرتے رہے فجر کی نماز باجماعت پڑھی اشراق بھی ادا کی، دعاؤں اور وظائف کا ورد بھی کیا اشراق کے بعد آپ کو حسب ارشاد فرش پر لٹا دیا گیا اور آپ "اللہ اللہ" کرتے ہوئے مالک حقیقی سے جاملے۔

مشعل راہ:۔

حضرت مجدد الف ثانی کا روشن کردار یوں تو ہر پہلو سے مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے لیکن ہمارے ہاں آج متحارب سیاسی گروہوں میں جو خطرناک محاذ آرائی پائی جاتی ہے اس میں یہ خصوصیت سے رہبرو رہنما ہے اب یہ الگ بات ہے کہ ہم اس عظیم کردار سے کوئی سبق حاصل کرتے ہیں یا نہیں؟

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس کردار کی روشنی میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے ہاں کوئی ایسی

تحریک ابھرنی چاہیئے جو تمام اغراض و مفادات و مصالح سے بلند و بے نیاز ہو کر صرف دین کی دعوت دے اس تحریک کے افراد کو ہر لحاظ سے بے لوث و بے غرض ہونا چاہیئے ان کے لئے اقتدار اسی طرح بہت چھوٹی اور بہت گھٹیا چیز ہونا چاہیئے جیسا کہ مجدد اعظم کے لئے تھا کہ انہوں نے شہنشاہیت کی پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا مگر شہنشاہیت کے دھارے کا رخ بدل کر اسلام کی طرف لے آئے ہمارے ہاں آج متحارب و محاذ آراء سیاسی جماعتیں اقتدار کے لئے بدترین قسم کی کشمکش و چپقلش کا شکار ہیں حد یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کا وجود تک برداشت کرنے کو تیار نہیں ماضی میں بعینہٖ یہی صورتحال درباری علماء اور امراء کی تھی اور اس کے نتیجہ میں کفر و شرک اور الحاد و ارتداد کی قوتیں اتنا زور پکڑ گئی تھیں کہ بالآخر اس خطہ میں خود مسلمانوں کا وجود خطرہ میں پڑ گیا تھا عین یہی حالات ہمیں آج درپیش ہیں علماء اور حکمران اپنے اپنے مفادات کے تعاقب میں سرپٹ بھاگے جا رہے ہیں اور دین کو اس کی اصلی و حقیقی روح کے ساتھ پیش کرنے والا کوئی نظر نہیں آرہا یہ ایسے حالات ہیں جن میں حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک کو ایک بار پھر ابھرنا چاہیئے جس طرح حضرت نے اپنے دور میں علماء امراء' حکام اور خود شہنشاہ کو راہ راست و راہ ہدایت پر لانے کے لئے نہایت دلآویز و دلنشیں انداز میں خطوط لکھے اسی انداز میں اور انہیں لائنوں پر کوششیں کرنی چاہئیں حضرت نے مغل اعظم کی شہنشاہیت کی جو مخالفت کی تھی اس سے بعض کوتاہ نظر افراد میں یہ غلط فہمی بھی ابھری تھی کہ حضرت خود اپنے لئے شہنشاہیت کے خواہاں ہیں چنانچہ اسی غلط فہمی میں بڑے خلوص دل سے حضرت کو ایسی پیش کشیں ہوئیں کہ آپ آئیں اور اقتدار سنبھالیں لیکن اقتدار تو بندہ مومن کا مطلوب و مقصود ہی نہیں تھا اس لئے اس سے انکار کرتے ہوئے واضح کر دیا کہ میری لڑائی اقتدار کے لئے نہیں دین کے لئے ہے اور دین کی سرفرازی و سربلندی سے یہ لڑائی ختم ہو جاتی ہے۔

پھر یہ کہ حضرت نے یہ دعوت بھی نہایت دلنشین انداز میں دی کسی پر کوئی طنز نہیں کی گئی کسی کا مذاق نہیں اڑایا بلکہ تہذیب و شائستگی کے دائروں میں رہتے ہوئے اسلام کی طرف بلایا گیا یہی وجہ تھی کہ بالآخر وہ شہنشاہیت کا رخ بدل ڈالنے میں کامیاب ہوئے اور ملا عبدالقادر بدایوانی کے بقول "مغل سلطنت کو بے دام خرید لیا" تو بے لگام گمراہ اقتدار کی مخالفت ضرور کیجئے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے گمراہ شہنشاہیت کی تھی لیکن یہ مخالفت اپنا اقتدار استوار کرنے کے لئے نہیں بلکہ دین کے قیام کے لئے تھی اور اس جدوجہد کا مزاج و کردار بھی سمجھانے اصلاح کرنے اور دین کی طرف واپس لے آنے کا تھا لڑنے اور کٹ مرنے کا نہیں جیسا کہ آج ہمارے یہاں ہو رہا ہے۔

بیشک آج ہمارے ہاں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی عظیم شخصیت موجود نہیں لیکن ان کی تعلیمات اور ان کا لائحہ عمل موجود ہے اور ان کی روشنی میں ان سے مستفید ہوتے ہوئے ہم ایک انقلاب آفرین تحریک یقیناً" برپا کر سکتے ہیں۔

مسلم قومیت کا داعی

اس میں کوئی کلام نہیں کہ تحریک پاکستان اس بغاوت کی وراثت ہے جو حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے شہنشاہ اکبر کے دین الٰہی کے خلاف کی تھی کیونکہ اکبر کے نئے دین کا مقصود ہندو مسلم ثقافت اور تہذیب کو ایک ہی سانچے میں ڈھال دینا تھا اکبر نے یہ نقطہ نظر صاف طور پر اپنے ان شاہی تقاضوں کے پیش نظر اپنایا تھا جن پر اکبر ہندوستان کی مخلوط ہندو مسلم آبادی میں اپنی حکومت کی بنیادیں استوار کرنا چاہتا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی دور رس نگاہ نے اس مسئلہ کو بالکل ہی مختلف تناظر میں دیکھا۔ انہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو اس طرح مسلط کرنے کے مذموم منصوبے میں لپٹی ہوئی اس سوچی سمجھی سازش کو بھانپ لیا تھا جس کا مقصد جنوبی ایشیاء میں اسلام کی تقدیر کو تہہ و بالا کرنا تھا۔ مسلمانوں کے تشخص کو اس بری طرح کچل کر رکھ دینے کا مقصد انہیں ہندومت میں ضم کر دینا تھا تاکہ ایک متحدہ ہندو قومیت وجود میں لائی جائے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے ہندوؤں سے بالکل الگ مسلمانوں کے علیحدہ تشخص پر اصرار کیا اور بادشاہ کی مخالفت میں آخری حد تک جانے سے بھی گریز نہ کیا جس کے نتیجے میں انہیں گوالیار کے قلعہ میں قید و بند کی آزمائش سے بھی گزرنا پڑا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین جو واضح خط امتیاز کھینچا تھا وہ 14 اگست 1947ء کو حضرت قائداعظم کی قیادت میں تشکیل پاکستان کی صورت میں متشکل ہوا اور اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ ہندو اور مسلمان کبھی ایک اکائی کی صورت اختیار نہیں کر سکتے پاکستان بننے کے پچاس سال بعد بھی یہ ٹھوس اور ناقابل تردید حقیقت دنیا کے سامنے ہے کہ کانگریس کا واحد مقصد متحدہ ہندو قومیت کو وجود میں لانا تھا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سے قائداعظم تک کی ساری جدوجہد کا منشا مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو منوانا تھا۔

ہم حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے دو مکاتیب کے چند اقتباسات سے ان کے مسلم قومیت کے تصور کو آپ کے سامنے واضح کرنا چاہتے ہیں' یہ خطوط اگرچہ آج سے چار سو سال قبل لکھے گئے تھے لیکن ان کی روح آج بھی پہلے دن کی طرح ترو تازہ ہے۔ حضرت کا وصال 28 صفر 1034ھ ہجری کو ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیادت پناہ شیخ فرید کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ اس چیز پر جو آپ کو عیب دار اور

داغ دار کرے آپ کا مددگار اور معاون رہے۔

میرے سیادت پناہ مکرم! آج اسلام بہت غریب ہو رہا ہے آج اس کی تقویت میں ایک جتیل کا صرف کرنا کروڑھا روپوں کے بدلے قبول کرتے ہیں۔ دیکھیں کون سے بہادر کو اس دولت عظمیٰ سے مشرف فرماتے ہیں۔ دین کی ترقی اور مذہب کی تقویت ہر وقت خواہ کسی سے وقوع میں آئے بہتر اور زیبا ہے لیکن اس وقت جبکہ اسلام غریب ہوتا جارہا ہے آپ جیسے جواں مرد سے نہایت ہی زیبا اور خوب ہے کیونکہ یہ دولت آپ جیسے بزرگوں کے خاندان کی خانہ زاد ہے۔ اس کا تعلق آپ سے ذاتی ہے۔ اور دوسروں سے عارضی حقیقت میں نبی علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اسی عظیم القدر امر کے حاصل کرنے میں ہے ۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا تم ایسے زمانہ میں موجود ہوئے ہو کہ اگر اوامر و نواہی میں سے دسویں حصہ کو ترک کرو تو ہلاک ہو جاؤ اور تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ اوامر و نواہی میں سے دسویں حصے کو بجالائیں گے تو خلاصی پائیں گے۔ اب یہ وقت وہی وقت ہے اور یہ لوگ وہی لوگ ہیں۔

پڑا میدان میں ہے گیند توفیق و سعادت کا
ہوا کیا ہے سواروں کو کوئی آگے نہیں بڑھتا

کافر لعین گوبند اور اس کی اولاد کا مارا جانا بہت خوب ہوا اور ہندو مردود کی شکست کا باعث ہوا خواہ کسی نیت سے اس کو قتل کیا ہو اور خواہ کسی غرض سے اس کو ہلاک کیا ہو۔ بہر حال کفار کی خواری اور اہل اسلام کی ترقی ہے۔

اس فقیر نے اس کافر کے قتل ہونے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ بادشاہ وقت نے شرک کے سر کی کھوپڑی کو توڑا ہے واقعی وہ بہت بت پرست اہل شرک کا رئیس اور اہل کفر کا امام تھا۔ خدلھم اللہ تعالیٰ ۔ باری تعالیٰ ان کو خوار کرے۔ دین و دنیا کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض دعاؤں میں اہل شرک کو اس عبارت میں لعنت و نفرین فرمائی ہے۔

اَللّٰھُمَّ شتت شملھم و فرق جمعھم و خرب بنیانھم و خُذھم اخذ عزیز مقتدر

یا اللہ تو ان کی جمعیت کو پراگندہ کر اور ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال اور ان کے گھروں کو ویران کر اور ان کو ایسا پکڑ جیسے غالب طاقت ور پکڑتا ہے۔

اسلام اور اہل اسلام کی عزت کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے۔ جزیہ سے مقصود کفار کی خواری اور ان کی اہانت ہے جس قدر اہل کفر کی عزت ہو اسی قدر اسلام کی ذلت ہے اس سررشتہ کو اچھی طرح پیش نگاہ رکھنا چاہیۓ۔ اکثر لوگوں نے اس سررشتہ کو گم کر دیا ہے۔ اور بد بختی سے دین کو برباد کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یا ایھاالنبی جاھدالکفار والمنافقین واغلظ علیھم

اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان کے ساتھ سختی سے معاملہ کر

کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا دین کی ضروریات میں سے ہے۔ کفر کی باقی رسمیں جو پہلے زمانے میں پیدا ہوئی تھیں اس وقت کہ بادشاہ اسلام کو اہل کفر کے ساتھ وہ توجہ نہیں رہی مسلمانوں کے دلوں پر بہت گراں اور بھاری معلوم ہوتی ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ بادشاہ اسلام کو ان بدمذہبوں کی رسموں اور برائی سے اطلاع بخشیں اور ان کو دور کرنے کی کوشش کریں شاید بادشاہ کو ان بقایا رسوم کی برائی کا علم نہ ہو۔ اگر وقت کے لحاظ سے مناسب سمجھیں تو بعض علمائے اہل اسلام کو اطلاع دیں تاکہ وہ آکر اہل کفر کی برائی ظاہر کریں کیونکہ احکام شرعی کی تبلیغ کے لئے خوارق وکرامات کا اظہار کرنا کچھ درکار نہیں۔ قیامت کے دن کوئی عذر نہ سنیں گے کہ تصرف کے بغیر احکام شرعی کی تبلیغ نہیں کی۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام تو بہترین موجودات ہیں جب احکام شرعی کی تبلیغ کرتے تھے اور امت کے لوگ معجزہ طلب کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ معجزات خدا کی طرف سے ہیں۔ ہم پر احکام بجالانا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس وقت شاید حق تعالیٰ ایسا امر ظاہر کردے جو ان لوگوں کے حق ہونے کے اعتقاد کا باعث ہوجائے بہرحال مسائل شرعیہ کی حقیقت سے آگاہ کرنا ضروری ہے جب تک یہ واقع نہ ہو اس امر کی ذمہ داری علماء اور بادشاہ کی بارگاہ کے مقربوں پر ہے۔ یہ کس قدر بڑی سعادت ہے۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے احکام کی تبلیغ میں کون سی تکلیفیں ہیں جو برداشت نہیں کیں اور کیسی کیسی مصیبتیں ہیں جو ان کو پیش نہیں آئیں۔ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بہتر و بزرگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ

اوذنی مثل مااوذنت

کسی نبی کو ایسی ایذا نہیں پہنچی جیسی کہ مجھے ایذا پہنچی ہے

عمر گزری پر نہ قصہ عشق کا پورا ہوا
رات آخر ہو گئی اب چھوڑتا ہوں ماجرا

صدر جہاں کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں

سلمکم اللہ سبحانہ وعافاکم

حق تعالیٰ آپ کو سلامتی وعافیت سے رکھے

احکام شرعیہ کے جاری ہونے اور مذہب مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں کی خواری کی

باتیں سن کر ماتم زدہ مسلمانوں کے دل کو خوشی اور روح کو تازگی حاصل ہوئی اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور یہ اس کا احسان ہے اور اللہ مالک و قدیر سے سوال ہے کہ اپنے نبی بشیر و نذیر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اس بڑے کام کو فروغ دے مجھے یقین ہے کہ اسلام کے مقتداء یعنی سادات عظام اور علماء کرام خلوت و جلوت میں اس دین متین کے فروغ اور اس صراط مستقیم کی تکمیل کے لئے کوشاں ہوں گے فقیر بے سرو سامان اس بارے میں کیا دم مارے ۔ اب سنا گیا ہے کہ بادشاہ اسلام اسلامی استعداد کی خوبی سے علمأ کا خواہاں ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا وہ علماء ہی کی کم بختی سے ظہور میں آیا تھا اس بارے میں امید ہے کہ پورا پورا تتبع مد نظر رکھ کر علمائے دین دار انتخاب کرنے میں پیش قدمی کریں گے۔ علمائے سو دین کے چور ہیں ان کا مقصود ہمہ تن یہ ہے کہ خلق کے نزدیک مرتبہ اور ریاست میں بزرگی حاصل ہو جائے العیاذ باللہ من فتنتہم اللہ تعالیٰ ان کے فتنہ سے بچائے ہاں ان میں سے جو بہتر ہیں وہ سب خلقت سے اچھے ہیں کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولیں گے اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔

شر الناس شرار العلماء و خیر الناس خیار العلماء سب لوگوں میں سے برے' برے عالم ہیں اور سب خلقت سے اچھے' اچھے عالم ہیں۔

صدر جہاں کی طرف ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اب جبکہ سلطنتوں میں انقلاب پڑ گیا ہے اور دشمنی اور فساد نے اہل مذہب کو بگاڑ دیا ہے اسلام کے پیشواؤں یعنی بڑے بڑے وزیروں' امیروں اور بزرگ عالموں پر لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت کو روشن شریعت کی ترقی میں لگائیں اور سب سے اول اسلام کے گرے ہوئے ارکان کو قائم کریں کیونکہ تاخیر میں خیریت ظاہر نہیں ہوتی اور غریبوں کے دل اس تاخیر سے نہایت بے قرار ہیں گزشتہ زمانہ کی سختیاں ابھی تک مسلمانوں کے دلوں میں برقرار ہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا تدارک نہ ہو سکے اور اسلام کی غربت اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ جب بادشاہ سنت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ترقی میں سرگرم نہ ہوں اور بادشاہ کے مقرب بھی' اس بارے میں اپنے آپ کو الگ رکھیں' اور چند روزہ زندگانی کو عزیز سمجھیں تو اہل اسلام بے چاروں پر زمانہ بہت ہی تنگ ہو جائے گا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

ہوا جو مجھ سے ہے گم گر سلیمان سے وہ گم ہوتا
سلیمان بھی' پری بھی' دیو بھی ہر ایک خوں روتا

اسلامی نشانوں میں سے ایک نشان اسلام شہروں میں قاضیوں کا مقرر کرنا ہے۔ جو گزشتہ زمانہ میں محو

ہوگیا تھا سرہند اہل اسلام کے بڑے شہروں میں سے ہے کئی سال سے کوئی قاضی نہیں۔ قاضی یوسف الدین کے باپ دادا جب سے سرہند آباد ہوا ہے قاضی ہوتے چلے آئے ہیں چنانچہ بادشاہوں کے اسناد بہت ان کے پاس ہیں اور اصلاح و تقویٰ سے بھی آراستہ ہیں اگر بہتر سمجھیں تو اس عظیم الشان کام کو سرہند میں قاضی یوسف الدین کے حوالے کردیں

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو شریعت حقہ کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

عقائد کی اصلاح کا کارنامہ

○ اے سعادت مند! ہم پر اور تم پر ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو کتاب و سنت کے مطابق اس طور پر کہ علماء اہل حق نے کتاب و سنت سے سمجھا اور اخذ کیا ہے صحیح کریں کیونکہ ہمارا تمہارا سمجھنا کہ اگر ان حضرات کی رائے کے مطابق نہ ہو تو قابل اعتبار نہیں اس لئے کہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل خیالات کی بنیاد قرآن و حدیث ہی پر رکھتا ہے اور وہیں سے ان کو اخذ کرتا ہے حالانکہ ان سے کوئی یقین حاصل نہیں ہوتا۔(مکتوب 158 دفتر اول)

○ مکلفین پر اولیں فرض یہ ہے کہ وہ حضرات اہل سنت وجماعت کی رائے کے مطابق اپنے عقائد درست کریں کیونکہ نجات اخروی انہی کے اتباع سے وابستہ ہے اور فرقہ ناجیہ وہی ہیں اور ان کے پیرو کیونکہ وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے طریقہ پر ہیں اور کتاب و سنت سے جو علوم مستفاد ہیں ان میں سے وہی معتبر ہیں جن کو ان بزرگوں نے وہاں سے سمجھا اور اخذ کیا ہے ورنہ ہر بدعتی اور ہر گمراہ اپنے عقائد فاسدہ کی بنیاد کتاب و سنت ہی پر رکھتا ہے پس قرآن و حدیث سے جو شخص جو معنی سمجھے وہ سب ہی معتبر نہیں ہیں۔(مکتوب 193 دفتر اول صفحہ 192)

○ خدا تم کو نیک ہدایت دے اور صراط مستقیم پر چلائے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ ضروریات طریق میں سے ایک اعتقاد صحیح بھی ہے جس کو علماء اہل سنت نے کتاب و سنت اور آثار سلف سے سمجھا ہو نیز قرآن و حدیث کو بھی انہی معانی پر محمول کرنا جو علماء اہل سنت نے سمجھے ہوں نیز ضروریات میں سے ہے اور اگر بالفرض کشف و الہام سے جمہور علماء کے خلاف کسی نص کے معانی معلوم ہوں تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ اس سے پناہ مانگنا چاہئے کیونکہ جمہور علماء کے آراء کے خلاف جو معانی سمجھے جائیں وہ مقام اعتبار سے قطعاً" ساقط ہیں اس لئے کہ ہر متبدع اور ہر گمراہ اپنے معتقدات کو بزعم خود قرآن و حدیث ہی سے نکالتا ہے اور یہ جو میں نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ علماء اہل حق ہی کے سمجھے ہوئے معانی معتبر ہیں اور ان کے خلاف کسی اور کے سمجھے ہوئے معتبر نہیں تو یہ اس واسطے کہ علماء اہل حق نے ان معانی کو صحابہ کرام اور سلف صالحین کے چشمہ فیوض سے حاصل کیا ہے اور انہی کے انوار سے استفاد فرمایا ہے لہٰذا نجات ابدی اور فلاح سرمدی انہی سے وابستہ ہے۔ وہی خدائی گروہ ہے اور خدائی گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔(مکتوب 286 صفحہ 373 دفتر اول)

اکبر کا دین الٰہی

علمائے سوء نے شہنشاہ اکبر کے ذہن میں یہ خیال راسخ کر دیا تھا کہ اسلام کی مدت ایک ہزار سال تھی اور وہ پوری ہوگئی ہے اس لئے اب اکبر ہزارہ ثانی میں اپنا دین چلا سکتا ہے۔

علمائے سوء نے اکبر کو اس وہم و گمان میں مبتلا کیا کہ اب وقت "صاحب زمان" کا آگیا ہے جو ہندو مسلم کے تفرقوں اور اختلافات کو مٹانے والا ہوگا اور وہ "صاحب زمان" خود شہنشاہ جلال الدین اکبر ہے۔

الحاد و ارتداد کی آخری منزل اسلام دشمنی ہوا کرتی ہے' چنانچہ اکبر اور اس کے پسندیدہ علماء نے جو نیا دین گھڑنا شروع کیا اس کے لئے یہ "فارمولا" وضع کیا گیا کہ تمام مذاہب سے ان کی "اچھی باتیں" نئے دین میں شامل کر لی جائیں لیکن اسلام سے کوئی چیز نہ لی جائے۔ اس فارمولا کی "روشنی" میں دوسرے تمام مذاہب و ادیان کا جائزہ لیا گیا اور نئے دین کے لئے ترجیح و عمل کا ذریعہ "عقل کا فیصلہ" قرار پایا چنانچہ نصاریٰ سے گھنٹہ بھی لیا جو گرجوں میں بجتا ہے اور باپ' بیٹا اور روح القدس کی تثلیث بھی --- ھون کی رسم جو پارسیوں سے پہلے ہندو راجوں کی بیٹیوں کے ذریعہ اکبری حرم میں موجود تھی' اس میں مسلسل روشنی رکھی جانے والی آگ کا اضافہ کر دیا گیا' اور بادشاہ خود علانیہ آتش پرستی کرنے لگا۔ بنیادی طور پر ہندو دھرم بادشاہ کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا' کیونکہ حرم میں داخل ہندو راجوں' مہاراجوں کی لڑکیوں کو بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل حاصل تھا۔

اکبر نے ایک برہمن برہم داس کو ملک الشعراء کا خطاب دے رکھا تھا یہی برہمن بیربر یا بیربل (بہادر) کے نام سے مشہور ہوا' وہ بادشاہ کے مزاج میں دخیل تھا۔ اور اکبر و بیربر کے تعلقات کا چرچا پورے ہندوستان کے گلی کوچوں میں ہوتا تھا۔

دین الٰہی کے تحت ہونے والی عبادت میں بجائے توحید کے شرک صریح آگیا آفتاب کی عبادت دن رات کے چوبیس گھنٹے میں چار بار لازمی قرار پائی۔ سورج کے ایک ہزار ایک ہندی ناموں کو "دین الٰہی" کا وظیفہ ٹھہرایا گیا۔ بادشاہ پیشانی پر قشقہ بھی لگاتا اور جسم پر جینیو' بھی پہنتا تھا۔ آگ کے ساتھ ساتھ پانی' درخت اور تمام مظاہر قدرت قابل پرستش ٹھہرے' گائے اور گائے کے گوبر کی پوجا بھی ہونے لگی کہ ہندو دھرم میں گاؤ ماتا کا پیشاب بھی پوتر (پاک) سمجھا جاتا ہے' ہندوؤں نے بادشاہ کو یہ بھی باور کرا دیا تھا کہ مور کی صورت میں خود بھگوان جلوہ گر ہے اور بھگوان مور میں حلول کر گیا ہے۔

بادشاہ کو خود اپنی روح کے کامل ہونے کا بھی یقین تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ مرنے کے بعد اس کی روح

اپنے جیسے کسی دوسرے بادشاہ کے جسم میں حلول کر جائے گی۔ تناسخ پر اسے اندھا یقین تھا' اس کے باوجود اس نے اپنے دین کا نام ؟ دین الٰہی یا توحید الٰہی رکھا تھا جس کا کلمہ تھا۔

لا الہ اللہ اکبر خلیفتہ اللہ

لوگوں کو یہ کلمہ پڑھنے پر مجبور کیا جاتا' اور انہیں یہ معاہدہ بھی کرنا پڑتا تھا کہ میں دین اسلام سے علیٰحدگی اختیار کرتا ہوں اور اکبر شاہی دین میں داخل ہوتا ہوں سرکاری خط و کتابت کا سرنامہ ''اللہ اکبر مقرر ہوا' اور ''السلام علیکم'' ''وعلیکم السلام'' کی بجائے ''اللہ اکبر'' اور جواب میں جلّ جلالہ' قرار دیا' اس میں خصوصی رمزیہ تھی کہ اللہ۔ اکبر ہے اور جلالہٗ سے مراد'' جلال الدین'' ہے اس طرح خطوط کے سرنامہ اور سلام کے ذریعہ سے بادشاہ کا اپنا نام جلال الدین اکبر' مکمل ہو جاتا تھا۔

اس دین کے پیرو کاروں کے لئے بادشاہ کی عبادت بھی دین کے اہم ارکان میں شامل تھی۔ بادشاہ محل کے جھروکہ میں آتا تو باہر منتظر پیرو کار فوراً'' سجدہ میں گر جاتے تھے' جب کہ خود بادشاہ سلامت ذرے سے لے کر آفتاب تک' سب کے پجاری تھے' اور پیرو کار خود اس پجاری کے پجاری ---- بادشاہ کے لئے سجدے کا نام زمین بوس تھا' اور ملا تاج العارفین نے بادشاہ کے لئے اس سجدے کو بالکل جائز قرار دیا تھا' اور پھر عوام ہی نہیں بلکہ خواص' امراء اور علماء بھی اس سجدہ کے پابند اور اس مشرکانہ فعل میں شریک ہوتے تھے۔

لطف یہ کہ بادشاہ اور اس کے حواری علماء نے سود اور قمار بازی کو بھی جائز و حلال کر دیا تھا۔ خود اکبری دربار میں قمار خانہ' بنایا گیا تھا اور جواریوں کو شاہی خزانہ سے سود پر رقم قرض ملنے کی سہولت تھی۔

شراب بھی حلال' کر دی گئی تھی' طبی طور پر جسم کی اصلاح کے لئے اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں تھا' البتہ شراب پی کر شور و غل مچانا ممنوع تھا' اس لحاظ سے یہ دین' انگریز کے ایکسائز ایکٹ کے مطابق تھا' جسے پاکستان میں جوں کا توں اپنایا گیا اکبری دور کے علماء' صلحاء' قاضی' مفتی اور صوفی سب پیتے تھے۔ شیر اور بھیڑیئے کا گوشت اس دلیل کے ساتھ حلال' قرار دیا گیا کہ ان دونوں خونخوار جانوروں کا گوشت کھانے سے انسان میں بہادری کا جوہر پیدا ہوتا ہے' لیکن گائے کا گوشت ممنوع تھا کہ وہ تو ماتا (ماں) تھی' اس کا تو پیشاب بھی پوتر (پاک) تھا حالانکہ دنیا کے کسی بھی مذہب نے کبھی کسی بھی ماں کے پیشاب کو پاک یا پوتر قرار نہیں دیا یہ صرف ہندو دھرم ہے جس میں اس ماتا' کا پیشاب پاک ہے' ممکن ہے کہ اس وہم و گمان کی بنیاد ہندوستان کی زرعی معیشت ہوگی جس میں گائے بیل کو بڑی اہمیت حاصل ہے' لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ بیل کو ''پتا'' یعنی باپ کیوں نہیں کہا جاتا۔ کہ اس ''پتا'' کے بغیر گائے دودھ

دینے کے قابل ہی نہیں ہوتی؟

اسی طرح اکبر شاہی دین کے دوران ہندوستان میں جانور ذبح تو ہوتے تھے لیکن ذبح کرنے والے (قصاب) کے ساتھ کھانا کھانا سخت جرم تھا اور اس کی پاداش میں کھانے والے کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ ذبح کرنے والے کی بیوی بھی اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے تو سزا کی مستوجب تھی۔

کوئی ہندو عورت اگر کسی مسلمان سے شادی کرے تو اسے جبراً" مسلمان شوہر سے چھین کر اس کے گھر والوں کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔

داڑھی کی توہین

اکبر داڑھیوں کا دشمن تھا۔ دین الٰہی میں سب سے زیادہ زور داڑھی منڈوانے پر دیا گیا ہے ابتدا میں اکبر کے ذہن کو راجوں مہاراجوں کی بیٹیوں نے داڑھی کے خلاف اکسایا تھا۔ پھر یہ عالم ہوا کہ نہ صرف بادشاہ نے اپنی داڑھی کا صفایا کیا بلکہ اس کے تمام علماء و فضلاء نے بھی اپنی داڑھیوں کے نذرانے' بادشاہ کے حضور پیش کر دیئے تاکہ ان کی نوکریاں محفوظ رہیں' دولت ملتی رہے اور حاکم کا قرب ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ منہ سے داڑھی جاتی ہے تو جائے کہ داڑھی سے ان کا کوئی روزگار تو وابستہ نہیں تھا۔

اکبر نے اپنے دین کے ذریعہ خاندانی منصوبہ بندی کو بھی فروغ دینے کی کوشش کی تھی جدید حکومتیں تو آج بڑھتی ہوئی آبادی کو گھٹانے کے لئے خاندانی منصوبہ بندی کی ترویج پر متوجہ ہوئی ہیں لیکن اکبر نے سینکڑوں سال پہلے یہ حکم دیا تھا کہ سولہ سال سے کم عمر کے کسی لڑکے اور چودہ سال سے کم عمر کی کسی لڑکی کی شادی خلاف قانون ہو گی۔ یہ نکاح ناجائز" قرار دینے کے لئے یہ دلیل دی گئی کہ اس عمر سے پہلے شادی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے لاغر کمزور ہوتے ہیں' مزید یہ کہ عام آدمی صرف ایک عورت سے نکاح کر سکتا تھا جب کہ بادشاہ کا اپنا حرم دوشیزاؤں سے بھرا پڑا تھا۔

شادی کے خواہاں لڑکے لڑکی کو کوتوالی میں اپنا معائنہ بھی کرانا ہوتا تھا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان کی عمریں قابل شادی ہیں یا نہیں؟ اس پابندی سے کوتوال شہر اور پولیس کی چاندی ہو گئی۔

کوئی ایسی عورت جس کے ایام بند ہوں وہ بھی شادی نہیں کر سکتی تھی' مرد سے بارہ سال بڑی عورت اس مرد سے ہم بستری نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن قانوناً" زنا پر کوئی پابندی نہیں تھی' عصمت فروشی بھی جائز و حلال تھی' بلکہ بدکاری کے اس کاروبار کو منظم شکل دینے کے لئے تمام بڑے بڑے شہروں میں "شیطان پورہ" کے نام سے طوائفوں کی الگ بستیاں تعمیر کی گئی تھیں۔ وہاں محافظ' خریداروں کو ان

سرکاری اہلکاروں کے پاس اپنے نام و نسب لکھانا ہوتے تھے ' پھر ان کے تعاون سے وہ جو چاہیں کر سکتے تھے
۔

لڑکوں کے ختنہ کے سلسلہ میں یہ پابندی عائد کی گئی تھی کہ بارہ سال کی عمر تک کسی لڑکے کا ختنہ نہیں ہو سکتا۔ اور پھر اس عمر کے بعد بھی لڑکے کی مرضی ہے کہ وہ ختنہ کرائے یا نہ کرائے ' یہ پابندی ہندوؤں کے رسم و رواج سے مطابقت رکھتی تھی کہ وہ ختنہ نہیں کراتے۔

میت کے بارے میں حکم ہوا کہ اس کی ٹانگیں مغرب کی طرف اور سر مشرق کی طرف رکھا جائے ' خیال رہے کہ مغرب کی سمت کعبہ ہے جب کہ بادشاہ کا دستور تھا کہ وہ ٹانگیں مغرب کی طرف کر کے سویا کرتا تھا۔

اکبر نے اسلام کے عین برعکس مردوں کے لئے ریشم پہننے اور سونے کے زیورات سے خود کو آراستہ کرنے کو جائز قرار دے دیا تھا پھر یہ کہ سور اور کتا نہایت پاک جانور قرار دیئے گئے شاہی محل کے نیچے سور اور کتے رکھے جاتے تھے اور لوگ دور دور سے انہیں دیکھنے آتے تھے۔ اکبر اپنے سفر میں بھی کتوں کو ساتھ رکھتا تھا۔ اور انہیں کے ساتھ کھانا بھی کھا لیتا تھا۔

اکبر شاہی دین کی اصلیت یا روح یہ تھی کہ وہ اسلامی اور اسلامی احکام کے سوا اور کسی مذہب کے کسی جز کو کبھی رد نہیں کرتا تھا۔ گویا آفت صرف اسلام پر ٹوٹی تھی۔

اصلاً" اسلام کی ضد اور اس کی مخالفت میں کوئی حکم خواہ کسی مذہب کا ہوتا بادشاہ اسے نص قاطع اور قطعی دلیل خیال کرتا تھا ' بنیادی طور پر اس کی دشمنی صرف اسلام سے تھی اسے مسلمانوں کی تمام باتیں نامعقول اور غریب عربوں کی گھڑی ہوئی لگتی تھیں۔ "غریب عرب" اس لئے کہ اکبر کے زمانہ تک عرب ممالک میں تیل دریافت نہیں ہوا تھا۔

اکبر نے اپنی مذہبی سلسلہ تحقیقات سے بھی اسلام کا نام کاٹ دیا تھا ' آخر میں اس کا صرف یہ طریقہ ہو گیا کہ جس مذہب کی جو چیز اسے پسند آ جاتی اسے اپنا لیتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ چھ سال بعد علی الاعلان اسلام کا نام لینے والا بھی کوئی نہ رہا ' مسلمان چوری چھپے اپنے مذہب پر عمل کرتے --- یہ ہے اکبر کے مساوات مذاہب کے دعویٰ کی اصلیت و حقیقت --- وہ بظاہر رواداری اور انصاف کا بھی علمبردار تھا لیکن رواداری اور انصاف مسلمانوں کے لئے کبھی حرکت میں نہ آئے ' حد یہ ہے کہ بادشاہ جب کسی دوسرے کو اپنے اعتقادات کے حق میں نہیں پاتا تھا تو اسے کشتنی اور گمراہ قرار دیتا تھا ' اور اس کا نام " فقیہہ " ؟ رکھ دیتا تھا ' اس طرح وہ مسلمان فقیہہ کا مضحکہ اڑاتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اکبر کے دور میں ان گنت مسجدیں ڈھائی گئیں اور ان کی جگہ مندر بنائے گئے۔!

یہ ہے حالات کا وہ پس منظر جس میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا ظہور ہوا' انہوں نے پوری طاقت سے اکبری نظریات کی مخالفت کی' وہ جہانگیر سے بھی نبرد آزما رہے کہ وہ بھی ابتدا میں ایسے ہی خیالات رکھتا تھا بلکہ اس نے تو جبرا" حضرت سے بھی سجدہ کرانا چاہا تھا لیکن مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے سجدہ کرنے کی بجائے قید و بند کو قبول کر لیا اور گوالیار کے قلعہ میں نظربند کر دیئے گئے ---!

دین الٰہی علمائے سوء کے کرتوتوں کا رد عمل

یہ حقیقت قطعی واضح اور تاریخی طور پر مسلمہ ہے کہ علماء اپنے اصل کردار' تبلیغ و فروغ کو چھوڑ کر حکومت و دولت کی حرص میں مبتلا ہوں اور اموال کے تعاقب میں دین و عقبیٰ کو فراموش کر دیں تو اس عمل سے بے شک ان علمائے سوٗ کی دنیاوی زندگی میں چند مادی سہولتیں اور آسائشیں پیدا ہو جاتیں علماء کے اس کردار سے اسلام کو سخت نقصان پہنچا ہے - حتیٰ کہ سوچنے سمجھنے والے انسان بسا اوقات دین کے بارے میں شک کے شکار ہو جاتے ہیں -

مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر انہی علماء سوٗ کے کردار سے بیزار ہو کر اسلام سے ہٹتا چلا گیا اور بالآخر دین الٰہی' گھڑ لیا تھا چنانچہ اکبر اور پھر جہانگیر کے دور حکومت میں اسلام پر جو قیامت ٹوٹی اس کا آج شائد تصور بھی نہیں کیا جا سکتا' حقیقتاً" ان دونوں نام نہاد مسلمان بادشاہوں نے (اکبر نے اپنے پورے دور میں اور جہانگیر نے ابتدائی عہد میں) محض علماء سے نفرت و بیزاری کے باعث اسلام کو مشتبہ اور مسلمانوں کو تباہ کیا - ماضی کے اس دور پر محض ایک سرسری نظر ڈالنے سے بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ علمائے سوٗ کی فطرت کیا ہے ؟ وہ صرف دولت کے خواہاں اور بادشاہ (اقتدار) کے قرب کے طلبگار تھے اور یہی ان کی کل اوقات تھی -

جلال الدین اکبر اپنی ابتدائی زندگی میں اسلامی عبادات و عقائد کا سختی سے پابند تھا' نماز کے سلسلہ میں وہ سفر و حضر میں بھی جماعت ترک نہیں کرتا تھا' سفر میں ایک خاص خیمہ صرف نماز کے لئے مخصوص ہوتا تھا' شیخ عبدالنبی جو اکبر کے ابتدائی عہد حکومت میں "صدر جہاں" کے عہدہ پر فائز تھا' اکبر ان کی انتہائی تعظیم بجالاتا تھا' اور علم حدیث سننے اور جاننے کے لئے شہنشاہ خود ان کے گھر جاتا تھا اور کئی دفعہ اکبر نے جوتیاں بھی شیخ کے آگے سیدھی کر کے رکھیں -

علماء اور صلحاء کی محبت اکبر کو اتنی محبوب و مرغوب تھی کہ شیخ سلیم چشتی کے قرب میں رہنے کے لئے اس نے فتح پور کو ہی دارالسلطنت بنا لیا' بادشاہ مدتوں تک پا پیادہ اجمیر شریف زیارت کے لئے جاتا رہا اس نے اپنے مراقبہ کے لئے ایک عمارت بھی تعمیر کرائی تھی' جمعہ کے روز نماز کے بعد اسی عمارت میں علماء کے اجتماعات ہوتے تھے' اور اکبر کی یہ پوری رات علماء و مشائخ کی صحبت میں گزرتی تھی اس مجلس

میں آنے والے ہر عالم و شیخ کی "معقول خدمت" بھی کی جاتی تھی اس کے نتیجہ میں دولت کے متلاشی علماء و مشائخ کی خاصی بڑی جماعت جمع ہو گئی' اس دور کے ایک مورخ کے مطابق بحث مباحثے اور مناظرے کرنے والے علماء کی تعداد سو سے زیادہ ہوتی تھی اتنی بڑی تعداد میں جمع ہونے والے علماء سوء آپس میں بھی لڑنے جھگڑنے لگے ان کا پہلا جھگڑا نشست گاہوں پر ہوا' ان میں سے ہر ایک بادشاہ کے قرب کا خواہاں تھا' اکبر نے پہلی بار تو ان کے اس جھگڑے کو نظرانداز کیا اس کے باوجود غیر شعوری طور پر اکبر کے دل میں ان علماء کا احترام کم ہو گیا جو محض شاہی قرب کے لئے لڑتے جھگڑتے اور ایک دوسرے کی نفی و تردید کرتے تھے بعد ازاں ان کے یہ لڑائی جھگڑے اس حد تک بڑھے کہ وہ ایک دوسرے پر کفر و شرک کے فتوے لگانے اور ایک دوسرے کو گمراہ قرار دینے لگے شاہی محفل میں بولتے ہوئے ان لوگوں کے گلوں کی رگیں پھول جاتیں' اور بہت شور بپا ہوتا تھا' یہ ہلڑ بازی بادشاہ کو سخت ناگوار گزری چنانچہ اس محفل کے منتظم ملا عبدالقادر بدایونی کو حکم دیا کہ آئندہ کسی نامعقول کو اس محفل یا دربار میں نہ آنے دیا جائے یہ پہلی خفت تھی جو اکبر کے ہاتھوں اس جماعت علماء کو اٹھانا پڑی ایک ہی چیز کو کوئی عالم حرام کہتا تھا اور کوئی حلال ---- اس رویہ نے خود بادشاہ کو شک و شبہ میں ڈال دیا ---- ملا عبداللہ سلطانپوری نے صرف اس لئے کہ اسے فریضہ حج پر نہ جانا پڑے' حج کے اسقاط کا فتویٰ دے ڈالا وہ مخدوم الملک' کے عہدہ پر فائز تھا' زکوٰۃ کی تقسیم میں بھی حیلے بہانے ہونے لگے پھر جب اس کا انتقال ہوا تو بادشاہ کے حکم سے ان کے مکان واقع لاہور کا جائزہ لیا گیا تو اس مکان سے اتنے خزانے ظاہر ہوئے کہ خود بادشاہ بھی دنگ رہ گیا مرحوم نے اپنے مکان کے ساتھ ہی ایک گورخانہ یا قبرستان بنا رکھا تھا اس کی تلاشی کے لئے قبریں کھودی گئیں تو ان قبروں سے سونے کی اینٹوں سے بھرے ہوئے صندوق برآمد ہوئے ان صندوقوں کو تابوت ظاہر کیا جاتا اور مردوں کے بہانے انہیں دفن کر دیا جاتا تھا۔

ملا عبدالنبی' جن کا بادشاہ بہت احترام کرتا تھا اور جوتے سیدھے کرتا تھا ان کے ادنیٰ ملازم بھی شاہی کاموں کے لئے لوگوں سے بڑی بڑی رشوتیں لینے لگے تھے --- مخدوم الملک اور ملا عبدالنبی میں رقیبانہ کشمکش بھی تھی چنانچہ دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف رسالے لکھے ایک صاحب فرماتے کہ چونکہ فلاں کو بواسیر ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے دوسرا کہتا کہ وہ تو اپنے باپ کا عاق کردہ بیٹا ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔

ان ہنگاموں سے شاہی کیمپ صبح و شام گونجتا تھا اکبر تو ان علماء کو غزالی و رازی سے بھی بہتر سمجھتا تھا لیکن ان کا چھچھورا پن اور گھٹیا حرکتیں بادشاہ کے مشاہدہ میں آئیں تو ان پر قیاس کرتے ہوئے وہ دوسروں سے بھی متنفر ہو گیا اور یہ کوئی غیر فطری اور غیر منطقی رویہ نہیں تھا جب ان لوگوں کے گھروں اور

قبرستانوں سے سونے کی اینٹیں بر آمد ہوئیں تو پھر ماضی کے غزالیوں اور رازیوں کے بارے میں کیا خیال کیا جا سکتا ہے؟

اس طرح کے مشائخ بھی تھے جو اکبر کے سامنے جھوٹے دعوے کرتے کبھی کہتے کہ آپ کے حرم کی حاملہ کے ہاں لڑکا پیدا ہو گا اور لڑکی پیدا ہوتی ایسے ہی ایک بڑے باکرامت ہونے کے دعویدار بزرگ لاہور سے اکبری دربار میں پہنچے اکبر نے ان کے دعووں کا امتحان لیا تو وہ سب جھوٹ ثابت ہوئے اس پر اس "صاحب کرامت" نے تسلیم کر لیا کہ پیٹ کی مجبوری سے یہ فریب کاری اختیار کی ہے۔

علماء کے اختلافات اس نوبت تک پہنچے ہوئے تھے کہ ایک ہی فعل ایک عالم کے نزدیک حرام تھا اور دوسرے کے نزدیک حلال ---ان باتوں نے رفتہ رفتہ بادشاہ پر یہ اثر کیا کہ وہ دین سے ہی انکار کر گیا۔ ملا مبارک اور ان کے شہرہ آفاق صاحبزادے ابوالفضل اور فیضی بھی بڑے عالم فاضل لوگ تھے فیضی نے قرآن پاک کی بے نقطہ تفسیر "سواطع الالہام" بھی لکھی (کہا جاتا ہے کہ اس تفسیر کے لکھنے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی مدد بھی فیضی کو حاصل رہی) لیکن ابوالفضل اور فیضی ہی وہ عالم تھے جو اکبر کی گمراہی کا سب سے بڑا سبب بنے ان کے والد ملا مبارک خود بڑے پایہ کے عالم تھے معقولات و فقہ و اصول ان کا سرمایہ تھے' وہ الہ آباد پہنچے تو معلوم ہوا کہ ساحلی شہروں میں دین کا بڑا چرچا ہے احمد آباد میں انہیں اپنے علمی تجربے کے اظہار کا موقع ملا لیکن ان کے دماغ میں فطرتاً" شورش پسندی تھی مذاہب اربعہ اور ان کے اختلافات سے واقف ہونے کے بعد وہ غیر مقلد ہو گئے تھے پھر شیراز کے ایک فلسفی کے حلقہ میں بھی شامل ہوئے اس پر طرہ یہ کہ تصوف میں بھی دخل رکھتے تھے۔ ان پر کئی بار مہدویت اور شیعیت کے الزامات بھی لگے ان کے خلاف دوسرے مولویوں نے سخت حملے کئے لیکن ان کا جواب دینے کی بجائے ملا مبارک کو علم کے غرور نے ایک خطرناک اقدام پر آمادہ کیا اور وہ ملک کی سیاست میں داخل ہو گئے۔

چنانچہ خلاف عادت اپنے درس و ارشاد کے حلقہ سے نکل کھڑے ہوئے دونوں بیٹے ان کے ہمراہ تھے علم کا گھرانا تھا' چنانچہ اکبر کے دربار میں بلند مرتبہ ہونے میں کوئی دیر نہ لگی علماء نے انہیں اور ان کے خاندان کو ستایا تھا علماء کی وجہ سے اس عالم کو دربدر مارے مارے پھرنا پڑا تھا۔ چنانچہ اس کا بدلہ بھی اس نے علماء سے لیا اور ان تینوں باپ بیٹوں نے اہل سنت کے علماء کو ہی نہیں بالآخر اسلام کو اپنا ہدف بنا لیا۔ اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

سچ پوچھئے تو ابوالفضل اور فیضی جیسے علمائے سُو کا پیدا کردہ ہی فتنہ تھا جس نے بالآخر دین الٰہی کو جنم دیا اور شخصی اختلاف بتدریج قومی مذہبی خطرہ بن گیا اس طرح خود دین کے معماروں کے ہاتھوں دین کی بنیاد تباہ ہونے لگی اور آخر کار اکبر دین الٰہی تک ہی نہیں پہنچا بلکہ جس شیخ عبدالنبی کے وہ جوتے سیدھے

کرنے میں فخر محسوس کرتا تھا اسی کو بھرے دربار میں تھپڑ دے مارا۔

یہ علمائے سو تھے جنہوں نے "سلطان وقت" کو مجتہد سے بلند تر درجہ دیا اور بادشاہ کو "سب سے زیادہ عدل والے' عقل والے اور علم والے" قرار دیا چنانچہ اکبر پہلے تو اجتہاد' کے درجہ پر پہنچا اور پھر وہ علماء و آئمہ کی اعلانیہ توہین و تحقیر کرنے لگا' یوں دربار اکبری سے دین کا بھرم اٹھتا گیا اور حرم میں ہندو عورتوں کی وجہ سے دھرم چھاتا چلا گیا لوگ تمسخر اور ٹھٹھے کے ساتھ دین حق کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے لگے --- بادشاہ یہ اصرار بھی کرنے لگا کہ قرآن پاک خلق ہے اور وحی محال ہے (وحی محال شائد اس لئے ہوئی کہ جھوٹے دین کے اس جعلی موجد پر خود کوئی وحی نہیں اتری تھی) بادشاہ معجزات و کرامات کا بھی منکر ہو گیا اس نے یہ عقیدہ اپنایا کہ بدن فنا ہو جاتا ہے جب کہ روح کے لئے عذاب و ثواب امر محال ہے اس کے باوجود وہ ہندوؤں کے عمل تناسخ کے ذریعہ عذاب و ثواب کا قائل رہا کہ روح کسی دوسرے قالب میں آتی رہتی ہے اور اعمال کی سزا پاتی ہے اس پس منظر میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے بجا طور پر لکھا ہے کہ "علمائے سو اور مشائخ نے شیطان کو چھٹی دے کر خود اس کا کام سنبھال لیا ہے"

مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ لوگوں نے ابلیس ملعون کو دیکھا کہ بیکار و نچنت بیٹھا ہے اس سے اس بے فکری کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ میرا سارا کام علما نے سنبھال لیا ہے' دنیا کو گمراہ کرنے کے لئے وہی کافی ہیں۔ اور ایک اور مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

انہی علماء میں سے بعض نے حرص کی بدبختی میں مبتلا ہو کر بادشاہوں اور امیروں کا تقرب حاصل کیا اور اس مقصد کے حصول کے لئے خوشامد' چاپلوسی کے طریقے اختیار کئے۔

ماضی میں امت پر جو بلائیں آئیں وہ اسی جماعت علماء کی بدبختی اور نحوست کی راہ سے آئیں بادشاہوں کو یہی لوگ راہ راست سے ہٹا کر گمراہ کرتے رہے انہیں علمائے سوء کے باعث لوگوں نے گمراہی کے راستوں کو اپنایا علماء کے سوا کم لوگ ہیں جو ان جیسے گمراہ ہوں اور ان کی گمراہی سے دوسرے بھی متاثر ہوں --- اسی طرح اس زمانہ کے صوفی نما جہلا بھی علمائے سوء کے زمرہ میں آتے ہیں کہ ان کا فساد بھی متعدی ہے" اکبر کے دور میں بعض علماء سے فقہ حنفی کی رو سے متعہ کے جواز کا فتویٰ بھی صادر کرایا گیا' بعض مورخین کے نزدیک اکبر کے الحاد و ارتداد کا نقطہ آغاز یہی فتویٰ تھا' بعض مولویوں نے کہا کہ مجتہدین کی رائے میں چار نہیں نو بیویاں اور بعض اس سے بھی زیادہ بیویوں کے قائل ہیں' حد یہ کہ بغیر نکاح و متعہ کے بھی بدکاری کی اجازت ہے اکبر نے شائد اسی لئے شہر شہر میں "شیطان پورے" تعمیر کرائے جہاں کھلے عام عصمت فروشی ہوتی تھی

وحدت الوجود سے
وحدت الشہود تک

اسلامی فکر و فلسفہ اور تصوف کے مسائل میں ابن عربی کو بہت عظیم و منفرد مقام حاصل ہے۔ وحدت الوجود کے جس نظریہ کے تحت ابن عربی نے اپنے خیالات پیش کئے ان کی عظمت و رفعت اور گہرائی و گیرائی سے انکار ممکن ہی نہیں چنانچہ دنیائے اسلام کا کوئی بھی مسلم فلسفی یا مفکر ابن عربی کو چیلنج کرنا تو درکنار' اس سے اختلاف کی جسارت بھی نہیں کر سکا۔ اور محسوس یہی ہوتا ہے کہ ابن عربی سے اختلاف کی کوئی گنجائش ہے ہی نہیں۔

"وحدت الوجود' یا ہمہ اوست" کے اس فکر و فلسفہ کے تحت جو کچھ ہے سب خدا ہے' خدا کے سوا کوئی دوسری چیز محض فریب ہے۔ واہمہ ہے' گمان ہے اس لئے اصلاً" وہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی بقول غالب

ہاں کھائیو مت فریب ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے' نہیں ہے

اور...... ہم انجمن سمجھتے ہیں' خلوت ہی کیوں نہ ہو۔

اس پہلو سے اور اس فکر و فلسفہ کے تحت انسان اور اس کی زندگی ایک معمہ سا بن کر رہ جاتی ہے۔

اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کیا ہے کوئی خواب ہے دیوانے کا

یہ انوکھی اور پیچیدہ کیفیت جب مذہب سے رجوع کرتی ہے تو اپنے وجود کی نفی کا اعتراف و اعلان کرتی اور اپنے آپ کو اس بحر زخار میں گم کر دیتی ہے جسے ہم خدا کہتے ہیں اور جو حق ہے' سچ ہے' حقیقت ہے' جب کہ یہ سارے الفاظ "حق' سچ اور حقیقت" دنیاوی یا مادی لحاظ سے کوئی شکل' کوئی صورت اور کوئی جسم نہیں رکھتے' اور یہی باری تعالیٰ کی صفت و خصوصیت ہے کہ وہ واحد و یکتا ہے' اور کوئی اس کے مثل و مانند نہیں۔

بہت سے مسلم صوفیائے کرام' اسی فکر و فلسفہ کے تابع' لا الہ' تک پہنچے اور پھر انہوں نے ہر "لا الہ" کو ہی "لا" نہیں کیا بلکہ خود اپنی بھی نفی کر ڈالی اور ابن عربی کے مطابق الا اللہ' میں اپنی ہستی کو بھی ضم کر ڈالا۔

ابن عربی نے بلاشبہ دنیائے اسلام کے تمام مفکروں' فلسفیوں' دانشوروں اور صوفیوں کو متاثر کیا' اور وہ ابن عربی کے وحدت الوجود یا ہمہ اوست' کو اپنے اپنے انداز اور ڈھب کے ساتھ آگے بڑھاتے چلے

گئے۔ ابن عربی کے اس تصور کی سچائی کے ساتھ ساتھ اس کا ایک ضرر رساں پہلو یہ تھا کہ اس سے عام مسلمان گمراہی میں پڑتے تھے' اور وہ منصور کے نعرہ "انا الحق" (میں خدا ہوں) کے بھرم میں آکر عذاب و ثواب اور سزا و جزا سے بالاتر ہو جاتے تھے کہ جب سب کچھ خدا ہی ہے تو پھر یہ عذاب و ثواب یا سزا و جزا چہ معنی؟ اگر وہی قادر مطلق ہے تو ہم اپنے اعمال کے لئے ذمہ دار کیوں؟ سب کچھ تو وہ خود کرتا ہے ہم کوئی بدی اس کی رضا و منشا کے بغیر کب کرتے یا کر سکتے ہیں؟

نا حق ہم مجبوروں پر تہمت ہے مختاری کی
جو چاہے سو آپ کرے ہے ہم کو عبث بدنام کیا

یا پھر بقول اقبال

روز حساب جب مرا پیش ہو دفتر عمل
آپ بھی شرمسار ہو مجھ کو بھی شرمسار کر

بہرحال "وحدت الوجود" کے اس تصور سے' جو کثرت میں وحدت کا مشاہدہ ہے عام و سادہ لوح مسلمان کجروی و گمراہی کا شکار ہو سکتے یا ہوتے تھے۔ لیکن اس فکر کا کوئی جواب کہیں نہیں تھا۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کرے گا اور اپنے بندوں سے تجدید دین کا کام لیتا رہے گا۔ اس خدائی وعدہ کے عین حرف بحرف اس امت میں' ہر صدی میں مجدد دین آتے رہے۔ اور اللہ کے دین کو دنیاوی آلائشوں سے پاک کرتے رہے۔

پھر اسلام کے ہزارہ دوم میں وہ مجدد اعظم آئے جنہیں حضرت شیخ احمد سرہندی اور عرف عام میں حضرت مجدد الف ثانی (ہزارہ دوم کے مجدد) کہا جاتا ہے تشریف لائے انہوں نے وحدت الوجود' کے نظریہ کو "وحدت الشہود" میں ڈھالا اور ہمہ اوست' کو "ہمہ ازاوست" قرار دیا' اس کے تحت کائنات میں جو کچھ ہے وہ سب قادر مطلق نہیں ہے بلکہ وہ سب تو مظاہر قدرت ہیں اور اس قادر مطلق کی بے پناہ قدرتوں کا ایک ادنیٰ و معمولی سا اظہار..... اس نئے فکر و فلسفہ نے یا ہمہ ازاوست' یعنی سب کچھ اس خدا کی طرف سے ہے' کے تصور نے عام مسلمانوں کو کجروی سے بچایا۔ اور دین بھی تاریکیوں میں گم ہونے سے محفوظ ہو گیا۔ اس طرز فکر و نظر نے پورے عالم اسلام پر گہرے اثرات مرتب کئے حتیٰ کہ اس نظریہ کی شاخیں سلسلہ خالدیہ' کے نام سے عراق' شام' عرب اور ترکی میں بھی تشکیل پا گئیں۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے وعدہ کو اپنے ایک بندہ (حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ) کے ذریعہ سے پورا کر دکھایا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ سے پہلے وحدت الوجود کا نظریہ اس درجہ حاوی و غالب تھا اور لوگ اس پر

اتنے صدق سے ایمان رکھتے تھے کہ منصور کی مانند انہیں پھانسی قبول تھی مگر "انا الحق" کا مزہ ترک کرنا قبول نہیں تھا۔ یہ "ہمہ اوست" پر یقین کامل کا اظہار تھا مگر اس کے ساتھ ہی ایک گمراہی بھی تھی جس کی اصلاح ضروری تھی۔

وحدت الوجود کے ضمن میں ایک فارسی مثل مشہور ہے۔

"ہر کہ ایک جاست' ہمہ جاست و ہر کہ ہما جاست' ہیچ جا"

اس کا ترجمہ یہ ہے۔ "وہ جو ایک جگہ ہے وہ سب جگہ ہے اور جو سب جگہ ہے وہ کسی جگہ بھی نہیں"

اس مثل سے وجود' و شہود' کا معاملہ خاصا پیچیدہ ہو جاتا ہے' اور لگتا ہے کہ یہ مثل بیک وقت دونوں فلسفوں (وجود و شہود) کی توثیق بھی ہے اور آخر کار اس سے انکار بھی.... ایک اردو شعر ملاحظہ ہو'

کچھ نہیں' سب کچھ ہے یارو اور سب کچھ' کچھ نہیں
نیستی' ہستی ہے یارو اور ہستی کچھ نہیں

تو یوں یہ فلسفہ ایک قسم کی بھول بھلیوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے' پنجابی کے صوفی شعراء نے وحدت الوجود کے اسی مسلک کے تحت اس قسم کی باتیں کہیں۔

میری بکل دے وچ چور (میری چادر میں چور موجود ہے) اور....

بھلیا پی شراب' کھا کباب تے ہیٹھ بال ہڈاں دی اگ
گھر پنھ رب دا' تے اوس ٹھگاں دے ٹھگ نوں ٹھگ

ترجمہ۔ اے بلھے شاہ' شراب پی' کباب کھا اور نیچے ہڈیوں کی آگ جلا۔ خدا کا گھر توڑ اور اس ٹھگوں کے ٹھگ کو ٹھگ۔

یہاں یہ جان لینا چاہئے کہ بلھے شاہ کے نزدیک رب "اس لئے "چور اور ٹھگ" (نعوذ باللہ) ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو پیارے ہوئے اور خدا ان کے وجود رحمت کو دنیا والوں کے درمیان سے لے گیا اور ہمارے محبوب کو ہم سے چھین لیا۔ یہی نہیں بلکہ یہ وحدت الوجود' یہاں تک پہنچتا ہے کہ۔

مسجد ڈھاوے مندر ڈھاوے' ڈھاوے جو کچھ ڈھیندا
اک کسے دا دل نہ ڈھاویں' رب دلاں وچ رہندا۔

ترجمہ۔ مسجد ڈھادو' مندر ڈھادو' جو کچھ توڑا جا سکتا ہے توڑ دو لیکن کسی کا دل نہ توڑ کہ خدا دلوں میں رہتا ہے۔

اور رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی (رانجھا رانجھا کرتے ہوئے میں خود رانجھا ہو گئی)

خدا شہ رگ سے قریب ہے' دل اس کا بسیرا ہے' یہ سب کچھ سچ ہے اور اسی وجہ سے "وحدت الوجود" کی تردید و نفی ممکن نہیں تھی' لیکن اس کے ساتھ ہی صرف دل باقی رہ جاتا تھا جو خدا کا بسیرا ہے ......!

عرب دنیا میں اس طرز فکر نے ممکن ہے' کوئی گمراہی نہ پھیلائی ہو اور عین صدق و ایمان ہو لیکن برصغیر پاک و ہند میں اس سے صرف الجھنیں ہی نہیں خرابیاں بھی پیدا ہوئی تھیں۔ چنانچہ اس کی تردید کے بغیر اس کا متبادل لازم ہو گیا تھا خصوصاً" برصغیر پاک و ہند ہی میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو مغل اعظم شہنشاہ جلال الدین اکبر اور بعد میں جہانگیر سے سابقہ پڑا تھا۔ حضرت اگر خود کو وحدت الوجود تک محدود رکھتے تو پھر اکبر جہانگیر میں کیا خرابی تھی؟ منصور نے تو وحدت الوجود کی بنیاد پر "انا الحق" کا نعرہ لگایا تھا لیکن یہاں اکبر صرف اپنے "ظل الٰہی" ہونے تک محدود تھا' تو اس میں کیا حرج تھا؟

یہ تھی وہ گمراہی و تاریکی اور الجھن و پیچیدگی جو حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے دور کی

حکایت و حقیقت

ایک حکایت یوں بیان کی جاتی ہے کہ سات درویش خدا کی تلاش میں چلے انہیں بتایا گیا تھا کہ سات سمندر' سات پہاڑ' سات جنگل' سات صحرا' سات خارزار اور سات دلدلیں' عبور کرنے کے بعد ایک چشمہ آئے گا' جہاں خدا انہیں ملے گا ان درویشوں نے یہ کٹھن اور جان لیوا مراحل اپنے عزم و ہمت کے ساتھ ساتھ اپنے صدق و یقین کے باعث طے کر لئے اور چشمہ پر پہنچ گئے اس چشمے کا پانی نہایت صاف و شفاف تھا' انہوں نے باری باری اس چشمے میں جھانکا تو خود اپنی شکل نظر آئی' حیران و ششدر ہو کر وہ پیچھے ہٹتے رہے اور ایک دوسرے کو گم سم انداز میں دیکھتے رہ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک پرندہ بھی خدا کی تلاش میں نکلا تھا اور چشمے پر اس نے بھی اپنی شکل دیکھی تھی۔ اس نوع کی حکایات بہت ہیں اور سب منصور کے "انا الحق" کی صدائے بازگشت محسوس ہوتی ہیں۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی شبیہ پر بنایا ہے انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب تو بہرحال بنایا ہے' وہ اشرف المخلوقات بھی ہے یعنی مخلوق میں سب سے افضل..... اس لحاظ سے خالق کے بعد خود انسان کا نمبر آجاتا ہے چنانچہ وہ قادر مطلق نہ سہی مگر قادر تو ہے کچھ اختیارات تو رکھتا ہے اس کے باوجود جبر و اختیار کا مسئلہ بہت پیچیدہ اور گنجلک بھی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے جبر و اختیار کی حدود پوچھی تھیں کہ اختیار کہاں تک ہے اور جبر کہاں سے شروع ہو جاتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "اپنی ٹانگ زمین سے اٹھاؤ" اس شخص نے ایک ٹانگ زمین سے اٹھالی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "اب دوسری ٹانگ بھی زمین سے اٹھالو" اس نے جواب دیا "یہ تو ممکن نہیں کہ میں دونوں ٹانگیں زمین سے اٹھا سکوں" اس

"مجبوری" پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ "یہی جبرو اختیار ہے' ایک ٹانگ اٹھا لینے کا تمہیں اختیار ہے مگر دوسری ٹانگ بھی اٹھا لینا تمہارے بس میں نہیں وہاں سے جبر' شروع ہو جاتا ہے"

اس روشنی میں یہ کہنا کہ سب کچھ کرنے والا تو خدا ہے تو پھر ہمیں سزا کس بات کی؟ اس کا فیصلہ ہو جاتا ہے کہ تقدیر میں لکھا ضرور ہے لیکن "کرنے نہ کرنے" کا نام ہی تقدیر ہے اور یہ کرنا نہ کرنا انسان کے بس میں ہے۔

"ہمہ اوست' یا وحدت الوجود' کے ضمن میں ایک اردو شعر ملاحظہ ہو

زاہد' شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر
یا وہ جگہ بتا' جہاں پر خدا نہیں

اور فارسی کا شعر ہے۔

ہمہ عمر باتو قدح زدیم و نرفت رنج خمار ما
چہ قیامتی کہ نمی رسی زکنارما بکنار ما

ترجمہ .... ساری عمر تیرے ساتھ شراب پی اس کے باوجود ہمارا غم نہ گیا' کیا قیامت ہے کہ ہم اپنے دامن سے اپنے دامن تک نہ پہنچ سکے۔

اس پس منظر میں اگر گناہ و ثواب صرف تقدیر سے ہوتے ہیں یا خدا نے جو لکھ دیا وہ ہوتا ہے تو پھر واقعی سزا و جزا کیسی؟

نہ تھا کچھ تو خدا تھا' کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے' نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں کسی وبا کے پھوٹ پڑنے پر لوگ موت کے خوف سے شہر چھوڑ کر بھاگنے لگے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جانے دیا اور ان کی حوصلہ افزائی بھی کی اس پر بعض لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ "آپ خدا کی مرضی سے انہیں فرار کی راہ سکھا رہے ہیں"" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "ہاں میں انہیں خدا کی مرضی سے خدا کی مرضی کی طرف بھیج رہا ہوں" مطلب یہ ہے کہ انہیں اگر موت آنی ہے تو جائے فرار پر بھی آ جائے گی۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔ "بیماری سے فرار ہونے والوں کے بارے میں ابن حجر نے بہت عمدہ توجیہہ کی "اور جو شخص نہ بھاگا" نہ فوت ہوا اور وہ غازیوں' مجاہدوں اور صابروں کے زمرہ میں ہے' کیونکہ ہر شخص کے لئے اجل مقرر ہے جو آگے پیچھے نہیں ہو سکتی اور بھاگنے والے اگر سلامت رہے تو اس لئے کہ ابھی ان کی اجل نہیں آئی تھی نہ کہ وہ بھاگ کر موت سے بچ گئے

اور صابر لوگ جو ہلاک ہوئے وہ بھی اجل سے ہوئے۔ پس بھاگنا نہ تو بچا سکتا ہے اور نہ ٹھہرنا ہی ہلاک کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی بے پناہ قوتوں اور قدرتوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ انسانی اختیار کا اس سے موازنہ و تقابل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”انسان کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں وہی نسبت ہے جو مردہ کو اس زندہ سے ہے جو حیات ابدی رکھتا ہو۔

اسی طرح انسان کی قدرت (اختیار) کو خدا کی قدرت کے مقابلہ میں وہ نسبت ہے جو جالے بننے والی مکڑی کو اس پستی سے ہوتی ہے جس کی محض ایک پھونک سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گرد کی طرح اڑ جائیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

زندیقوں نے گمان کیا ہے کہ خدا انسان کی صورت پر ہے انہوں نے بے وقوفی سے انسان کے قوی اعضاء کو حق تعالیٰ کے لئے ثابت کیا...... یہ لوگ خود بھی گمراہ ہیں اوروں کو بھی گمراہ کرنے والے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کا ایک قول بیان کرتے ہیں

”حضرت خواجہ نقشبند فرماتے ہیں کہ جو کچھ دکھایا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا وہ سب ”غیر“ ہے کلمہ ’لا‘ حقیقت ہے اس کی نفی کرنا چاہئے پس کثرت میں وحدت ’کا مشاہدہ بھی نفی کے لائق ہے“

خواجہ کے اس کلام نے مجھے شہود‘ سے نکال دیا اور مشاہدہ و معائنہ کی اسیری سے نجات بخشی

برصغیر کے پس منظر میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا فلسفہ

وحدت الشہود ‘یا ہمہ از اوست‘ کے فکر و فلسفہ کی جو شدید ضرورت برصغیر کے حالات میں تھی اس شدید ضرورت کی وجہ برصغیر کے حالات کا مخصوص پس منظر ہے جہاں ”ہمہ اوست“ یا وحدت الوجود‘ کی بنیاد پر اٹھنے والی بعض تحریکوں اور مذاہب سے اسلام کے لئے اس امر کا شدید ترین خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ انسانی یکجائی کے نام پر اٹھنے والی ان تحریکوں یا مذہبوں میں اسلام کہیں گم ہو کر نہ رہ جائے

اس ضمن میں سب سے پہلے رامانند کی بھگتی تحریک آتی ہے جو مکمل طور پر انسانی بھائی چارے اور انسان دوستی کا علم لہراتی ہے بھگتی تحریک نے ایسی فضا پیدا کی ہندو مسلم ایک ہیں سب انسان مساوی ہیں کوئی مذہب برائی نہیں سکھاتا اس طرح بظاہر تو بھگتی تحریک ایک بے ضرر سی انسانیت پرست تحریک محسوس ہوتی ہے لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوؤں نے عسکری محاذ پر مسلمانوں کے ہاتھوں مسلسل شکستیں کھانے اور ہزیمتیں اٹھانے کے بعد اپنی مزاحمت کو بھگتی تحریک کا روپ دیا ہندو دھرم کی یہ عجیب و غریب خصوصیت ہے کہ وہ ہر مذہب و عقیدہ کو اپنے اندر جذب کر کے اس کا اپنا تشخص کھو دیتا اور اس کی

روح کو ختم کر دیتا ہے برصغیر میں برہمنوں کے غلبہ کے خلاف جین مت اور بدھ مت کی عظیم الشان تحریکیں، جو مذہب بن گئیں، ابھری تھیں لیکن ہندو دھرم نے اپنی حیرت انگیز لچک اور جذبے کی صلاحیت سے ان دونوں مذاہب کو جو مہاویر تیاگی اور مہاتما بودھ لائے تھے اور جن کا مقصد برہمنوں کے طلسم کو توڑ پھوڑ دینا تھا اپنے اندر یوں جذب کر لیا کہ آج کم سے کم ہندوستان کی سرزمین کی حد تک بودھ مت اور جین مت کا سراغ بھی خال خال ہی ملتا ہے۔ بودھ مت برصغیر سے نکل کر ضرور پھلا پھولا لیکن خود ہندوستان میں جو مہاتما بودھ کی جنم بھومی ہے اس کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے اور برہمنوں نے مہاتما بودھ کو بھی اپنا ایک بت بنا کر مندر میں یوں سجایا کہ یہ بت تو باقی رہ گیا لیکن بودھ کے پیروکار ہندو دھرم کے دائرہ میں جکڑے گئے اور برہمن طلسم نے انہیں ناکارہ و ناپید کر کے رکھ دیا یہی حال جین مت کا ہوا بلکہ اس سے بھی بدتر --- کہ بودھ مت کے پیروکار تو پھر بھی مشرق بعید میں کروڑوں کی تعداد میں ملتے ہیں لیکن جین مت برائے نام ہی رہ گیا اور اس کے پیروکار بھی ہندوؤں کا ایک فرقہ بن کر رہ گئے۔

تو جس طرح برہمنوں نے مہاویر تیاگی اور مہاتما بودھ کی برہمنوں سے بغاوت کو ختم کر ڈالا اسی طرح انہوں نے اسلام پر بھی ڈورے ڈالنے کی کوشش کی لیکن اسلام سخت جان تھا یا یوں کہہ لیں کہ اسلام حق تھا اس لئے وہ اس جھوٹ کے پھندے میں نہ آ سکا اسلام نے اپنا علیٰحدہ تشخص بہرحال اور بہرقیمت برقرار رکھا اور مسلمان ہندوؤں میں قطعاً" ضم نہ ہو سکے برہمنوں کے لئے لوہے کے چنے ثابت ہوئے جنہیں وہ نگل نہ سکے۔

تو یہ کہا جاتا ہے کہ بھگتی تحریک بھی دراصل مسلمانوں کے خلاف ایک "غیر مسلح مزاحمتی جدوجہد" تھی اور اس کا پرچار بھی "وحدت الوجود" یا "ہمہ اوست" سے نہایت ملتا جلتا تھا۔ یہ بھگتی تحریک کے بارے میں ایک نقطہ نظر ہے جب کہ دوسرا نقطہ نظر بھی بہت مدلل اور وزنی ہے کہ بھگتی تحریک بھی برہمن طلسم و غلبہ کے خلاف اسی قسم کی بغاوت تھی جیسا کہ بودھ مت اور جین مت ---- اس نقطہ نظر کو تقویت اس امر سے پہنچتی ہے کہ بھگتی تحریک نے ذات پات اور چھوت چھات اور منوسمرتی (جس پر برہمن غلبہ استوار تھا) کو پاؤں تلے روند ڈالا تھا۔

بہرحال اسلام ذات پات چھوت چھات اور کسی ذات کی حکمرانی کو توڑنے میں بھگتیوں سے منزلوں آگے تھا اور باوا بدھ سنگھ نے اپنی کتاب "پریم کہانی" میں سچ کہا ہے کہ اسلام اگر اپنے ابتدائی عہد میں (جب کہ اس دین پر ملوکیت کی چھاپ نہیں لگی تھی) مغرب کی سمت سے (محمد بن قاسم کے راستہ سے) برصغیر میں آتا تو آج پورا برصغیر مسلمان ہوتا لیکن اسلام اپنے ابتدائی عہد کے بعد شمال کی طرف سے سلاطین کے دور میں آیا اور یہ سلاطین برہمنوں کی طرح عوام سے دور دور ہی رہے چنانچہ اسلام اگر اس

خطہ میں پھیلا تو صرف صوفیائے کرام کی کوششوں سے ---نہ کہ تلوار و سلاطین کی وجہ سے ---!

تو اسلام بھگتی تحریک سے کہیں زیادہ عظیم و بلند تر بغاوت کا نام اور پیغام تھا اس ہندو معاشرہ کے لئے جس میں چند لاکھ برہمن کروڑوں انسانوں کا لہو پی رہے تھے۔

بہر حال بھگتی تحریک برہمن ازم کے خلاف بغاوت تھی یا مسلمانوں کو ہندوؤں میں جذب کرنے کی تحریک اس نے ایک ایسی ذہنی فضا پیدا کی جس میں مسلم و غیر مسلم گڈمڈ ہوتے محسوس ہو رہے تھے پھر یہی وہ بھگتی تحریک ہے جس میں بابا نانک اور سکھ پنتھ بیک وقت برہمن غلبہ اور مسلم شہنشاہیت کے خلاف ایک تحریک کی حیثیت سے ابھرا مگر رفتہ رفتہ "مت" کی صورت اختیار کر گیا ہندو دھرم کا کمال ہے کہ اس نے اس نوزائیدہ مت کو بھی اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کی اور اس میں کسی حد تک اسے کامیابی بھی ہوئی یہ الگ بات ہے کہ سکھ اس ہندو عیاری و مکاری کو تاڑ گئے اور انہوں نے اپنے علیحدہ تشخص پر زور دینا شروع کر دیا جیسا کہ آج کل وہ خالصتان' کے مطالبہ سے بھی اسی الگ تشخص کا مظاہرہ کر رہے ہیں

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے عہد میں بھگتی تحریک کے تمام تر اثرات سکھ پنتھ کی ابتدا اور دین الٰہی کا ملغوبہ موجود تھے اس پس منظر میں اس برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت و منفرد خصوصیت وحدت الوجود یا ہمہ اوست سے ممکن نہیں تھی کہ یہ فکر و فلسفہ تو بھگتی تحریک سکھ پنتھ اور دین الٰہی کو تقویت پہنچانے کا موجب تھا ان مخصوص حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو یہ توفیق بخشی کہ وہ ایک نیا فکر و فلسفہ سامنے لاکر ان باطل تحریکوں اور جھوٹے مذہبوں کی نفی کریں چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے "وحدت الشہود" کا نظریہ دیا اور ہندی مسلمانوں کو ہندو اکثریت کے بحر زخار میں ڈوب جانے سے بچالیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی عظمت و رفعت کا یہ محض ایک پہلو ہے فکری لحاظ سے ان کی عظمتوں کے احاطہ کے لئے تو دفتر درکار ہیں یہ بجا ہے کہ گمراہ مسلم شہنشاہیت کے خلاف جدوجہد بھی حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے حصہ میں آئی اور یہ بجائے خود ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اسی طرح حضرت کی زندگی کے اور بہت سے پہلو ہیں جن پر تحقیق و کاوش ضروری ہے اور اس کی اس لئے ضرورت ہے کہ وہ آج بھی ہمارے لئے رہنما ہیں روشنی کے مینار ہیں عجب بات ہے کہ اس تحقیق و کاوش کی توفیق کسی کو نہیں ہوئی اور اس توفیق کے لئے دعا ہی کی جا سکتی ہے۔

مجدد سے قائد تک

تحریک پاکستان کا سب سے نمایاں پہلو اتحاد کا وہ شدید جذبہ تھا جس نے مسلمانوں کو باوجود اس کے کہ وہ برصغیر کے اطراف واکناف میں چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں منتشر تھے۔ ایک چٹان کی صورت میں متحد کردیا تھا۔ یہ وحدت ملی ذات پات ' فرقہ وارانہ تعصبات ' صوبائی اور لسانی امتیازات سے بالاتر تھی۔ یہ معجزہ البتہ قائد اعظم کی بے مثال قیادت کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا کیونکہ ان کا بے داغ کردار کسی شک و شبہ سے بالاتر اور اپنے مشن پر ان کا غیر متزلزل یقین چٹان کی طرح محکم تھا۔ ہاں یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ تحریک پاکستان کے اجزائے ترکیبی محض سیاسی نہ تھے بلکہ وہ اپنے اندر جذباتی' روحانی اور مذہبی رنگ بھی رکھتے تھے اور یہ گہرا رنگ تھا۔ جہاں تک تحریک پاکستان کے سیاسی رنگ کا تعلق ہے تو انگریزوں نے اکثریت کی حکمرانی کا ایک ایسا جمہوری تصور متعارف کرادیا تھا جو ہندوؤں کی بالادستی کی ضمانت فراہم کرتا تھا لیکن مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت تھا۔

تحریک پاکستان کا یہ عنصر اس بغاوت کا ورثہ تھا جو حضرت مجدد الف ثانی نے شہنشاہ اکبر کے دین الٰہی کے خلاف کی تھی کیونکہ اکبر کے دین کا مقصد ہندو مسلم ثقافت کو مکمل طور پر ایک ہی سانچے میں ڈھال دینا تھا۔ اس نے یہ نقطہ نظر صاف طور پر اپنے ان شاہی تقاضوں کے پیش نظر اپنایا تھا جن پر اکبر ہندوستان کی مخلوط آبادی میں اپنی حکومت کی بنیادیں استوار کرنا چاہتا تھا لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ کی دور رس نگاہ نے اس مسئلے کو بالکل ہی مختلف تناظر میں دیکھا۔ انہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کی اس طرح خلط ملط کرنے کے مذموم منصوبے میں لپٹی ہوئی اس سوچی سمجھی سازش کو بھانپ لیا تھا جس کا مقصد جنوبی ایشیاء میں اسلام کی تقدیر کو تہ و بالا کرنا تھا۔ مسلمانوں کے تشخص کو اس بری طرح کچل کر رکھ دینے کا مقصد انہیں ہندومت میں ضم کردینا تھا تاکہ ایک متحدہ ہندو قومیت وجود میں لائی جائے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ہندوؤں سے بالکل الگ مسلمانوں کے علیحدہ تشخص پر اصرار کیا اور بادشاہ کی مخالفت میں آخری حد تک جانے سے بھی گریز نہ کیا جس کے نتیجے میں انہیں گوالیار کے قلعہ میں قید بھی ہونا پڑا۔

تاہم ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ایک واضح خط امتیاز ابھر کر سامنے آگیا جو بعد میں اورنگ زیب کی صورت میں متشکل ہوا۔ اس سے یہ بات ہمیشہ کے لئے ثابت ہوگئی کہ ہندو اور مسلمان کبھی ایک اکائی کی صورت اختیار نہیں کرسکتے۔ بعد میں جب انگریزوں نے اپنے نام نہاد جمہوری ادارے قائم کرنا شروع کئے تو سرسید احمد خان نے وہی دو قومی نظریہ پیش کیا کیونکہ انگریزوں کے تصور جمہوریت میں مسلمانوں کو بہرحال ہندو اکثریت کے تابع مہمل بن کر رہنا تھا چنانچہ سرسید احمد خان نے واحد قومیت کے

تصور کو مسترد کرتے ہوئے مسلمانوں کو انگریزوں کی قائم کردہ اور پروردہ کانگریس کے خلاف بیدار کیا۔ کانگریس کی تشکیل کا واحد مقصد متحدہ ہندی قومیت کو وجود میں لانا تھا اور یہی مقصد اکبر کے دین الٰہی کا بھی تھا۔ تاہم قائد اعظم نے تحریک پاکستان میں دو قومی نظریے کو نقطہ عروج تک پہنچایا چنانچہ مسلمانوں کی تحریک آزادی کی جڑیں خالصتا" روحانی اور مذہبی تھیں۔ جدوجہد آزادی کے سات سال صرف مسلم قومیت کے تصور کو اجاگر کرنے اور اس سے متعلق بحث و تمحیص پر صرف ہوگئے اور رہی یہ بات کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ 46-1945ء کے انتخابات میں صاف طور پر ثابت ہوگئی تو پھر قیام پاکستان کی راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہ رہی۔

پھر جس طرح مسلمان اس بات کا عزم بالجزم کئے ہوئے تھے کہ وہ اپنے الگ قومی تشخص کو تسلیم کرا کر ہی دم لیں گے اسی طرح ہندو بھی بضد تھے کہ وہ اس بنیاد پر برصغیر کو تقسیم نہیں ہونے دیں گے کیونکہ ان کے نزدیک یہ مقدس گاؤ ماتا کے ٹکڑے کرنے کے مترادف تھا چنانچہ بھارت نے شروع سے ہی پاکستان کو ذہنی طور پر تسلیم نہیں کیا حالانکہ برصغیر کی یہ تقسیم مسلم لیگ، کانگریس اور انگریزوں کے درمیان سہ فریقی معاہدے کے نتیجے میں عمل میں آئی تھی۔ دوسری بات یہ ہوئی کہ بھارت نے ریاست جموں و کشمیر پر زبردستی قبضہ کرلیا اور اس طرح دو قومی نظریے کی عملاً" نفی کردی کیونکہ اس نظریے کی رو سے اس مسلم اکثریتی ریاست کو جو پاکستان سے ملحق تھی پاکستان ہی میں شامل ہونا چاہئے تھا۔ اس وقت چونکہ یہ ریاست پاکستان کی قانونی حدود سے عملاً" باہر ہے وطن عزیز کا جواز بھی نامکمل ہے۔ تیسری بات یہ کہ بھارت نے مشرقی پاکستان کو ملکی وجود کے بڑے حصے سے الگ کرنے کے لئے اس پر حملہ کردیا۔ اس کا مقصد بھی دو قومی نظریے کا ابطال تھا اور یہی وجہ ہے کہ اندرا گاندھی نے سقوط ڈھاکہ کے موقع پر یہ بڑہانکی تھی کہ دو قومی نظریے کا کھوکھلا پن ثابت ہوگیا ہے۔

ان عوامل کا بغور جائزہ لینے کا وقت آگیا ہے جو پاکستان کے خلاف بھارت کی حمایت میں جاتے ہیں اور جن کی وجہ سے وطن عزیز کا وجود معرض خطر میں ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہم نے دو قومی نظریے کے تصور کو اس کا صحیح مقام نہیں دیا حالانکہ یہی نظریہ تحریک آزادی کی بنیاد تھا۔ اس کے برعکس ہم نے اپنے آپ کو صوبوں کی صورت میں تقسیم کرکے وفاقی طرز حکومت اختیار کیا حالانکہ وحدانی طرز حکومت ہی تحریک آزادی کا صحیح عکاس و ترجمان ہو سکتا تھا۔ دوم یہ کہ پاکستانی قوم اسلامی معاشرتی نظام نافذ کرنے میں ناکام رہی حالانکہ نظام اسلام ہی مسلمانوں کی اس دلیل کی اصل روح تھی کہ وہ ہندو راج کے ماتحت نہیں رہ سکتے اور ان کا یہی مخصوص اسلامی طرز حیات ہی ایک آزاد مملکت کا جواز فراہم کرتا ہے جہاں اسلامی نظام نافذ ہو چنانچہ ہمارے تمام تر ارادوں اور وعدوں کے برعکس پاکستان میں ابھی تک وہی انگریزی

قوانین نافذ ہیں۔ یہ ہے وہ عہد شکنی جس نے ملکی تار پود کو کمزور کر کے رکھ چھوڑا ہے۔ سوئم یہ کہ ایک طرف کشمیر پاکستان کا حصہ نہ بن سکا اور دوسری طرف پاکستان کا ایک بازو بھی کٹ گیا تو اس طرح گویا دو قومی نظریہ ایک مہلک وار کا شکار ہوا۔ چہارم یہ کہ بین الاقوامی صورتحال میں ایسی تبدیلی رونما ہوئی جو پاکستان کی وجہ جواز کیلئے نقصان دہ ہے اس سے قبل کشمیر میں استصواب رائے کے مطالبے کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کی صورت میں کچھ وزن حاصل تھا لیکن شملہ معاہدے کے بعد یہ وزن دو طرفہ مذاکرات کے پلڑے میں چلا گیا۔ بھارت چونکہ ہر وقت کشمیر کے "اٹوٹ انگ" ہونے کا راگ الاپتا رہتا ہے دو طرفہ مذاکرات کا کوئی فائدہ نہ ہوا اور اب صورت حال یہ ہے کہ مجاہدین کا قتل عام وسیع پیمانے پر جاری ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ روس کے قصہ پارینہ بن جانے کے بعد اور امریکہ کی طرف سے نئے عالمی نظام کے اعلان سے اس کرہ ارض پر بالکل ہی ایک ایسی نئی صورتحال پیدا ہو گئی جس میں پاکستان پہلے سے بھی کہیں زیادہ تن تنہا نظر آنے لگا ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ امریکہ نے کمیونزم کو پچھاڑنے کے بعد واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کر دیا کہ وہ حسب سابق چوکس اور چوکنا رہے گا تاکہ کوئی اور طاقت اس کی بالا دستی کو چیلنج نہ کر سکے۔ اس سلسلے میں امریکہ کی توجہ دو باتوں پر مرکوز تھی۔ ایک تشویش اسے یہ تھی کہ مغرب میں جرمنی کی اور مشرق میں چین اور جاپان کی بڑھتی ہوئی اقتصادی قوت کہیں اسے پس منظر میں نہ دھکیل دے اور دوسری تشویش یہ ہے کہ اس کے لادینی فلسفے کو نظریاتی سطح پر جو خطرہ لاحق ہے اس کا بھی مقابلہ کیا جائے اور یہ نظریاتی خطرہ اسے صرف اور صرف اسلام سے ہے۔ مسلمانوں کے دل و دماغ پر اسلام کی جو گرفت تھی جس نے روس جیسی سپر پاور کو افغانستان سے باہر نکال کیا تھا اور اس اشتراکی ریاست کے گرتے ہوئے ڈھانچہ پر آخری اور کاری ضرب لگائی مسلمان کے دل و دماغ پر اسلام کی یہی گرفت ہے جس نے بوسنیا کی مختصر سی قوم کو یورپ کے خلاف سینہ سپر کر رکھا ہے اسی گرفت نے ایران اور سوڈان میں اسلام کو سرخرو کیا ہے اور اب یہی گرفت الجزائر میں سیکولرزم کو مزا چکھا رہی ہے اور یہ سیکولرزم مصر اور مشرق وسطیٰ کے دیگر ممالک میں بھی ایسی ہی صورت حال سے دوچار ہے۔ یہ اسلام کا روحانی اثر ہے جو ڈائنا مائیٹ ثابت ہو رہا ہے چنانچہ امریکہ کے لئے یہ بالکل ہی نیا منظر ہے جس کا تجربہ اسے سوویت یونین کے ساتھ مقابلے کے دوران بھی نہ ہوا تھا کیونکہ سوویت یونین کا چیلنج بہرحال اقتصادی نوعیت کا تھا حالانکہ جہاں تک کمیونزم اور سرمایہ دارانہ نظام کی مادیت کا تعلق ہے یہ دونوں یکساں تھیں۔

چنانچہ اسلام کی طرف سے یہی خطرہ محسوس کرتے ہوئے مغرب اور خاص طور پر امریکہ نے اس

"خطرے" سے نبرد آزما ہونے کا عزم کر رکھا ہے۔ اس مقصد کے لئے شروع شروع میں "بنیاد پرستی" کا عذر تراشا گیا لیکن ان کا اصل ہدف "بنیاد پرستی" نہیں اسلام تھا کیونکہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ اس کے بنیادی اصل الاصول پر ایمان نہ رکھے کیونکہ یہی بنیادی اصول مسلم معاشرے کو روحانی اور مادی مواد فراہم کرتے ہیں جس پر وہ معاشرتی ڈھانچہ استوار کرسکتا ہے چنانچہ اسلام کے بنیادی اصول ایک معاشرتی ڈھانچے کا محور ہیں ورنہ ان کے بغیر معاشرے کا انتشار کا شکار ہوجانا ایک یقینی بات ہے جہاں تک سیکولرزم کا تعلق ہے اسے عام طور پر ایک آزاد طرز حیات کے طور پر پیش کیا جاتا ہے لیکن اصل میں اس کا وجود دین سے بیزاری پر قائم ہے یہی وجہ ہے کہ مغربی قانون سازوں کو مرد و زن میں ہم جنس پرستی جیسے قانون بنانے کی آزادی ہے اور مذہب ان کی اس آزادی میں مخل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس مسلم معاشرے میں ایسی بات کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ایک مسلم معاشرہ شرعی حدود میں رہ کر ہی قانون سازی کرسکتا ہے۔ مسلم معاشرے کا یہی "بنیاد پرستانہ" کردار سیکولرزم کے لئے قوت مزاحم ثابت ہو رہا ہے یوں اسلام اور سیکولرزم دونوں ایک دوسرے کے خلاف تصادم اور تضاد کی صورت میں برسرپیکار ہیں۔ اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو مغرب اسلام کے خلاف نبرد آزما ہے اور اسلام سے اس کی مراد مسلمان ہیں۔

اس پس منظر میں یہ بات باعث تعجب نہیں ہونی چاہئے کہ مغرب مسلم ممالک کو اپنے زیر نگیں رکھنا چاہتا ہے چنانچہ اقوام متحدہ کی نام نہاد اتحادی فوجوں کی طرف سے عراق پر حملے نے مغربی ممالک کو مشرق وسطیٰ کے تیل پر قبضہ دے دیا ہے اب دیکھا جائے تو مغرب جمہوریت کا سب سے بڑا علمبردار ہونے کا دعویدار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت اس کے لئے ایمان کا درجہ رکھتی ہے لیکن جب کوئی اسلامی پارٹی انتخابات میں کامیابی حاصل کرلیتی ہے جیسا کہ الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ نے حاصل کی تھی تو اس کی حتمی کامیابی کو فوجی حکومت مسلط کرکے ناممکن بنادیا گیا رشدی لعین کو محض اس وجہ سے ہیرو بنا دیا گیا کہ اس نے اسلام کے خلاف زہر اگلا تھا۔ بنگلہ دیش کی تسلیمہ نسرین کو بھی صرف اس وجہ سے ایک جرأت مند خاتون کا روپ دے کر سر آنکھوں پر بٹھایا جارہا ہے کہ اس نے قرآن پاک کے کلام الٰہی ہونے پر (نعوذ باللہ) اپنا شبہ ظاہر کرنے کی جسارت کی ہے۔ لگتا ہے کہ مغرب اسلام سے اس حد تک خوفزدہ ہے کہ عالم اسلام کے اتحاد کی ضرورت پر زور دینے کے لئے کانفرنس بلانے سے ہی لندن لرزہ براندام ہوجاتا ہے۔ عالمی بنک اور آئی ایم ایف جیسے بین الاقوامی ادارے ہمارے بجٹ بناتے ہیں اور اس طرح ہماری معیشت کنٹرول کرتے ہیں اب وہ ہماری عدلیہ کی اصلاح میں بھی اپنی دلچسپی ظاہر کرنے لگے ہیں۔ اسی طرح غیر ملکی امداد سے چلنے والی غیر سرکاری تنظیموں کا بھی ایک جال بچھا رکھا ہے۔ جنہیں بلا روک ٹوک سماجی

کام کرنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔ سماجی کام تو خیر محض ایک خوش نما لیبل سا لگا دیا گیا ہے۔ زیر زمین ان کی سرگرمیاں کیا ہیں ان کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا حالانکہ آئے دن ہی خبریں آتی رہتی ہیں کہ را (بھارتی خفیہ ادارہ اور موساد (اسرائیلی خفیہ ادارہ) کے ایجنٹ کہیں نہ کہیں دھماکے کرتے رہتے ہیں۔ عجیب یہ بات ہے کہ یوں تو امریکہ نے پاکستان کے لئے اپنی اقتصادی امداد بند کر رکھی ہے لیکن ان اداروں کی نشوونما کے لئے امریکہ کے "خالی خزانوں" سے انسانی ہمدردی کا دودھ کشید ہو ہو کر چلا آرہا ہے۔ اگر یہ ادارے چاہیں تو انہیں جاسوسی کی بھی آزادی ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ پاکستان کی انتظامیہ قواعد و ضوابط کے تحت ان پر کوئی پابندی عائد کرے یا انہیں کسی قسم کے احتجاج سے روکے۔ خاص طور پر اقلیتوں اور عورتوں جیسے مسائل پر انہیں احتجاج کی کھلی چھٹی ہے تاکہ وہ حکومت پاکستان کے وقار کو مجروح کرنے کے لئے اندرونی طور پر دباؤ ڈال سکیں۔ ہمارے نوجوان دانشور بھی بڑی بڑی تنخواہوں کے لالچ میں آکر ان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اس سے ملک باصلاحیت لوگوں سے محروم ہو جاتا ہے مختصر یہ کہ عالم اسلام کو لادینی مدار میں لانے کے لئے اپنی سیاسی' اقتصادی' اور عسکری قوت استعمال کر رہا ہے اور صاف لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ مسلمانوں سے اپنا دین چھوڑ دینے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ لیکن ایسا یقیناً" نہیں ہوگا کیونکہ مسلمانوں پر ان کے دین کی گرفت اس قدر سخت ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہیں لیکن اس صورتحال کا ایک اور پہلو بھی ہے جو کم خطرناک ہے۔

مغربی ممالک کا خلاف اسلام میلان بھارت کو جو خود بھی سیکولرزم کا دعویدار ہے نہایت سازگار فضا فراہم کرتا ہے۔ ایسی صورت میں امریکہ کے قریب کون ہو سکتا ہے؟ بھارت کی طرف امریکہ کا جھکاؤ پہلے ہی بالکل واضح ہے اور یہ جھکاؤ صرف سیکولرزم کی وجہ سے ہی ہے اس کے ساتھ ایک اقتصادی محرک بھی ہے کہ بھارت کے 25 کروڑ صارفین امریکی مصنوعات کے لئے نہایت پرکشش مارکیٹ کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے بھارت ایک بڑا ملک ہے اور پھر وہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت بھی تو ہے! یہ ہیں وہ عوامل جو امریکہ اور بھارت کو قریب سے قریب تر کرتے ہیں۔ اس تناظر میں بھارت یہ تأثر دینے کی زبردست کوشش کر رہا ہے کہ اگر کشمیر میں استصواب پر زور دینے کے لئے کوئی پالیسی وضع کی گئی تو اس سے ہندو تعصبات کھل پڑیں گے اور سیکولرزم کو نقصان پہنچے گا جبکہ سیکولرزم ہی ایک ایسی ضمانت ہے جس کی وجہ سے بھارت میں مسلمان "مامون و مسئون" ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بھارت چاہتا ہے کہ کشمیریوں کو بھارتی سیکولرزم اور بھارت میں آباد ان کے مسلمان بھائیوں کی خاطر انہیں پاکستان اور بھارت میں کسی ایک کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کرنے کا حق نہیں دینا چاہئے۔ ایسے حالات میں پاکستان اپنی سلامتی کو مفلوج کر کے رکھ دینے والی "خامی" کے ساتھ زندہ رہنے پر مجبور ہو سکتا ہے یہ بات

بظاہر سخت نظر آتی ہو لیکن مغرب کے لئے یہ وزن رکھتی ہے کیونکہ وہ پہلے ہی مسئلہ کشمیر کو حق خود ارادیت کی بجائے انسانی حقوق کے حوالے سے دیکھنے لگا ہے۔ اور یہ بات بھی نظرانداز نہیں کی جانی چاہیئے کہ سیکولرزم پاکستان میں بھی اپنے قدم جمانے لگا ہے۔ مغرب زدہ مرفہ الحال طبقہ (مترفین) کافی حد تک اس سے متأثر ہو رہا ہے اور اپنی اس آزاد خیالی کی وجہ سے یہ طبقہ بعض بنیادی قومی امور کی سنگینی کے احساس سے بھی عاری ہو چکا ہے جہاں تک نظریہ پاکستان کا تعلق ہے تو اسے بھٹو کے سیکولرزم اور سوشلزم کے نعرے کی وجہ سے پہلے ہی بہت نقصان پہنچ چکا ہے۔ اس نعرے سے مسلم قومیت میں دراڑ پڑی اور ملک دولخت ہوا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس نقطے پر پہنچ کر ہمارا رخ کس طرف کو ہے؟ اگر ہم امریکہ کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے بھارت کے ساتھ مسابقت میں سیکولرزم کو گلے لگا لیتے ہیں تو پھر وہ بنیاد ہی معرض خطر میں پڑ جاتی ہے جو ہمارے وجود کا جواز ہے۔ دوسری طرف اگر ہم اپنے نظریے پر کاربند رہنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں وہ قیادت سامنے لانا ہوگی جو جرأت ایمانی سے لیس ہو۔ صرف اس صورت میں ہماری بقاء کے امکانات روشن ہیں کیونکہ اگر ہم مغربی معاشرے کا بغور جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ متعفن معاشرہ اندر سے بالکل گل سڑ چکا ہے اور اسے ایک ایسے روحانی انقلاب کی اشد ضرورت ہے جو صرف اسلام ہی برپا کر سکتا ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم پرعزم اور پر اعتماد رہیں۔ دوسروں پر انحصار ختم کر کے خود انحصاری کی پالیسی اپنائیں۔

ہمیں اپنی آزادی کو کسی صورت میں بھی "محدود" نہیں کرنا چاہیئے ہمیں اس کے لئے پھر سے قائد اعظم سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی جنہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کی اتباع میں اسلامی تشخص کا حقیقی سچا اور ناقابل تسخیر تصور پیش کیا۔ ہمیں سیکولرزم سے ہر صورت میں بچنا ہوگا۔ یہ تباہ کن چیز ہے اگر سیکولرزم چھا گیا تو یہ اس لکیر کو مٹا کر رکھ دے گا جو پاکستان اور بھارت کے درمیان حد فاصل کے طور پر کھنچی نظر آتی ہے۔

تاب لائے ہی بنے گی غالب
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

اس کے لئے کی جانیوالی سخت جدوجہد کا مرحلہ بڑا کٹھن ہوگا لیکن ہمارے سامنے قائدین کی شاندار مثالیں بھی ہیں جو ہمیں خود اعتمادی کا راستہ دکھا سکتی ہیں۔ اگر مسلمان آزادی حاصل کرنے کے لئے متحد ہو سکتے ہیں تو اپنی آزادی کے تحفظ کے لئے اور اسے برقرار رکھنے کے لئے کیوں متحد نہیں ہو سکتے۔؟

سرمایہ ملت کا نگہبان

○ ○

امام ربانی ' مجدد الف ثانی ' شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے حضور میں علامہ اقبال نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان　　　　اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

علامہ اقبال نے اس ایک شعر میں عہد اکبری اور عہد جہانگیری کی پوری تاریخ کو اجمالی طور پر سمو دیا ہے اور اس اضطراب و انتشار اور ان خطرات و حوادث کی طرف لطیف اشارہ کیا ہے جو اس وقت ملت اسلامیہ کو درپیش تھے اور جس کے نتیجے میں سرمایہ ملت اس قدر غیر محفوظ ہو گیا تھا کہ رحمت خداوندی جوش میں آئی اور شیخ احمد سرہندی جیسی شخصیت ابھری جس نے سرمایہ ملت کی نگہبانی کا واقعی حق ادا کیا۔ اور جسے سب سے پہلے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے مجدد الف ثانی کا لقب دیا اور آج پوری دنیا انہیں مجدد الف ثانی کے نام سے یاد کرتی ہے۔ میری گزارشات کا مقصد اولاً "اس امر کا جائزہ پیش کرنا ہے کہ سرمایہ ملت کس حد تک غیر محفوظ ہو گیا تھا اور ثانیاً یہ کہ آپ نے اس کی نگہبانی کا فریضہ کس طرح ادا فرمایا اس سے یہ بات بھی واضح طور پر سامنے آجائے گی کہ آپ کو مجدد عقیدت کی بنا پر کہا جاتا ہے یا حقیقت کی بنا پر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں اکبر کے متعلق لکھا ہے۔

"It is well Known that he broke away from Orthodox Islam".

اسلام سے رشتہ توڑنے پر جس سے جوڑا ہے اس کے متعلق لکھا ہے۔

"He recommended for this the Sun or its cartldy Counter part fire".

ایک اور مستشرق گیرٹ نے عہد اکبری کی "Moghal Rules in India میں جو تصویر پیش کی ہے حسب ذیل ہے۔

"The study of Arabic was discouraged. The practice of shaving the beared was introduced. The Muslim era changed for a solar year. The Customs of prostration before the King

was also introduced to the disgust of orthodox muslims. No new mosques were built and the old one were not repaired. Akbar mode of life on the whole ceased to be that of a muslim. and constantly approached to the Hindu idea of Dharma as modified by himself.

لیکن عہد اکبری کی اس تصویر کو دیکھ کر جو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے حضرت مجدد کی مشہور تصنیف اثبات النبوۃ کے اردو ترجمے کے مقدمے میں پیش کی ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے عہد اکبری کا جو خاکہ پیش کیا ہے۔ اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

"ابوالفضل اور فیضی بلکہ ان کے باپ ملا مبارک کی وجہ سے دین اور پھر نبوت پر اعتراضات شروع ہو چکے تھے اور بے دین مصنفین نے اپنی تصانیف سے نعت خارج کر دی تھی۔ انہی ایام میں ابو الفضل نے حضرت مجدد کی موجودگی میں حضرت امام غزالی کو نامعقول کہا تھا اور آپ بے تاب ہو گئے تھے۔

نماز' روزہ اور شعائر اسلام کو "تقلیدات یعنی عقل کے خلاف سمجھا گیا۔ ابو الفضل کی نگرانی میں محل کے اندر عبادت کے لئے ایک آتش خانہ تیار ہوا۔

نصاریٰ کی طرح ناقوس' صور تثلیث اور ان کی تعریفیں اکبر کا وظیفہ تھیں۔ برہما' مہادیو' بشن' کشن' مہامائی وغیرہ کی تعظیم کی جاتی۔

سورج کی عبادت دن میں چار مرتبہ کی جاتی۔ سورج کے ایک ہزار ایک نام کی مالا جپی جاتی۔ قشقہ لگایا جاتا۔ آگ پانی' درخت اور تمام مظاہر فطرت حتیٰ کہ گائے اور اس کے گوبر کی پوجا خود بادشاہ کرتا۔ خنزیر کو (معاذ اللہ) خدا کے حلول کا مظہر جانتا۔ گائے کا گوشت حرام اور خنزیر اور شیر کا گوشت مباح قرار دیا۔ سود شراب اور جواء حلال سمجھا گیا۔ خود کو سجدہ کراتا تھا اور دیگر شعائر اسلام کی جو توہین کی گئی وہ حیطہ تحریر میں لا نہیں سکتا"

بدایونی نے دین الٰہی کی جو تفصیل پیش کی ہے یہ ہے:

اس دین میں شامل ہونے والوں کا کلمہ لا الہ الا اللہ اکبر خلیفتہ اللہ تھا جو لوگ اس دین میں باضابطہ داخل ہوتے ان کو مذکورہ بالا کلمہ کے ساتھ حسب ذیل عہد نامہ کا اقرار کرنا پڑتا تھا۔

من کہ فلاں ابن فلاں ہوں۔ اپنی خواہش و رغبت اور دلی شوق کے ساتھ دین اسلام مجازی اور تقلیدی سے (جو باپ دادوں سے دیکھا اور سنا تھا) علیحدگی اور جدائی اختیار کرتا ہوں اور اکبر شاہی دین الٰہی

میں داخل ہوتا ہوں۔ (جلد دوم صفحہ 273)

"اسلام کی ضد پر خنزیر اور کتے کے ناپاک ہونے کا مسئلہ منسوخ کیا تھا اور شاہی محل کے نیچے دونوں جانور زیارت کے لئے رکھے گئے کہ ان کا دیکھنا بھی عبادت تھا۔ تناسخ پر یقین کیا گیا۔ اور عربی پڑھنا عیب سمجھا گیا۔

قرآن کو مخلوق، وحی کو محال، معراج اور شق القمر کو غلط کہا گیا۔

احمد، محمد مصطفیٰ جیسے نام تبدیل کئے جانے لگے۔

ہندو تو ہندو ہی تھے، ہندو مزاج مسلمان بھی حضور انور کی نبوت کے منکر ہو گئے۔"

دین اسلام کے دشمنوں نے جب کبھی بھی اسلام کو سرنگوں کرنیکی مذموم کوششیں کی ہیں ان کا سب سے بڑا حربہ یہی رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان کی وابستگی کو مضمحل کر دیا جائے۔

چنانچہ جہاں ہندوؤں نے شان رسالت مآب میں طعن و تشنیع سے کام لینا شروع کر دیا۔ وہاں بعض مسلمانوں نے ابوالفضل اور شیخ مبارک کے اثر سے نبوت سے انکار کر دیا اور کہا کہ توحید کے عقیدے کی موجودگی میں رسالت پر ایمان ضروری نہیں۔ حضرت مجدد نے نبوت کی ضرورت و اہمیت پر ایک رسالہ اثبات النبوۃ تحریر فرمایا اور مضمحل اور ڈگمگاتے ہوئے ذہنوں کو از سر نو استحکام بخشا۔

حضرت مجددؒ کا ایک اور بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تصوف کو جس میں عجمی رنگ پیدا ہو چکا تھا نکھار کر پیش کیا اور شریعت اور حقیقت کی اہمیت بیان فرمائی اور اس امر پر زور دیا کہ طریقت و حقیقت خادمان شریعت اند تاکہ مکاشفات اور مشاہدات اور وجدان و محویت میں جو کیفیت و حلاوت حاصل ہوتی ہے اس کی تمام تر بنیاد شریعت پر ہو۔ وہ نہ ہو کہ محبت کی وادی میں سالک راہ شریعت کے جادہ مستقیم سے بھٹک کر راہ ضلالت اختیار کر لے۔ اس سلسلے میں یہ ذکر بھی بے حد ضروری ہے کہ اس وقت تصوف کے تین سلاسل چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ ہندوستان میں موجود تھے۔ نقشبندیہ سلسلہ کو جو حضرت باقی باللہؒ ہندوستان میں لے کر آئے۔ اصل فروغ حضرت مجددؒ نے ہی دیا۔

اس سلسلے میں حضرت مجددؒ نے ایک اور بڑا کارنامہ یہ انجام دیا کہ تصوف میں وحدت الوجود کے نظریئے کی بجائے وحدت الشہود کے نظریئے کو پیش فرمایا جو سراپا جوش اور حرکت ہے تاکہ امت مسلمہ ایک فعال اور مؤثر کردار ادا کر سکے۔ علامہ اقبال نے خواجہ حسن نظامی کو ایک خط میں یہ الفاظ لکھے تھے۔

"آپ کو یاد ہو گا کہ جب آپ نے مجھے سرالوصال کا خطاب دیا تھا تو میں نے آپ کو کہا تھا۔ کہ مجھے سرالفراق کہا جائے۔ اس وقت بھی میرے ذہن میں یہی امتیاز تھا جو حضرت مجدد الف ثانی نے کیا ہے۔"

حضرت مجدد کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ملی تشخص کو ابھارا۔ ہندوؤں کی تاریخ کے

عمیق مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم نے انتہائی مکاری سے بدھ دھرم جین دھرم اور پارسیوں کو اپنے اندر اس طرح جذب کرلیا تھا کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رکھا ان کی مذموم کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کو بھی اس طرح اپنے اندر جذب کرلیا جائے۔ حضرت مجددؒ نے شعائر اسلامی کے سلسلے میں انتہائی مثبت اقدام فرمایا۔ قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں اور اس وقت تک رہا ہونے سے انکار کردیا جب تک شعائر اسلامی کو از سر نو بحال نہ کیا جائے۔ چنانچہ جہانگیر کو اس امر پر مجبور ہونا پڑا۔ اسی ملی تشخص کے ابھارنے سے دو قومی نظریہ کو جلا ملی جو ظہور پاکستان پر منتج ہوا۔ حضرت مجدد کا ایک گرانقدر کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اسلامی نظام کو از سر نو منظم کیا۔ آپ نے امراء' روساء حکام' سپہ سالاران مجاہدین علماء اور مشائخ کو تبلیغی خطوط لکھے۔ آپ نے شہنشاہ وقت کو بیش قیمت مشورے دیئے۔ تبلیغی وفود کو اندرون ملک بھجوایا۔

حضرت مجدد کی ان تمام مساعی جمیلہ کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ آپ کے سامنے اقتدار جاہ و حشمت' زر و مال اور حصول سلطنت بالکل ہیچ تھے۔ ورنہ جب جہانگیر کو قید کرلیا گیا تھا آپ بڑی آسانی سے سلطنت پر قابض ہو سکتے تھے آپ نے سپہ سالار کو لکھا کہ بادشاہ کی تعظیم و احترام حسب سابق بجا لائیں اور یہ واضح کردیا کہ آپ کا مقصد وحید اور مشن صرف یہی ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کا فریضہ بجا لایا جائے اور بس آپ کے مکتوبات شریف کے مضامین اور وہ علوم و معارف اور اسرار و رموز جو آپ نے اس میں بیان کئے ہیں کو دیکھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے اور آپ کے **تبحر علمی** اور آپ کے مقاصد اعلیٰ کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان آپ کی مساعی جمیلہ کے نتائج کو قلمبند کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ایسے حالات میں حضرت مجدد الف ثانی نے خان خاناں' صدر جہاں' خان اعظم' خان جہاں' مہابت خان' تربیت خان' اسلام خان' دریا خان' سکندر خان' مرتضیٰ خان جیسے امراء کو اپنے حلقہ ارادت و عقیدت میں داخل کر کے بادشاہ کی توجہ دین کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی۔ جہانگیر نہ صرف معتقد ہوا بلکہ اپنے بیٹے خرم کو حضرت سے بیعت کرایا۔ سجدہ تعظیمی موقوف ہوا۔ گائے کا ذبیحہ پھر شروع ہوا۔ جو مسجدیں منہدم ہو گئیں تھیں وہ دوبارہ تعمیر ہوئیں اور جس قدر خلاف شرع قوانین رائج تھے سب منسوخ ہوئے۔ فن مصوری جو عہد جہانگیر میں بام عروج کو پہنچا ہوا تھا وہ فن تعمیر اور فن خطاطی کی طرف منتقل ہوا۔ اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں فقہ کی سب سے بڑی کتاب فتاویٰ عالمگیری مرتب ہوئی۔ دربار میں علماء اور فضلاء کو جگہ ملی پھر حضرت کے شاگردان سلسلہ میں شاہ ولی اللہ دہلوی' حضرت مظہر جان جاناں' شاہ غلام علی جیسے بزرگوں نے دینی خدمات انجام دیں۔

نفس گرم کی تاثیر

بقول ابو الکلام آزاد (م1958):-

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کا وجود گرامی بھی من جملہ ان اکابرامت کے ہے جن کی تعظیم و توقیر تو حسن اعتقاد کی بنا پر بہت کی جاتی ہے لیکن ان کی زندگی کے اصل کارناموں پر پردے پڑ گئے ہیں-"

آزاد نے حضرت مجدد (م1034ھ 1624ء) کی زندگی کے کارناموں کے نظروں سے چھپے رہنے پر اظہار افسوس کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی پوری زندگی ایک عظیم الشان کارنامہ ہے-

سید سلیمان ندوی (م1953ء) نے خطبات مدراس میں لکھا ہے کہ بہتر سے بہتر فلسفہ 'عمدہ سے عمدہ تعلیم' اچھی سے اچھی ہدایت' زندگی نہیں پا سکتی اور کامیاب نہیں ہو سکتی اگر اس کے پیچھے کوئی ایسی شخصیت اس کی حامل اور عامل ہو کر قائم نہیں ہے جو ہماری توجہ محبت اور عظمت کا مرکز ہو-

ڈاکٹر اقبال نے ایسی ہی شخصیت کے متعلق کہا ہے:

اس کے نفس گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہو جاتی ہے خاک چمنستان شرر آمیز

ہندوستان میں ایسی ہستی شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تھی جو علوم نبوت کی حامل اور سنت نبوی کا پیکر تھی اور جس کے نفس گرم کی تاثیر سے چمنستان ہند کی خاک شرر بار بن گئی' دین کا بجھا ہوا چراغ ایک مرتبہ پھر روشن ہو گیا اور اپنی نورانی شعاعوں سے بدعات و اوہام کی تاریکی دور کر کے سنت کے نور سے ارض ہند کو منور کر دیا' آئندہ سطور میں اسی روشنی کی ایک جھلک دکھانا ہے-

خاندان حضرت مجدد علیہ الرحمہ: حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے خلیفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات (1037ھ 28-1627ء) میں حضرت مجدد کا شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہے شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد بن شیخ زین العابدین بن شیخ عبدالحی بن شیخ حبیب اللہ بن شیخ امام رفیع الدین بن شیخ نصیرالدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ اسحاق بن شیخ عبداللہ بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین فرخ شاہ کابلی بن شیخ نصیرالدین بن شیخ محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبداللہ (واعظ الاصغر) بن شیخ عبداللہ (واعظ الاکبر) بن شیخ ابو الفتح بن شیخ اسحاق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر بن حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین-

شاہ محمد فضل اللہ (م1241ھ) 'عمدۃ المقامات (1233ھ) میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد کے چودھویں جد شیخ سلطان شہاب الدین المعروف بہ فرخ شاہ کابلی ولی کامل تھے' آپ نے کئی بار

ہندوستان پر لشکر کشی کی ' کفار سے جہاد کیا ' بتوں کا قلع قمع کیا اور اسلام کی ترویج واشاعت کی بار ہا بغرض مال غنیمت لے کر فتح ونصرت کے ساتھ ہندوستان سے لوٹے ' آخر میں ترک سلطنت کر کے فقر اختیار کر لیا اور سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہو گئے۔ کوہستان کابل میں سکونت اختیار کی ' مخلوق کو اپنے روحانی فیوض و برکات سے مستفیض فرماتے رہے اور یہیں انتقال فرمایا۔ شیخ ضیاء الحق علیہ الرحمہ نے یہاں خانقاہ اور مسجد تعمیر کرائی ہے۔ آج کل یہ موضع درہ فرخ شاہ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت مجدد کے پانچویں جد شیخ امام رفیع الدین ' حضرت جلال الدین بخاری کے مرید اور خلیفہ تھے ' اپنے مرشد کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے ' جب یہ دونوں بزرگ موضع سرائس پہنچے (جو سرہند سے پانچ چھ کوس ہے) تو وہاں کے باشندوں نے درخواست کی کہ جب آپ (سید جلال الدین بخاری) دہلی رونق افروز ہوں تو سلطان فیروز شاہ سے فرمادیں کہ سرائس سے سامانہ آنے والوں کے لئے راستہ پر خطر ہے ' کیونکہ جنگل میں وحشی درندے ہیں اس لئے ان دونوں موضعوں کے درمیان ایک شہر آباد کر دیا جائے ' تاکہ جو لوگ سامانہ سے مالیہ جمع کرانے سرائس آنا چاہتے ہیں ان کو تکلیف نہ ہو دہلی پہنچ کر حضرت جلال الدین بخاری نے سلطان فیروز شاہ سے سرائس والوں کی سفارش کردی ' چنانچہ سلطان نے شیخ امام رفیع الدین کے برادر کلاں خواجہ فتح اللہ کو حکم دیا کہ وہ اس مقام پر جا کر شہر آباد کریں ' چنانچہ موصوف دو ہزار سوار لے کر یہاں پہنچے اور قلعہ کی تعمیر شروع کردی ' لیکن یہ عجیب واقعہ پیش آیا کہ ایک دن میں قلعہ جتنا تعمیر ہوتا دوسرے دن وہ سب منہدم پایا جاتا ' حضرت جلال الدین بخاری کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے امام رفیع الدین کو پیغام لکھا کہ وہ جا کر خود قلعہ کی بنیاد رکھیں اور شہر میں آباد ہوں ' چنانچہ آپ نے قلعہ تعمیر کیا اور یہیں متوطن ہو گئے ' یہ قلعہ پہلے موجودہ شہر سے دور تھا ' اب آبادی کی وجہ سے شہر کے اندر آگیا ہے ' اس شہر کو سہرند کہا جاتا تھا ' جس کے معنی بیشہ شیر (کچھار) کے ہیں ' امتداد زمانہ کی وجہ سے سہرند سرہند ہو گیا ' حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت اسی شہر میں ہوئی۔ 5

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے والد بزرگوار شیخ عبدالاحد (م 1007ھ 1598ء) اپنے زمانہ کے عارفان کامل میں تھے ' تحصیل علم کے دوران ہی شیخ طریقت کی طلب میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی (م 944ھ 1537ء) کی خدمت میں پہنچے اور استفاضہ کیا ' مگر شیخ موصوف نے تحصیل علم کی تلقین فرمائی ' چنانچہ آپ تحصیل علم سے فارغ ہو کر دوبارہ حاضر ہوئے تو شیخ ممدوح کا وصال ہو چکا تھا ' اس لئے ان کے خلف شیخ رکن الدین (م 983ھ 1575ء) نے آپ کی روحانی تربیت کی اور قادریہ و چشتیہ سلسلوں کا خرقہ خلافت عنایت فرمایا ' اسی کے ساتھ ایک اجازت نامہ (969ھ) مرحمت فرمایا بقول پروفیسر فرمان علی شیخ عبدالاحد تمام علوم میں مہارت رکھتے تھے اور جملہ کتب معقول و منقول بڑی صحت اور تحقیق کے ساتھ طلبہ کو پڑھایا کرتے تھے ' فقہ اور اصول فقہ میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا ' اس کے ساتھ ساتھ طالبین

حق کو علوم باطنی سے بھی بہرہ مند کیا کرتے تھے۔

ولادت حضرت مجدد علیہ الرحمہ: حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت 971ھ / 1564ء) میں سرہند میں ہوئی' خواجہ محمد ہاشم کشمی تحریر فرماتے ہیں:۔

"طلوع ایں آفتاب ولایت بدانچہ از تقریر شریف ایشاں کہ بہ تخمین می فرموند و نیز ایں بندہ از بعضے معمران اقربائے ایشاں شنودہ' چوں ولادت پیر بزرگوار ایشاں در حدود سنہ احدی و سبعین و تسع مائتہ (971ھ) وقوع یافتہ کہ "خاشع" بیاں آں سال سعادت قریں نماید وایں در بلدہ شریف سرہند بودہ" 7

(ترجمہ) یہ آفتاب ولایت اپنے پیر بزرگوار (خواجہ محمد باقی باللہ) کی طرح 971ھ میں طلوع ہوا۔ حضرت صاحب خود بھی اندازا" یہی فرماتے تھے اور اس غلام نے بھی بعض عمر رسیدہ رشتہ داروں سے دریافت کیا تو وہ بھی یہی کہتے تھے۔ کلمہ "خاشع" سے سال ولادت باسعادت معلوم ہو سکتا ہے' آپ سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔

ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب نے بھی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام' میں یہی سنہ تحریر کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:۔

"آپ 971ھ / 1564ء میں سرہند (ریاست پٹیالہ مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے"۔ 8

سی' اے' اسٹوری (C.A.Storey) نے بھی یہی سنہ لکھا ہے:۔

"امام ربانی' محبوب سبحانی' مجدد الف ثانی 971ھ / 1563ء میں سرہند میں پیدا ہوئے"۔ 9

تعلیم و تعلم:۔ حضرت مجدد نے قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد اپنے والد بزرگوار شیخ عبد الاحد سے علوم معقول و منقول کی تحصیل کی' خواجہ محمد ہاشم کشمی اور ان کے علاوہ دیگر سوانح نگاروں نے یہی لکھا ہے کہ حضرت مجدد نے ابتداء عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا مگر خود حضرت مجدد کے مکتوب سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حفظ قرآن کی دولت قلعہ گوالیار میں نظربندی (1028ھ / 1619ء / 1620) کے دوران حاصل ہوئی' حضرت مجدد' اپنے صاحبزادگان خواجہ محمد سعید (م 1071ھ 1660ء) اور خواجہ محمد معصوم (م 1079ھ / 1668) کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"دیگر ختم قرآن را تا سورہ عنکبوت رسانیدہ ام۔ شب کہ ازاں مجلس (مجلس شاہی) برگشتہ می آیم بہ تراویح اشغال می یابم ایں دولت عظمیٰ حفظ دریں فترات کہ عین جمعیت بود حاصل گشت الحمد اللہ اولاً" آخراً" 10

(ترجمہ) دوسری بات یہ کہ قرآن پاک سورہ عنکبوت تک ختم ہوگیا ہے رات کو جب اس مجلس (شاہی مجلس) سے واپس آتا ہوں تو تراویح میں مشغول ہو جاتا ہوں۔ حفظ قرآن کی یہ دولت عظمیٰ اس پریشانی میں حاصل ہوئی ہے جو عین جمعیت تھی۔ الحمد اللہ اولا" و آخرا"۔

حفظ قرآن کے بعد والد ماجد سے تحصیل علم شروع کی اور بیشتر تعلیم انہی سے حاصل کی، بعض علماء عصر سے بھی استفادہ کیا' کتب حدیث کی سند حضرت شیخ یعقوب کشمیری سے حاصل کی اور اس زمانے میں ایک مقدس عالم حضرت قاضی بہلول بدخشانی تھے' ان سے حسب ذیل کتب کا درس لیا اور سند حاصل کی 'امام واحدی کی تفسیر بسیط و تفسیر و سیط اسباب النزول قاضی بیضاوی کی تفسیر اور دوسری تصنیفات مثل منہاج مثل منہاج الوصول ' الغا یتہ القصوی وغیرہ اور امام بخاری کی صحیح اور دوسری تالیفات مثل ثلاثیات 'ادب المفرد' افعال العباد اور تاریخ وغیرہ' مشکوۃ المصابیح' شمائل ترمذی' جامع صغیر للسیوطی اور قصیدہ بردہ وغیرہ۔ مولانا کمال کشمیری سے عضدی پڑھی تھی' غرضیکہ ہر علم و فن کو اس کے مشہور اور مستند اساتذہ سے حاصل کیا۔ 11

سفر اکبر آباد: تحصیل علم سے فراغت کے بعد حضرت مجدد' اکبر آباد تشریف لے گئے' اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا' آپ کے حلقہ درس میں فضلائے عصر بھی شریک ہوتے تھے' اس زمانے میں اکبر (م 1605ء، 1014ھ) تخت ہند پر متمکن تھا' اور پایہ تخت ہونے کی وجہ سے اکبر آباد علمی مرکز بنا ہوا تھا۔

اسی زمانے میں ابو الفضل (م- 1011ھ ، 1606ء) اور ان کے بھائی ابو الفیض فیضی 1004ھ، 1595ء) سے آپ کے مراسم ہوئے' یہ دونوں بھائی آپ کا احترام کرتے تھے ' خواجہ محمد ہاشم کشمی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو الفضل کے ایک شاگرد نے کہا کہ استاد گرامی اپنے کسی دوست کو خط لکھ رہے تھے 'اثنائے تحریر میں جب تمہارے شیخ کا ذکر آیا تو تعریف و توصیف میں بہت سے القاب لکھے ' حضرت مجدد دونوں بھائیوں کے یہاں اکثر جایا کرتے تھے' ایک مرتبہ فیضی کے یہاں تشریف لے گئے تو وہاں تفسیر سواطع الالہام (1003ھ) لکھنے میں مصروف تھے' اچانک آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو کہا۔

"خوب رسیدید' موضع از تعبیر پیش آمدہ کہ آں را بہ حروف غیر معجمہ تاویل و تفسیر نمودن متعسر شدہ' من دماغ بسیار سوختم اما عبارت دل خواہ بہ دست نیامدہ"۔ 12

(ترجمہ) اچھے موقع پر تشریف لائے۔ ایک جگہ اٹک گیا ہوں۔ تاویل و تفسیر کے لئے حروف غیر منقوطہ نہیں ملتے۔ بہت دماغ سوزی کی مگر دل پسند عبارت نہ بنی۔ حضرت مجدد نے اسی وقت کمال

بلاغت کے ساتھ صنعت غیر منقوطہ میں قلم برداشتہ ایک صفحہ لکھ دیا جس کو دیکھ کر فیضی حیران رہ گئے۔ 13

ابو الفضل سے حضرت مجدد کے تعلقات خوشامدانہ نہ تھے' بلکہ غیرت مندانہ تھے' اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک روز آپ ابو الفضل کے یہاں تشریف لے گئے' اتفاقاً" اس نشست میں ابو الفضل نے فلاسفہ کی تعریف شروع کی آپ کو ناگوار معلوم ہوئی' آپ نے فلسفہ کے رد میں امام غزالی علیہ الرحمہ (م 111ء) کا قول پیش کیا' اس پر ابو الفضل نے کہا:۔

"غزالی نامعقول گفت" 14

(ترجمہ) "غزالی نے نامعقول بات کہی"

حضرت مجدد کو یہ گستاخانہ بات کہاں برداشت ہو سکتی تھی' چنانچہ جو کچھ ہوا وہ خود ابو الفضل کے ایک شاگرد کی زبانی سنئے جو اس نے خواجہ ہاشم سے اس طرح بیان کیا:۔

حضرت شیخ تو نیز از استماع ایں حروف او متغیر شدہ از مجلس او برخاستند و در' وقت برخاستن فرمودند" اگر ذوق صحبت علم داری ازیں حرف ہائے دور از ادب زباں باز دار" در فتند و چند روز بہ مجلس او حاضر نہ شدند تا او خود کس فرستادہ و معذرت خواستہ طلب نمود 15

"ترجمہ) تمہارے حضرت شیخ تو ان کلمات کو سن کر متغیر ہوگئے اور اس کی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اٹھتے ہوئے فرمایا "اگر تو علماء کی صحبت کا ذوق رکھتا ہے تو اس قسم کے بے ادبانہ کلمات سے اپنی زبان باز رکھ"۔ یہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے اور چند روز اس کی مجلس میں نہیں آئے حتیٰ کہ ابو الفضل نے خود کسی کو بھیج کر معذرت خواہی کی اور آپ کو بلوایا۔

نکاح:۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو جب اکبر آباد میں ایک عرصہ گزر گیا تو آپ کے والد ماجد حضرت عبدالاحد بے تابانہ آپ کو لینے اکبر آباد تشریف لے گئے' سرہند جاتے ہوئے واپسی میں جب تھانیسر پہنچے تو وہاں کے رئیس شیخ سلطان نے جو اکبر کے خاص مقربین میں تھے' اپنی صاحبزادی کے ساتھ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا عقد کرنا چاہا' آپ نے قبول فرمایا اور نکاح ہوگیا' اس کے بعد آپ والد ماجد کے ہمراہ سرہند تشریف لے آئے۔ 16

اکتساب فیض:۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے ابتداء میں اپنے والد بزرگوار شیخ عبدالاحد ہی سے روحانی فیض حاصل کیا' آپ نے چشتیہ سلسلے کا خرقہ خلافت عطا کیا' حضرت مجدد علیہ الرحمہ خود تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایں درویش را مایہ نسبت فردیت از پدر بزرگوار خود حاصل شدہ بود و پدر بزرگوار او از عزیزے

شیخ کمال کیتھلی (م۔ 981ھ، 1573ء) کہ جذبہ قوی داشتند و بہ خوارق مشہور بودند بہ دست آمدہ بود و نیز ایں درویش راتوفیق عبادت نافلہ خصوصاً" ادائے صلوۃ نافلہ مدد لے از پدر رے وے است و پدر بزرگوار اوراایں سعادت از شیخ خود (شیخ عبدالقدوس م۔ 944ھ، 1537ء) کہ در سلسلہ چشتیہ بودہ اند حاصل شدہ بود"۔ 17

(ترجمہ) اس فقیر کو نسبت فردیت اپنے والد بزرگوار سے ملی ہے' والد بزرگوار نے اس کو ایک عزیز شیخ کمال کیتھلی (م۔ 981ھ، 1573ء) سے حاصل کیا تھا جو جذبہ قوی رکھتے تھے' اور خوارق میں مشہور تھے' اس کے علاوہ اس فقیر کو عبادت نافلہ خصوصاً" نماز نافلہ کی توفیق اپنے والد بزرگوار سے ملی ہے' اور انہوں نے یہ سعادت سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ شیخ عبدالقدوس (م۔ 944ھ، 1537ء) سے حاصل کی تھی۔

شیخ کمال کیتھلی نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو ایام طفولیت میں توجہ خاص سے نوازا تھا اور نسبت قادریہ بخشی تھی' بعد میں خرقہ خلافت اور اجازت بھی عطا فرمایا' اس واقعہ کی تفصیل خواجہ محمد ہاشم کشمی نے یوں لکھی ہے:۔

جب آپ پہلی مرتبہ خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ (م۔ 1012ھ، 1603ء) کی صحبت سے مستفیض ہو کر دہلی سے واپس سرہند تشریف لائے تو ایک روز مریدین کے حلقہ میں مراقبہ فرما رہے تھے' اثنائے مراقبہ میں شاہ سکندر (م 1023ھ 1614ء) نبیرہ شیخ کمال کیتھلی' تشریف لائے اور شیخ موصوف کا خرقہ آپ کے شانوں پر ڈال دیا' حضرت مجدد علیہ الرحمہ جب مراقبہ سے فارغ ہوئے تو اس کو زیب تن فرمایا' اور مکان کے اندر تشریف لے گئے' کچھ دیر کے بعد باہر تشریف لائے تو فرمایا:

"بعد از پوشیدن خرقہ حضرت شاہ کمال قضیہ عجیب روئے دادہ" 18

ترجمہ:۔ حضرت شاہ کمال کا خرقہ پہننے کے بعد عجیب معاملہ پیش آیا!

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو سلسلہ نقشبندیہ میں خرقہ خلافت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ نے عطا فرمایا تھا' ان تینوں نسبتوں کا آپ اس طرح ذکر فرماتے ہیں:۔

"ارادت من بہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ وسائط کثیرہ است در طریقہ نقشبندیہ بست ویک واسطہ درمیان است' ودر طریقہ قادریہ بست وپنج ودر طریقہ چشتیہ بست وہفت"۔ 19

(ترجمہ) مجھے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے واسطوں سے نسبت حاصل ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں 21 واسطوں سے طریقہ قادریہ میں 25 واسطوں سے' اور طریقہ چشتیہ میں 27 واسطوں سے۔

تینوں سلسلوں میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو سلسلہ نقشبندیہ سے خاص لگاؤ تھا' اس لئے اس نسبت کے متعلق ذرا تفصیل سے عرض کیا جاتا ہے۔

سفر دہلی:۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ اپنے والد بزرگوار شیخ عبدالاحد کی حیات میں زیادہ تر سرہند ہی میں مقیم رہے' کچھ عرصہ کے لئے اکبر آباد تشریف لے گئے تھے' 1007ھ میں والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو 1008ھ میں آپ نفلی حج کے ارادے سے روانہ ہوگئے' اثنائے راہ میں جب دہلی پہنچے تو آپ کے محب خاص مولانا حسن کشمیری نے خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ سے ملاقات کی تحریک کی' چنانچہ انہی کی تحریک سے آپ خواجہ موصوف کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے' خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ نے آپ پر بڑی شفقت فرمائی اور فرمایا:۔

"ہرچند ارادہ سفر مبارک در پیش دارید اما چند روزی تواں بہ فقراء صحبت داشت' لااقل ما ہے یا ہفتہ' چہ مانع است؟" 20

(ترجمہ) گو کہ آپ ایک مبارک سفر کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن چند روز کے لئے ممکن ہو تو فقراء کے ساتھ رہیں' زیادہ دن نہیں بس یہی ایک ماہ یا ایک ہفتہ' اس میں کیا حرج ہے؟

حضرت مجدد علیہ الرحمہ' خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں دو تین ماہ رہے اور اس قلیل عرصہ میں وہ کچھ پالیا جو بہت سے طالبوں کو برسوں میں بھی نہیں ملتا' حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو پہلے ہی اس کا اندازہ ہوگیا تھا' چنانچہ آپ نے اپنے خلیفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی سے فرمایا۔

"ازاں روز کہ در خدمت علیہ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ تعلیم طریقت گر فتم مرا بہ یقین پیوست کہ عن قریب اللہ سبحانہ' بہ محض کرم مرا بہ نہایہ ایں راہ خواہد رسانید' ہرچند از راہ دید قصور حال و اعمال نفی ایں یقین می نمودم صورت نمی بست و اکثر ایں بیت در زبانم بود ا۔

ازیں نورے کہ از تو بر دلم تافت
یقین دانم کہ آخر خواہمت یافت"

(ترجمہ) جس روز سے کہ فقیر نے اپنے حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ کی خدمت عالی میں تعلیم طریقت حاصل کرنی شروع کی' اسی وقت یقین ہوگیا تھا کہ عن قریب اللہ سبحانہ و تعالیٰ محض اپنے کرم سے مجھ کو اس راستے کی معراج تک پہنچائے گا ہرچند کہ اپنے احوال و اعمال پر نظر جاتی تو اس یقین کی نفی کرتا مگر چین نہیں آتا اور اکثر زبان پہ یہ شعر آتا:۔

اے محبوب میرے دل پر جو تیرا نور چمکا ہے

یقیناً "اس کی چمک میں تجھ کو پالوں گا

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے پیر زادگان خواجہ عبید اللہ (م- 1074ھ) اور خواجہ عبداللہ (م- 1075ھ) رحمہما اللہ تعالیٰ کے نام جو مکتوب ارسال فرمایا تھا اس میں خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ سے روحانی استفاضہ کا اس طرح ذکر کیا ہے:-

"یہ فقیر از سرتاقدم آپ کے والد بزرگوار کے احسانوں میں غرق ہے' اس راہ میں "الف" "با" کا سبق انہی سے لیا ہے اور اس راہ کے حروف تہجی انہی سے سیکھے ہیں اور ابتداء میں انتہا کے مدارج حاصل ہونے کی دولت انہی کی صحبت کی برکت سے حاصل کی ہے' اور "سفر در وطن" کی سعادت انہی کی خدمت کے صدقہ میں پائی ہے' ان کی توجہ شریف نے ڈھائی ماہ میں اس نا قابل کو نسبت نقشبندیہ تک پہنچا دیا اور اکابر نقشبندیہ کا "حضور خاص" عطا فرمایا' اس قلیل مدت میں جو تجلیات' ظہورات انوار الوان اور بے رنگینیاں اور بے کیفیاں حاصل ہوئیں ان کی شرح و تفصیل کو کیا بیان کیا جائے؟" 22

خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ اپنے ایک مکتوب میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی باطنی استعداد و صلاحیت کا اس طرح ذکر فرماتے ہیں:-

"شیخ احمد نام مرداست از سرہند کثیر العلم و قوی العمل' روزے چند فقیر بہ او نشست و برخاست کردہ' عجائب بسیار از روزگار اوقات او مشاہدہ نمودہ بہ آں ماند کہ چراغے شود کہ عالمہا ازو روشن گردو' الحمد اللہ تعالیٰ احوال کاملہ اورا مرا بہ یقین پیوستہ' وایں شیخ مشارالیہ برادران و اقربا دارو ہمہ صالح از طبقہ علماء چند سے رادعاگو ملازمت کردہ' از جواہر عالیہ دانستہ استعداد ہائے عجیب دارند' فرزندان آں شیخ کہ اطفال اندا سرار الٰہی اند بالجملہ شجرہ طیبہ اند' انبتہ اللہ نبا تا حسنا"- 23

(ترجمہ) شیخ احمد سرہند کے رہنے والے ہیں' بڑے عالم اور عامل ہیں' فقیر نے چند روز ان کے ساتھ نشست و برخاست کی ہے اور بہت سی عجیب باتیں مشاہدہ کیں' معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ آگے چل کر ایک چراغ بنیں گے جس سے دنیا روشن ہوگی' الحمد اللہ ان کے احوال کامل کو دیکھ کر مجھے اس بات کا یقین ہو گیا ہے' شیخ مذکور کے بھائی اور رشتہ دار بھی ہیں اور سب کے سب نیک اور صالح ہیں اور طبقہ علماء اسلام سے ہیں ان میں سے چند نے اس دعا گو سے بھی ملاقات کی ہے جواہر عالیہ اور عجیب صلاحیتیں رکھتے ہیں مذکور کے صاحبزادگان جو ہنوز بچے ہی ہیں اسرار الٰہی ہیں' ایک ایسا شجرہ طیبہ ہیں جس کو اللہ نے خوب بڑھایا

غرض حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کی صحبت سے "ترقیات اور عروجات متعالیہ" حاصل کیں اور اس میں شک نہیں کہ ان ترقیات و عروجات کا سہرا مولانا کشمیری کے سر ہے' حضرت مجدد علیہ الرحمہ' موصوف کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:-

"فقیر در ادائے شکر نعمت ولالت شما اعتراف بہ قصور دار دور مکافات آن احسان شما معترف بہ عجز' ایں کاروبار مبنی بر آں نعمت است وایں دید و داد مربوط بہ آں احسان' بہ حسن توسط شما آں دادہ اند کہ کم کسے دیدہ است و بہ یمن توصل شما آں بخشیدہ اند کہ کم کسے چشیدہ"۔ 24

(ترجمہ) فقیر آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا اور اس احسان کا بدلہ اتارنے سے قاصر ہے' یہ ساری ترقیاں اور یہ سارے مشاہدات آپ کے اس انعام پر مبنی ہیں اور اسی سے وابستہ ہیں۔آپکے توسّل سے جو کچھ دیا گیا ہے کہ کسی کو کیا دیا گیا ہو گا! اور آپ کی ملاقات کی برکت سے وہ کچھ عطا کیا گیا ہے کہ کسی کو کیا عطا کیا گیا ہو گا!

خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ نے فیض یاب کرنے کے بعد آپ کو بیعت کرنے سے پہلے واقعات سنائے' جن سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی روحانی عظمت پر روشنی پڑتی ہے' خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ نے فرمایا:۔

"جب فقیر کے شیخ طریقت خواجہ امکنگی علیہ الرحمہ (م۔ 1008ھ/ 1599ء) نے فقیر کو ہندوستان جانے کا حکم دیا تو اپنے کو اس سفر کے شایان شان نہ پا کر فقیر نے تواضعاً"پس و پیش کیا' خواجہ موصوف نے استخارے کے لئے فرمایا' استخارہ کیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک شاخ پر طوطا بیٹھا ہوا ہے دل میں یہ خیال کہ اگر یہ طوطا شاخ سے اڑ کر ہاتھ پر آبیٹھے تو اس سفر میں کچھ سہولت ہو جائے' معاً" وہ طوطا اڑ کر فقیر کے ہاتھ پر آبیٹھا' فقیر نے اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اس نے فقیر کے منہ میں شکر ڈالی" 25

دوسرے روز خواجہ امکنگی سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا:۔

"طوطا ہندوستانی جانور ہے' ہندوستان میں تمہارے دامن سے ایک ایسا عزیز وابستہ ہو گا جس سے عالم منور ہو گا اور تم بھی اس سے مستفیض ہو گے"۔ 26

چنانچہ خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کابل سے روانہ ہو کر لاہور پہنچے' پھر وہاں سے دہلی روانہ ہوئے' راستہ میں سرہند سے گزر ہوا' اس شہر میں جو واقعہ پیش آیا وہ خواجہ موصوف نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ سے اس طرح بیان فرمایا:۔

"جب فقیر تمہارے شہر سرہند میں پہنچا تو عالم واقعہ میں دکھایا گیا کہ تو "قطب" کے جوار میں اترا ہے' اس "قطب" کے حلیہ سے بھی آگاہ کیا گیا' چنانچہ دوسرے روز اس شہر کے درویشوں اور گوشہ نشینوں کی تلاش میں نکلا' مگر کسی کو بھی اس حلیے کے مطابق نہ پایا اور کسی پر آثار قطبیت مشاہدہ نہیں کئے' ناچار یہی سمجھا کہ شاید اہل شہر میں آئندہ کوئی اس قابل ہو گا' جونہی کہ فقیر نے تم کو دیکھا تمہارا حلیہ ' اس حلیہ کے عین موافق پایا اور اس قابلیت کے آثار بھی تم میں مشاہدہ کئے"۔ 27

خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ نے ایک اور واقعہ کا اس طرح ذکر فرمایا:-

"فقیر نے دیکھا کہ ایک بڑا چراغ روشن کیا گیا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی روشنی بڑھتی گئی- لوگ اس سے ہزاروں چراغ روشن کر رہے ہیں' حتیٰ کہ میں سرہند کے قریب پہنچا تو وہاں کے دشت و در کو چراغوں سے منور پایا- یہ اشارہ بھی تمہاری ہی طرف تھا"- 28

غرض حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو فیوض و برکات سے مالا مال کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا خرقہ اور اجازت مرحمت فرمائی اور سرہند رخصت فرمایا-

"اللہ! اللہ! دیار مقدس کا راہی ابھی منزل مقصود تک بھی نہ پہنچا تھا کہ راستے ہی میں نوازا گیا' طلب صادق ہو تو کیا نہیں ملتا' جو مانگئے وہ ملتا ہے' بلکہ سچ پوچھئے تو بن مانگے بھی ملتا ہے' دہلی سے واپس لوٹتے ہوئے' بہ صد نازش و افتخار فرماتے ہیں:-

"باز آمدیم باصد ہزار خلعت و فتوح" 29

(ترجمہ) ہم ہزار خلعتوں اور کامیابیوں کے ساتھ واپس لوٹ رہے ہیں-

دیکھنے والی آنکھوں نے تو یہ دیکھا کہ دیار محبوب کی طرف جانے والا' راستہ ہی سے واپس گیا' شاید نامراد آیا ہو!------ مگر کسی کو کیا معلوم کہ برق نظر کہاں گری اور اپنا کام کر گئی'

زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری

حضرت مجدد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:-

"ایں فقیر بہ یقیں می دانست کہ مثل ایں صحبت اجتماع و مانند آں تربیت ارشاد بعد از زمان آں سرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ و التسلیمات ہرگز بہ وجود نہ آمدہ است د شکر ایں نعمت بجای آرد کہ اگرچہ بہ شرف صحبت خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام مشرف نہ شدیم بارے از سعادت صحبت محروم نما ندیم"- 30

(ترجمہ) یہ فقیر یقینی طور پر جانتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے بعد اس قسم کی صحبت اور تربیت و ارشاد ہرگز وجود میں نہیں آئی ہوگی' فقیر اس نعمت کا شکر ادا کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے مشرف نہیں ہوا لیکن اس صحبت کی سعادت سے بھی محروم نہیں رہا-

دوسرا سفر:- دہلی سے سرہند آنے کے بعد حضرت مجدد علیہ الرحمہ دوبارہ خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ

—————— کی خدمت بابرکت میں دہلی حاضر ہوئے' اور عرصہ دراز تک شیخ کی صحبت فیض اثر سے مستفیض ہوےان صحبتوں نے دونوں بزرگوں کے درمیان مونست و مودت میں بہت اضافہ کردیا' شہزادہ (م- 1070ھ، 1659ء) نے اس کمال محبت اور باہمی کمال ادب و احترام کو عجائبات زمانہ میں شمار کیا ہے' صاحب مراۃ العالم اور صاحب مراۃ جہاں بھی عجائبات میں شمار کرتے ہیں' خواجہ محمد ہاشم کشمی تحریر فرماتے ہیں:-

"ایں صحبت و معاملہ کہ میاں ایں پیر وایں مرید قدس سرہ بظہور رسیدہ کم کے شنیدہ واز عجائب روزگار است و موجب حیرت الوالابصار" 31

(ترجمہ) یہ صحبت سلوک جوان دونوں پیر و مرید کے درمیان دیکھا گیا کسی اور کے متعلق نہ سنا گیا- یہ زمانہ کے عجائبات سے ہے جس کو دیکھ کر سبھی حیرت زدہ رہ جاتے ہیں-

یہ اس مرید کے خیالات ہیں جس کو خود حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے میر محمد نعمان برہان پوری (م- 1058ھ، 1648ء) کو خط لکھ کر بلوایا تھا:-

"خواجہ ہاشم را فرستند کہ چند روز در صحبت باشد و اخذ بعض علوم و معارف نماید کہ جوان قابل ظاہر می شود' مشار الیہ مربا شما است و مذاق دان شما" 32

(ترجمہ) خواجہ ہاشم کو بھیج دیں تاکہ وہ چند روز صحبت میں رہ کر بعض علوم و معارف حاصل کرے وہ قابل جوان معلوم ہوتا ہے- موصوف آپ کا تربیت یافتہ اور مزاج شناس ہے-

خواجہ محمد ہاشم کشمی' حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی خدمت میں دو برس رہے' سی اے اسٹوری لکھتا ہے-

1031ھ، 22-1621ء میں (محمد ہاشم کشمی) شیخ احمد سرہندی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریباً "دو سال تک مستقل آپ کی خدمت میں رہے"- 33

اس لئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے بارے میں آپ کے بیانات ہر حیثیت سے مستند اور قابل اعتبار ہیں' حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے متعلق موصوف ایک اور واقعہ میر محمد نعمان (م- 1058ھ 1648ء) کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:-

"روزے حضرت ایشان در حجرہ خود بر عریش خود غنودہ بودند ناگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ تنہا بہ شیوہ سائر درویشاں بہ قصد دریافت ایشاں بہ در حجرہ رسیدند خادم حضرت ایشاں خواست کہ حضرت ایشاں رابیدار کند حضرت خواجہ بہ مبالغہ تمام اور از بیدار کردن منع فرمودند وہم چناں بہ نیاز و ادب تمام بروں در نزدیک آستانہ انتظار بیداری حضرت ایشان می کشیدند' لمحہ بگزشتہ بود کہ حضرت ایشان بیدار شدہ

آواز دادند کہ "بیرون در کیست؟" حضرت خواجہ بہ ادب تمام گفتند کہ "فقیر محمد باقی" حضرت ایشان از عریش خود بہ اضطراب برجستہ بروں آمدو بہ افتقار انکسار تمام در خدمت نشستند" 34

(ترجمہ) ایک روز حضرت (حضرت مجدد علیہ الرحمہ) حجرہ میں تخت پر آرام فرما رہے تھے کہ خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ تن تنہا دوسرے درویشوں کے طرح آپ کو بھی دیکھنے آئے' حجرے کے دروازے پر پہنچے تو خادم نے چاہا کہ حضرت صاحب کو بیدار کردے مگر حضرت خواجہ نے سختی سے منع فرمادیا اور نیاز و ادب کے ساتھ دروازے کے باہر آستانے کے نزدیک حضرت کے جاگنے کے منتظر رہے تھوڑی دیر میں حضرت کی آنکھ کھلی تو (آہٹ سن کر) آواز دی کہ باہر کون ہے؟ حضرت خواجہ نے بڑے ادب کے ساتھ فرمایا "فقیر محمد باقی" حضرت صاحب (آواز سنتے ہی) تخت سے مضطربانہ اٹھ کھڑے ہوئے' اور باہر آکر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں بیٹھ گئے۔

دہلی میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد حضرت مجدد علیہ الرحمہ سرہند واپس تشریف لے گئے اس سفر نے آپ کی روحانی ترقی میں چار چاند لگا دیئے' سرہند آکر بیعت و ارشاد کا سلسلہ جاری کیا اور طالبان راہ حقیقت حلقہ بگوش ہونے لگے' خود آپ کے مرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ نے مریدین کو آپ ہی کی طرف رجوع کی ہدایت کی' اس سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے باطنی کمالات کا پتہ چلتا ہے' وہ خود تحریر فرماتے ہیں:۔

"سرگرمی حضرت خواجہ ماقدس سرہ بہ تربیت طالبان تازمانے بود کہ معاملہ مابہ انتہا نہ رسیدہ بود چوں از کار من فارغ شدند مری' گردید کہ خود راازکار مشیخت کشیدند و طلا راہما حوالہ نمودہ فرمودند کہ این تخم راازبخارا و سمرقند آوردیم و در زمین برکت آئین ہند کشیم" 35

(ترجمہ) ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ طالبان طریقت کی تربیت میں اس وقت تک سرگرم رہے جب تک کہ ہمارا معاملہ انتہا تک نہیں پہنچا لیکن جب ہماری تربیت سے فارغ ہوئے تو دیکھا گیا کہ آپ نے مشیخت کی تمام ذمہ داریاں ترک کرکے طالبان طریقت کو ہمارے حوالے کردیا اور فرمایا:۔ بخارا اور سمرقند سے ہم اس بیج کو لائے تھے اور ہم نے ہندوستان کی متبرک زمین میں اس کو بو دیا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اس قول کی تصدیق خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کے ایک مکتوب سے بھی ہوتی ہے' جو انہوں نے شیخ موصوف کو بھیجا تھا' تحریر فرماتے ہیں:۔

"جناب سیادت ماب' امیر صالح نیشاپوری سلمہ اللہ اظہار طلب نمودند چوں وقت مقتضی این نہ بود تضیع اوقات ایشاں دادن از مسلمانی نہ نمود۔ لاجرم بہ صحبت شما فرستادہ شد' انشاء اللہ بقدر استعداد بہرہ مند گردند و توجہ لطف کامل یابند والدعا"۔ 36

(ترجمہ) جناب سیادت ماب امیر صالح نیشا پوری سلمہ اللہ نے طلب ظاہر کی تھی' چوں کہ تقاضائے وقت نہ تھا' اس لئے ان کی تضیع اوقات کو مسلمانی کے منافی سمجھا' اس لئے تمہارے پاس بھیجا گیا انشاء اللہ اپنی استعداد کے مطابق وہ بہرہ مند ہوں گے' اور کامل توجہ اور لطف خاص سے ان کو نوازا جائے گا۔

کچھ عرصہ قیام کے بعد حضرت مجدد علیہ الرحمہ دہلی سے سرہند تشریف لے آئے۔

تیسرا سفر:۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے دہلی کا تیسرا سفر تقریباً" 1011ھ 1602ء اور 1012ھ 1603ء کے درمیان خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کے آخری ایام میں کیا تھا' اس مرتبہ مرشد بزرگوار نے اپنے دونوں شیر خوار فرزندوں خواجہ محمد عبیداللہ (ولادت 1010ھ ر 1601ء) اور خواجہ محمد عبداللہ (ولادت 1010ھ ر 1601ء) کو طلب کیا اور ان پر توجہ ڈالنے کے لئے فرمایا' پھر ان دونوں کی ماؤں پر بھی غائبانہ توجہ ڈالنے کے لئے اشارہ فرمایا۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے دونوں پیرزادگان کے نام پر جو مکتوب ارسال کیا تھا اس میں اس کا تفصیلی ذکر موجود ہے' فرماتے ہیں:۔

"اس فقیر کو تین مرتبہ حضرت کے در دولت کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' جب آخری مرتبہ زیارت ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ضعف بدن غالب آگیا ہے (اب) امید حیات کم رہ گئی ہے تم بچوں کے احوال سے باخبر رہنا (پھر) آپ کو اپنے سامنے طلب فرمایا' اس وقت آپ دودھ پیتے بچے تھے' اس فقیر کو حکم دیا کہ "ان پر توجہ دو" حضرت کے حکم سے ان کی موجودگی میں آپ کو توجہ دی' یہاں تک کہ اس کا اثر بھی ظاہر ہوا' اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ والدات کو بھی غائبانہ توجہ دو' چنانچہ ان کو بھی غائبانہ توجہ دی گئی' امید ہے کہ حضرت کی موجودگی کی برکت سے اس توجہ کے بھی اچھے نتائج ظاہر ہوئے ہوں گے"۔ 37

خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کی حیات مبارکہ میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا یہ آخری سفر تھا' دہلی سے واپس آنے کے بعد آپ کچھ روز سرہند میں رہے' اس کے بعد پیر بزرگوار کی ہدایت کے مطابق لاہور تشریف لے گئے اور وہاں تعلیم و ارشاد کا سلسلہ جاری کیا' فضلائے عصر آپ کی صحبت سے مستفیض ہوئے مولانا جمال تلوی اکثر خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے تھے۔

چوتھا سفر:۔ ابھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ لاہور ہی میں تھے کہ 25 جمادی الآخر 1012ھ (1603ء) کو دلی میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کا انتقال ہوگیا یہ جانکاہ خبر لاہور پہنچی تو آپ فوراً" دہلی روانہ ہوگئے یہ چوتھا سفر تھا دہلی پہنچ کر دربار مبارک کی زیارت فاتحہ خوانی اور اہل خانہ سے تعزیت کے بعد سرہند واپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد پانچویں مرتبہ مرشد کے عرس میں شرکت کیلئے دہلی تشریف لے گئے واپسی کے بعد پھر سرہند ہی میں رہے البتہ دو تین مرتبہ اکبر آباد تشریف لے گئے اور

آخری عمر میں جہانگیر کی مزاحمت کی وجہ سے لشکر شاہی کے ساتھ چند مقامات میں جانے کا اتفاق ہوا۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کی وفات (1012ھ-1603ء) کے بعد حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اپنی تبلیغی مساعی کو تیز کردیا تاآنکہ سرزمین ہند کی کایا پلٹ گئی۔

ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

حوالہ جات

۱ ابوالکلام آزاد:۔ ''تذکرہ'' مطبوعہ لاہور، ص ۲۵۴

۲ سلیمان ندوی:۔ خطبات مدارس، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۳ء ص ۲۵

۳ محمد ہاشم کشمی:۔ زبدۃ المقامات، مطبوعہ کانپور ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء ص ۸۹-۸۸

۴ محمد فضل اللہ ۔ عمدۃ المقامات، مطبوعہ لاہور، ۱۳۵۵ھ ص ۹۹

۵ زبدۃ المقامات، ص ۹۱-۸۹

۶ پروفیسر فرمان علی۔ حیات مجدد، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء ص ۱

۷ زبدۃ المقامات، ص ۱۲۷

۸ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، نیا ایڈیشن، جلد اول، ص۔ ۲۹۷

۹ سی اے اسٹوری، دی پرشین لٹریچر، جلد اول، حصہ دوم، ص۔ ۹۸۸

۱۰ مکتوبات شریف دفتر سوم ''معرفت الحقائق'' (۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۲ء) مرتبہ خواجہ ہاشم کشمی، مکتوب ۴۳، مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۳ھ

۱۱ تذکرہ مجدد الف ثانی مرتبہ محمد منظور نعمانی، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۵۔ ۲۲۴ و زبدۃ المقامات، ص ۱۳۸

۱۲ زبدۃ المقامات، ص ۱۳۲

۱۳ زبدۃ المقامات، ص ۱۳۲

۱۴ زبدۃ المقامات، ص ۱۳۲

۱۵ زبدۃ المقامات، ص ۱۳۲

۱۶ کمال الدین، روضۃ القیومیہ، مطبوعہ لاہور، ص ۶۸-۶۷

۱۷ حضرت مجدد الف ثانی، مبدا و معاد

۱۸ زبدۃ المقامات، ص ۱۳۵

۱۹ مکتوبات شریف، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۸۷

۲۰ زبدۃ المقامات، ص ۱۳۹

۲۱ زبدۃ المقامات، ص ۱۴۵

۲۲ مکتوبات شریف، دفتر اول ''درالمعرفت'' (۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء) مرتبہ خواجہ یار محمد بدخشی، مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۳ھ، حصہ چہارم، مکتوب ۲۶۶، ترجمہ از مولانا عبدالشکور، تذکرہ مجدد الف ثانی، ص ۲۲۷، مطبوعہ لکھنؤ

۲۳ زبدۃ المقامات، ص ۱۴۵

۲۴ زبدۃ المقامات، ص ۱۳۵

۲۵ زبدۃ المقامات، ص ۱۴۱-۱۴۰

۲۶ زبدۃ المقامات، ص ۱۴۱

۲۷ زبدۃ المقامات، ص ۱۴۱

۲۸ زبدۃ المقامات، ص ۱۴۱

۲۹ زبدۃ المقامات، ص ۱۴۶

۳۰ حضرت مجدد: ۔ مبدا و معاد

۳۱ زبدۃ المقامات، ص ۱۵۵

۳۲ مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب نمبر ۱

۳۳ سی۔ اے۔ اسٹوری، پرشین لٹریچر، جلد اول، حصہ دوم، لندن، ۱۹۵۳ء

۳۴ زبدۃ المقامات، ص ۱۵۳

۳۵ زبدۃ المقامات، ص ۱۵۶

۳۶ زبدۃ المقامات، ص ۱۵۴

۳۷ مکتوبات شریف، دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب ۲۶۶

گرمیٔ احرار

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اصلاح احوال کیلئے جو طریقہ عمل اختیار فرمایا وہ اس وقت کے معروضی حالات کے پیش نظر بہت مناسب اور بے حد کامیاب طریقہ عمل تھا' مغل حکمرانوں نے اپنی ہندو رعایا کو خوش کرنے کے لئے اسلامی تعلیم و تربیت اور تبلیغ دین سے بے رخی تو اختیار کر ہی لی تھی اب وہ عملی طور پر ایسی خرافات کو بھی رواج دینے لگے تھے جو ملوکیت و شہنشاہیت کے مکارانہ حیلوں اور انسانیت سوز رویوں کے مترادف تھیں' یہ بات اسلامی تعلیمات سے اعراض ہی نہیں کھلی بغاوت کے مترادف تھی۔ بادشاہ وقت کے لئے سجدہ تعظیمی کی رسم بد ایک واضح مثال ہے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا عزم و ہمت اس روش بد کیلئے سد سکندری ثابت ہوا' حکیم امت شاعر مشرق نے اس حقیقت حال کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

تزک و احتشام جہانگیری کے سامنے سینہ سپر ہونا اور سجدہ تعظیمی کی رسم بد کو حرف غلط کی طرح مٹا دینا حضرت مجددؒ کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے' حکام وقت کی اصلاح ایک بہت ہی کٹھن کام ہے اور جان پر کھیلنے کے مترادف ہے مگر اس کے بغیر نہ تو ان منہ زور گھوڑوں کو لگام دی جاسکتی ہے اور نہ اس سیلاب بلا کو روکا جاسکتا ہے جو ان حکام کی غلط روش کے نتیجے میں اسلامی معاشرے کو اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے' اسے روکنا اور اس کا رخ موڑ دینا ایسے مردان احرار کا کام ہے جن کی اسلامی تاریخ میں کبھی کمی نہیں رہی۔

لیکن اس طریقہ عمل کی کامیابی دو باتوں کی محتاج ہوتی ہے اول یہ کہ اس جادہ مستقیم کو اپنانے والا اپنے سینے میں عزیمت و استقامت کا غیر متزلزل دل رکھتا ہو جسے قہر ملوکیت کا بڑے سے بڑا زلزلہ بھی نہ ہلا سکے اور دوسرا اخلاص نیت جو جاہ طلبی و کرسی اقتدار کی نفی کرنے کے ساتھ ساتھ حاکم وقت کے لئے یہ یقین دہانی بھی کرا سکے کہ اس سے اس کی بیخ کنی کے بجائے استحکام سلطنت مقصود ہے حضرت مجدد نے شوکت و دبدبہ جہانگیری سے مرعوب ہوئے بغیر ایک ایسی روش اپنائی اور قول و عمل سے اس کا یوں اظہار فرمایا کہ بادشاہ کو جہاں حضرت مجدد کے اخلاص نیت کا یقین ہو گیا وہاں اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اخلاص

نیت کا یہ پتلا عزیمت واستقامت کا غیر متزلزل کوہ گراں بھی ہے۔

شیخ سرہند کے طریقہ عمل سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ دنیاوی عزوجاہ اور سیم وزر کی طلب سے علم وعلماء کی رسوائی ہوتی ہے' رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا تھا کہ "الدنیا جیفتہ وطا لبھا کلاب" دنیا تو ایک مردار ہے اور اس کا طالب کتا ہوتا ہے تو اس سے طبقہ علماء کو خصوصیت کے ساتھ خبردار کرنا مقصود تھا کہ وہ حرص وطمع دنیا سے نور علم کی سفید چادر کو داغدار نہ ہونے دیں ورنہ علم بھی رسوا ہوگا اور علماء کا مرتبہ بھی گر جائے گا' اس کے برعکس اہل علم کی دنیا دراصل اہل فقر کی دنیا ہے اسی فقر کی دنیا میں علم کی جو شمع روشن ہوتی ہے اس کی روشنی لازوال واشاعت پذیر ہوتی ہے' جاہ طلبی اور زر پرستی تو علم کی موت ہے کیا خوب فرمایا شاعر مشرق نے:

عارف کا ٹھکانا نہیں وہ خطہ کہ جس میں
پیدا کلہ فقر سے ہو طرہ دستار!

علمائے امت دراصل علم ومعرفت اور دانش روحانی وبرہانی کے روشن چراغ ہوتے ہیں' چراغ کا کام روشنی مہیا کرنا اور راہ دکھانا ہے' اندھیروں میں بھٹکنے والوں کے لئے روشنی کا سامان کرنا اس جماعت علمائے امت کا منصبی فریضہ ہے' حضرت مجدد الف ثانیؒ نے یہی منصبی فریضہ انجام دیا' حکومت کی غلط روش پر اسے سرزنش کی اور اسے راہ راست پر آنے کی تلقین فرمائی مگر جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ کیا آپ کرسی اقتدار کے طلب گار ہیں؟ تو آپ کا جواب باصواب یہ تھا کہ مجھے کرسی اقتدار کی طلب نہیں بلکہ میرا مقصد کرسی اقتدار کی اصلاح وارشاد ہے' آپ کے اس جواب باصواب اور مومنانہ موقف کا نتیجہ یہ نکلا کہ جہانگیر کو اپنی سیاسی روش کی اصلاح کرنا پڑی اور شیخ سرہند کے صائب مشوروں اور معقول آراء کو قبول کرنا پڑا' اہل اقتدار کو جب یہ علم ہو جائے کہ منبر فقرودرویشی سے اٹھنے والی ندائے حق اصلاح احوال اور اعلائے کلمتہ اللہ کے لئے ہے مگر اس کا اور کوئی دنیاوی مقصد یا مادی لالچ نہیں تو پھر اس ندائے حق پر کان دھرے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہوتا۔

انسانی معاشرہ ہمیشہ مادی آلائشوں اور اخلاقی رذائل کے باعث ابتری کا شکار ہوتا ہے اس لئے ان رذائل اور آلائشوں کا سدباب ہونا چاہئے' یہ سدباب کیسے ممکن ہے؟ اس کا عملی طریقہ بھی ہمیں مجدد الف ثانی کے ہاں سے میسر آتا ہے' اور یہ عملی طریقہ وہی پیغمبرانہ طریقہ ہے جو مکی عہد نبوت میں دار ارقم میں انجام پایا اور پھر ہجرت کے بعد مدنی عہد نبوت میں صفہ مسجد نبوی اس کا مرکز تھا' تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفوس سے ایسے انسان تیار کئے گئے جو جہاں جہاں اور جس جس میدان عمل میں داخل ہوئے فتح وظفر کے جھنڈے گاڑتے گئے اور ہر طرف باطل کو سرنگوں اور حق کو سربلند کرتے گئے' یہی

طریقہ حضرت مجددؒ نے اپنایا اور ان کا یہی طریقہ عمل آج ہمیں بھی درکار ہے۔

امت مسلمہ کی تعلیم و تربیت پر توجہ مرکوز کرنا شیخ سرہند کا ایک اہم تجدیدی کارنامہ ہے' جہالت کی آگ انسانی شخصیت کو جلاتی اور انسانی کردار کو خاکستر بناتی رہتی ہے شیخ نے اپنے مکتوبات میں تعلیم کو عام کرنے اور مسلمان کو جہالت کے الاؤ سے نکالنے کے لئے اپنے پیروکاروں کو جو ہدایات دیں اور جو سعی مشکور فرمائی اس کے اثرات بعد کے ادوار میں بھی محسوس ہوتے رہے برصغیر کے مسلم حکمرانوں نے حکومتی و سرکاری سطح پر تعلیمی نظام پر شاذ و نادر ہی توجہ دی ہے۔ مگر حضرت مجددؒ نے اس پہلو پر توجہ دیکر یہ واضح کردیا کہ غار حراء سے پھوٹنے والی اقراء کی روشن کرن دراصل علم و معرفت کی وہ سرمدی کرن تھی جس کا حکم طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم (علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے) یعنی محض حق نہیں کہ اس سے آپ دست بردار ہو جائیں تو بات ختم ہوگئی بلکہ یہ تو ایسا فریضہ ہے جس سے سبکدوش ہونا ہی پڑتا ہے اس سے دست برداری کے کوئی معنی نہیں ہیں اگر ہم آج برصغیر بالعموم اور دولت خداداد پاکستان میں بالخصوص ملت اسلامیہ میں پائے جانے والے خواندگی کے پست معیار پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مجددؒ کا اس طرف ملت کو متوجہ کرنا کتنا اہم اور کس قدر بروقت اقدام تھا!

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا نمایاں تجدیدی کارنامہ تصوف اسلامی کی اصلاح و تعمیر ہے' اکبری عہد کی خرافات میں سے سب سے بڑی خرابی دین الٰہی کا ڈھکوسلا تھا جس نے اشاعت و تبلیغ اسلام کی راہ روکنے کے علاوہ امت میں انتشار و افتراق پیدا کردیا تھا اور ہمہ اوست کا صوفی نعرہ اسلام اور ہندو مت کے ڈانڈے ملانے لگا تھا اور اس بات کا خدشہ تھا کہ بدھ مت کے پیروکاروں کی طرح مسلمان بھی ہندو دھرم میں تحلیل ہو جائے گا حضرت مجدد نے نہ صرف وحدت شہود کی تحریک سے تصوف اسلامی کی اصلاح فرمائی بلکہ امت مسلمہ کو تحلیل و ضیاع سے بھی بچالیا' امت مسلمہ کے الگ تشخص کو نمایاں کرکے آپ نے دو قومی نظریہ کے لئے عملی خطوط مہیا فرمائے شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کا ملت اسلامیہ کی اصلاح و تعمیر کے لئے اختیار کردہ یہ طریقہ عمل ہم سے بھی یہ تقاضا کرتا ہے کہ علمائے کرام کا یہ منصب ہے کہ وہ حکام کے غلط رویوں کی اصلاح کریں مگر اپنے اس کار خیر میں اخلاص نیت کو شرط اول کی حیثیت دیں' کرسی اقتدار کے طلب گار بننے کی نسبت اقتدار کی اصلاح کو اولیت دیں' عملی سیاست علماء کے لئے کوئی شجر ممنوعہ نہیں تاہم اس خارزار میں عملی قدم رکھنے کے بجائے اہل سیاست کی اصلاح زیادہ اہم ہے اسی طرح امت کو جہالت کے الاؤ میں جلنے سے بچانا بھی وقت کا اہم تقاضا ہے' مسجد کو امت کی خواندگی کا معیار بلند کرنے اور مقدار بڑھانے میں بہت اہم کردار ادا کرنا ہے' لیکن ان سب سے بڑھ کر آج جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ گروہ بندی اور فرقہ پرستی میں مبتلا امت مسلمہ کو نجات دلانا

ہے اور یہ کام بہترین انداز میں اور سب سے زیادہ مستحسن و کامیاب طریقے سے اہل تصوف و اصحاب طریقت انجام دے سکتے ہیں صوفیائے کرام کے حلقے میں بڑی وسعت ہوتی تھی ' اس میں اللہ کے تمام بندوں کے لئے راہ پانے کی گنجائش تھی کسی گروہ بندی یا فرقہ پرستی کی گنجائش نہ تھی بلکہ مسلم اور غیر مسلم سب ان بزرگوں کی محافل اصلاح و ارشاد میں شامل ہوسکتے تھے ' یہاں سے سب یکساں فیض یاب ہوتے تھے ' آج بھی ہمارے بزرگ مشائخ طریقت اور اہل تصوف امت کے زخمی دلوں کے لئے مرہم کا سامان کر کے اس کے دلوں کو اللہ'' کی رسی میں پرو سکتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا طریقہ عمل تو ہم سے یہی تقاضا کرتا ہے!

مکتوبات کے آئینے میں

○ ○

ذیل کے اقتباسات حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات سے جمع کئے گئے ہیں تاکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے حالات زندگی خود ان کی زبانی معلوم کئے جا سکیں۔ مجھے اس بات کا اقرار ہے کہ ان اقتباسات سے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی جامع سوانح حیات تیار تو نہ ہو سکے گی لیکن سوانح حیات کے ضمن میں یہ کوشش ایک بھرپور افادیت کی حامل ہے۔

نام:- بندہ کمترین پر تقصیر احمد بن عبدالاحد کی گزارش ہے کہ جب تک حالات و واردات ظاہر ہوتے تھے ان کے عرض کرنے میں گستاخی اور جرأت کرتا تھا۔ (دفتر اول حصہ اول مکتوب نمبر 18 صفحہ 37)

نسب:- (I) میرے مخدوم فقیر کو ایسی باتیں سننے کی تاب و طاقت نہیں ہے۔ اس قسم کی باتوں سے میری رگ فاروقی بے اختیار بھڑک اٹھتی ہے اور ان کی تاویل و توجیہہ کی بھی مہلت نہیں دیتی ان باتوں کے کہنے والے شیخ کبیر یمنی ہوں یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام درکار ہے نہ کہ کلام محی الدین عربی۔ (دفتر اول حصہ دوم مکتوب نمبر 100 صفحہ 100)

(ب) چونکہ اس خبر وحشت انگیز نے طبیعت میں ایک شورش پیدا کر دی ہے اور میری رگ فاروقی بھڑکا دی۔ اس لئے یہ چند کلمے تحریر کر دیئے۔ (دفتر دوم حصہ ششم مکتوب نمبر 15 صفحہ 100)

وطن مبارک:- شہر سرہند کو میرے زندہ ہونے کی جگہ سمجھنا چاہیے جیسے ایک گہرے اور تاریک کنویں کو پاٹ کر ایک ایسا چبوترا بنایا گیا ہے جس کو اکثر شہروں اور مقاموں پر بلندی بخشی گئی ہے اور اس میں بے صفی و بے کیفی کا نور ودیعت رکھا گیا ہے جو سرزمین بیت اللہ شریف میں ظاہر ہونے والے نور کی مانند ہے۔ (دفتر دوم حصہ ششم مکتوب 22۔ صفحہ 55)

مقصد ولادت:- میں سمجھتا ہوں کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولایت ابراہیمی کے رنگ میں رنگی جائے اور اس ولایت کے جمال صباحت کے ساتھ مل جائے حدیث میں آیا ہے۔ (میرا بھائی یوسف صبیح تھا اور میں ملیح ہوں) اور اس اصباغ اور امتزاج سے محبوبیت محمدیہ کا مقام درجہ بلند تک پہنچ جائے۔ (دفتر دوم حصہ ششم مکتوب 6 صفحہ 24)

بچپن میں رجحان:- میرے مخدوما مکرما! فقیر کا اعتقاد لڑکپن سے اہل توحید کا مشرب تھا اور فقیر کے والد بزرگوار قدس سرہ بظاہر اسی مشرب پر ہوئے ہیں اور باطن میں پوری پوری نگرانی

حاصل ہونے کے باوجود جو مرتبہ بے کیفی کی جانب رکھتے تھے ان کا اشغال ہمیشہ اسی طریق پر رہا اور اس مضمون کے موافق کہ فقیہہ کا بیٹا آدھا فقیہہ ہوتا ہے۔ فقیر کو اس مشرب سے ازروئے علم کے بہت فائدہ اور لذت حاصل تھی۔ (دفتر اول حصہ اول مکتوب 31 صفحہ 83)

پیرو مرشد:۔ (الف) حق تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے ارشاد و ہدایت کی پناہ والے حقائق و معارف کو جاننے والے پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ اور مولانا اور قبلہ خواجہ محمد باقی قدس سرہ کی خدمت و صحبت نصیب کی اور انہوں نے فقیر کو طریقہ نقشبندیہ تعلیم فرمایا اور اس مسکین کے حال زار پر بڑی توجہ فرمائی۔ (دفتر اول حصہ اول مکتوب نمبر 31 صفحہ 83)

ب:۔ اور وہ شیخ کامل دوسروں کو کامل کرنے والے کمال ولایت کے درجوں تک پہنچانے والے ایسے راستوں کی طرف ہدایت کرنے والے جس کی ابتدا میں انتہا مندرج ہے پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ اور امام باقی باللہ نقشبندی احراری ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے بھید پاک کرے۔ (دفتر اول حصہ اول مکتوب نمبر 1 صفحہ 3)

تربیت: (الف) (حضرت باقی باللہ کے صاحبزادوں کو لکھا ہے) یہ فقیر از سر تا قدم آپ کے والد بزرگوار کے احسانوں میں غرق ہے۔ اس راہ میں الف بے کا سبق انہی سے لیا ہے اور اس راہ میں حروف تہجی انہی سے سیکھے ہیں اور ابتداء میں انتہا کے مدارج حاصل ہونے کی دولت انہی کی صحبت کی برکت سے حاصل کی ہے اور "سفرور وطن" کی سعادت انہی کی خدمت کے صدقہ میں پائی ہے ان کی توجہ شریف نے ڈھائی ماہ میں اس ناقابل کو نسبت نقشبندیہ تک پہنچا دیا ہے اور اکابر نقشبندیہ کا "حضور خاص" عطا فرمایا۔ (دفتر اول حصہ چہارم مکتوب 266 صفحہ 105)

ب:۔ حضور (باقی باللہ) کا کمترین بندہ احمد عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی توجہ عالی کی برکت سے جذبہ اور سلوک کے دونوں طریقوں اور جلال و جمال کی دونوں صفتوں سے تربیت فرمائی اب جمال عین جلال ہے اور جلال عین جمال۔ (دفتر اول حصہ اول مکتوب نمبر 6 صفحہ 10)

ج:۔ حضور نے ایک دن واقعات میں سے کسی واقعہ میں فرمایا تھا کہ اگر خاکسار میں محبوبیت کے معنی نہ ہوتے تو مقصود تک پہنچنے میں بہت توقف واقع ہوتا اور اس نسبت کو بھی جو خاکسار کی محبوبیت کی حضور کی عنایت کے ساتھ ہے بیان فرمایا تھا اس بات سے بڑی بھاری امید لگ رہی ہے اور یہ جرأت و گستاخی بھی اس وجہ سے ہے۔ (مکتوب نمبر 14 صفحہ 32 دفتر اول حصہ اول)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارادت: اور میری ارادت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت واسطوں سے ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں اکیس اور قادریہ میں پچیس

اور چشتیہ میں ستائیس واسطے درمیان ہیں لیکن میری ارادت جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ واسطہ کو قبول نہیں کرتی جیسے کہ گزر چکا ہے۔(دفتر سوم حصہ نہم مکتوب 87 صفحہ 26)

تبلیغ کی اجازت

اے برادر جب حضرت خواجہ نے مجھ کو کامل مکمل جان کر تعلیم طریقہ کی اجازت فرمائی اور طالبوں کی ایک جماعت کو میرے حوالہ کیا تو مجھ کو اس وقت اپنی کمال تکمیل میں تردد تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تردد کی کوئی جگہ نہیں کیونکہ مشائخ عظام نے اس مقام کو مقام کمال و تکمیل فرمایا اس مقام پر تردد کریں تو ان مشائخ کی کمالیت میں تردد لازم آتا ہے۔ حسب الامر طریقت کی تعلیم کو شروع کیا اور طالبوں کے حق میں توجہ کو مد نظر رکھا اور طالبوں میں اس کا بڑا اثر محسوس ہوا۔ حتیٰ کہ سالکوں کا سالوں کا کام گھڑیوں میں ہونے لگا۔(دفتر اول، حصہ پنجم مکتوب 290 صفحہ 94)

غربت اسلام:۔ (الف) عرصہ تخمیناً" ایک صدی سے اسلام پر اس قسم کی غربت چھا رہی ہے کہ کافر لوگ مسلمانوں کے شہروں میں صرف کفر کے احکام جاری کرنے پر راضی نہیں ہوتے بلکہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکل دور ہو جائیں اور اسلام اور اہل اسلام کا کچھ اثر نہ رہے اور اس حد تک نوبت پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعائر اسلامی کو ظاہر کرتا ہے تو قتل کیا جاتا ہے گائے کی قربانی جو ہندوستان میں بہت بڑے اسلامی شعائر سے ہے کفار شاید جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں مگر گائے ذبح ہونے پر ہرگز راضی نہ ہوں گے۔ سلطنت کے ابتداء ہی میں اگر مسلمانی کا رواج پالیا اور مسلمانوں نے اعتبار پیدا کرلیا تو بہتر ورنہ نعوذ باللہ اگر توقف ہوگیا تو مسلمانوں پر کام بہت مشکل ہو جائے گا۔(دفتر اول حصہ دوم مکتوب 81 صفحہ 75)

ب:۔ اسلام کی غربت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کفار کھلم کھلا اسلام پر طعن اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں اور ہر کوچہ و بازار میں نڈر ہو کر کفر کے احکام جاری کرتے ہیں اور اہل کفر کی تعریف کرتے ہیں اور مسلمان اسلام کے احکام جاری کرنے سے رکے ہوئے ہیں اور شرائع کے بجا لانے میں مذموم اور مطعون ہیں۔

چھپائے رخ کو پری اور دیو ناز کرے ‏ ‏ ‏ حواس و ہوش یہ سن کر میرے بجا نہ رہے

(دفتر اول حصہ دوم مکتوب 65 صفحہ 45)

علماء سوء:۔ (الف) اس زمانہ کے اکثر علماء بدعتوں کو رواج دیتے ہیں اور سنتوں کو محو کرتے

ہیں۔ شائع اور پھیلی ہوئی بدعتوں کو تعامل جان کر جواز بلکہ استحسان کا فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور یہ وہ کیا کہتے ہیں کہ اگر گمراہی شائع ہو جائے اور باطل متعارف و مشہور ہو جائے تو تعامل ہو جاتا ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ تعامل معتبر وہ ہے جو صدر اول سے آیا ہے یا تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہوا ہے جیسے کہ فتاویٰ غیاثیہ میں مذکور ہے۔ (دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب 54 صفحہ 8)

بدعات کا رواج: جب تک بدعت حسنہ سے بدعت سیئہ کی طرح پرہیز نہ کریں تب تک اس دولت کی بو جان کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔ آج بات مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ تمام جہاں دریائے بدعت میں غرق ہے اور بدعت کے اندھیرے میں پھنسا ہوا ہے کس کی مجال ہے کہ بدعت کو دور کرنے کا دم مارے اور سنت کے زندہ کرنے کا دعویٰ کرے۔ (دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب 58 صفحہ 8)

اپنے بیٹے اور دوستوں کو نصیحت و تبلیغ: سب سے اعلیٰ نصیحت جو فرزند سلمہ اللہ تعالیٰ اور تمام دوستوں کو کی جاتی ہے وہ یہی ہے کہ سنت سنیہ کی تابعداری کریں اور بدعت ناپسندیدہ سے بچیں۔ اسلام دن بدن غربت پیدا کرتا جاتا ہے اور مسلمان غریب ہوتے جاتے ہیں اور جوں جوں مرتے جائیں گے زیادہ غریب ہوتے جائیں گے، حتیٰ کہ زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ وتقوم القیامتہ علی شرار الناس (اور قیامت برے لوگوں پر قائم ہوگی) سعادت مند وہ شخص ہے جو اس غربت میں متروکہ سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے، اور مستعملہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کو مارے (دفتر سوم حصہ ششم مکتوب 23 صفحہ 56)

امراء کی اصلاح بادشاہ کو تلقین: (الف) پس بادشاہ کی بہتری میں کوشش کرنا گویا تمام بنی آدم کی اصلاح میں کوشش کرنا ہے اور بادشاہ کی اصلاح اس امر میں ہے کہ بلحاظ وقت جس طرح ہو سکے کلمہ اسلام کا اظہار کیا جائے۔ کلمہ اسلام کے بعد اہل سنت و جماعت کے معتقدات بھی کبھی کبھی بادشاہ کے کانوں تک پہنچا دینے چاہئیں اور مذہب مخالف کی تردید کرنی چاہیئے اگر یہ دولت میسر ہو جائے تو گویا انبیاء علیہم الصلوٰۃ و التسلیماۃ کی وراثت عظمیٰ ہاتھ آگئی۔ آپ کو یہ دولت مفت حاصل ہے اس کی قدر جاننی چاہیئے زیادہ کیا مبالغہ کیا جائے حالانکہ جس قدر زیادہ مبالغہ کیا جائے اسی قدر بہتر ہے۔ واللہ سبحانہ الموفق (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) (دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر 67 صفحہ 54)

ب: بادشاہ دنیا کے لئے اس طرح ہے جیسے بدن کیلئے دل۔ بادشاہ کی درستی سے عالم کی درستی ہے اور بادشاہ کے فساد سے عالم کا فساد آپ جانتے ہیں کہ زمانہ ماضی (یعنی عہد اکبر) میں اہل اسلام پر کیا

کچھ نہیں گزرا۔ زمانہ ماسبق میں جب کہ اسلام کی غربت حد کو پہنچی ہوئی تھی' اہل اسلام کی بدحالی اس سے آگے نہیں بڑھی تھی کہ مسلمان اپنے دین پر رہیں اور کافر اپنے طریقہ پر جیسا کہ آیت کریمہ لکم دینکم ولی دین سے ظاہر ہے۔ لیکن زمانہ ماضی میں (عہد اکبر) تو یہ حال ہوا کہ کفار تو برملا پورے غلبہ کے ساتھ دارالسلام میں احکام کفر جاری کرتے تھے اور مسلمان احکام اسلام ظاہر کرنے سے بھی عاجز و قاصر تھے اور اگر ظاہر کرتے تھے تو قتل کئے جاتے تھے۔ (چند سطر بعد فرمایا) اس زمانہ (عہد اکبری) میں جو مصیبت بھی مسلمانوں پر آئی وہ اسی جماعت کی بدبختی کا نتیجہ تھی۔ یہی لوگ بادشاہ کو راہ راست سے ہٹاتے تھے۔ جو بہتر فرقے گمراہ ہوئے ان کے پیشوا یہی علماء سوء تھے جب کوئی غیر عالم گمراہ ہوتا ہے تو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اس کی گمراہی سے دوسرے بھی گمراہ ہوں اس زمانہ کے صوفی نما جاہلوں کا معاملہ بھی علماء سو جیسا ہے۔ ان کا فساد بھی متعدی ہے۔ (دفتر اول حصہ دوم مکتوب 47 صفحہ 18)

مجدد صاحب کے خلاف ریشہ دوانیاں اور ان کا جواب: (الف) میر محمد نعمان! آپ خسارہ میں رہنے والے لوگوں کی پریشان باتوں سے سنجیدہ و غمزدہ نہ ہوں ہر شخص اپنے طریقہ کے موافق عمل کرتا ہے مناسب یہ ہے کہ انتقام اور بدلہ کے درپے نہ ہوں۔ جھوٹ کو فروغ نہیں ہے ان کی متضاد باتیں ہی ان کی کساد بازاری کا باعث ہوں گی۔ جس کے لئے خدا کی طرف سے روشنی نہیں ہے اس کے لئے پھر کوئی روشنی نہیں جس کام میں آپ مشغول ہیں (یعنی یاد الٰہی) اس میں کوشش کرتے رہیں' دوسری باتوں سے آنکھیں بند کرلیں۔ (دفتر اول حصہ سوم مکتوب 204 صفحہ 96)

ب: ان لوگوں کے خسارہ کے بیان میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ ملا قاسم علی بدخشی کی طرف لکھا ہے وہ مکتوب جو محبت کے نشان والے مولانا قاسم علی نے لکھا تھا۔ پہنچا اور اس کا مضمون واضح ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: من عمل صالحا" فلنفسہ و من اساء فعلیھا جس نے کوئی نیک کام کیا تو وہ اسی کے اپنے نفس کے لئے ہے اور جس نے کوئی برائی کی وہ اس کے لئے وبال ہے خواجہ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الٰہی جس کو تو تباہ کرنا چاہتا ہے اس کو تو ہمارا دشمن بنا دیتا ہے میں ان لوگوں کے بارے میں جو شراب محبت کا تلچھٹ پینے والوں پر خندہ زنی کرتے ہیں۔ یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ وہ شراب خانہ ہی میں اپنا ایمان ضائع کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو فقراء کے انکار اور ان پر طعنہ زنی کرنے سے محفوظ رکھے۔ بطفیل حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والسلام۔ (دفتر اول حصہ دوم مکتوب 118 صفحہ 121)

ایام اسیری اور آپ کا رد عمل: (الف) آپ کا صحیفہ شریفہ جو شیخ فتح اللہ کے ہمراہ بھیجا تھا۔

پہنچا' آپ نے جفاء و ملامت خلق کے بارے میں تحریر فرمایا ہے یہ تو اس گروہ سالکین کا حسن اور ان کے زنگ کے لئے صیقل ہے لہٰذا باعث دل تنگی و کدورت کیوں ہو۔ جب یہ فقیر اس قلعہ میں پہنچا تو اوائل حال ہی میں محسوس ہوتا تھا کہ ملامت خلق کے انوار شہروں اور دیہاتوں سے نورانی بادلوں کی طرح پے در پے پہنچ رہے ہیں اور میرے معاملہ کو پستی کی طرف سے بلندی کی طرف لئے جا رہے ہیں۔(دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب 6 صفحہ 15)

ب:۔ آپ دوستوں سے کہہ دیں کہ وہ دل کی تنگی دور کریں اور جو لوگ در پے آزار ہیں ان کی طرف سے بددل نہ ہوں بلکہ ان کے فعل سے لذت حاصل کریں۔ ہاں چونکہ ہم کو دعا کرنے کا حکم ہے اور حضرت حق سبحانہ کو دعا و التجا اور تضرع و زاری پسند ہے۔ اس لئے دفع مصائب کی دعا کریں اور عفوو عافیت کی درخواست کریں اور جو میں نے (جو روجفا) کو صورت غضب کا آئینہ کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں غضب دشمنوں کا حصہ ہے' دوستوں کے لئے صورتاً" غضب ہے اور حقیقتاً" عین رحمت۔ اس صورت غضب میں محب کے لئے اتنے منافع ودیعت رکھے گئے ہیں کہ اس کی شرح کیا بیان کی جائے۔ نیز صورت غضب جو دوستوں کو عطا ہوتی ہے۔ منکروں کی بربادی ہے اور وہ ان کی ابتلا کا باعث ہے۔(دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب 15 صفحہ 25)

ج:۔ میر محمد نعمان کو معلوم ہوا ہو گا کہ میرے خیر اندیش دوستوں نے ہر چند میری رہائی کے اسباب پیدا کرنے کی کوشش کی' لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا جو کچھ خدا نے کیا وہی بہتر ہے سب بتقضائے بشریت مجھ کو بھی اس سے کچھ رنج ہوا۔ اور دل میں کچھ تنگی ظاہر ہوئی لیکن تھوڑے ہی زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ رنج اور دل کی تنگی فرحت و شرح صدر سے بدل گئی اور یقین خاص سے معلوم ہوا کہ اگر اس جماعت کی مراد جو میرے در پے آزار ہیں اللہ جلّ سلطانہ' کی مراد کے موافق ہے تو پھر اس پر ناپسندیدگی اور دل کی تنگی بے معنی اور دعویٰ محبت کے منافی ہے۔(دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب 15 صفحہ 25۔24)

(د): اللہ تعالیٰ فتنہ کے وقت زیادہ عمل کی جگہ تھوڑا عمل قبول فرماتا ہے۔ فتنہ کا زمانہ نہ ہو تو سخت ریاضتوں اور مجاہدوں کی ضرورت ہوتی ہے حقیقت سے باخبر ہونا ضروری ہے ملاقات ہو یا نہ ہو نصیحت یہی ہے کہ کوئی مراد اور کوئی خواہش باقی نہ رہے اپنی والدہ کو بھی اس بات سے آگاہ و باخبر کر دیں باقی اس زندگانی کے احوال چونکہ گزر جانے والے ہیں اس لئے کیا بیان کئے جائیں چھوٹوں پر شفقت رکھنا اور ان کو پڑھنے کی ترغیب دیتے رہنا۔ جن لوگوں کے حقوق مجھ پر ہیں جہاں تک ہو سکے ان کو میری جانب سے راضی رکھنا اور سلامتی ایمان کی دعا میں میرے مددگار و معاون رہنا بتاکید مکرر تحریر کیا جاتا ہے کہ یہ وقت لاحاصل باتوں میں ضائع نہ کرنا اور سوائے ذکر الٰہی کے کسی

بات میں مشغول نہ ہونا چاہیے- اگرچہ وہ کتابوں کا مطالعہ اور طلباء سے مذاکرہ ہی کیوں نہ ہو یہ وقت ذکر کا ہے- خواہشات نفسانی کو جو معبودان باطل ہیں- لا کے تحت لاؤ تاکہ سب منفی ہو جائیں اور دل میں کوئی مقصود اور کوئی مراد باقی نہ رہے- حتیٰ کہ میری رہائی جو اس وقت تمہارا مقصد اہم ہے- وہ بھی تمہاری مراد نہ رہے- اللہ کی تقدیر اور اس کے فعل و ارادہ پر راضی ہو- (دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب 2 صفحہ 8)

لشکر میں نظربندی: فرزندان گرامی! خاطر جمع رکھو لوگ ہروقت ہماری تکلیفوں پر نظر رکھتے ہیں اور اس تنگی سے خلاصی چاہتے ہیں- ان کو معلوم نہیں کہ نامرادی بے اختیاری اور ناکامی میں کس غضب کا حسن و جمال ہے اس کے برابر کونسی نعمت ہوگی- اللہ تعالیٰ اس شخص کو بے اختیار کرکے خود اس کے ارادے اور اختیار سے باہر نکال لے اور اپنے ارادے کے مطابق زندگی بخشے حتیٰ کہ اس کے امور اختیاریہ کو بھی اس بے اختیاری کے تابع بنا کر اس کو اپنے ارادے اور اختیار سے بالکل دستبردار کردیا جائے اور اس کو مردہ بدست زندہ بنادیا جائے- قید کے زمانے میں جب اپنی ناکامی و بے اختیاری کو دیکھتا تھا تو عجب لطف اٹھاتا تھا اور انوکھا مزہ پاتا تھا- لیکن فراغت والے مصیبتوں کے حسن کا کیا اندازہ کریں- بچوں کو تو صرف شیرینی میں مزہ ملتا ہے- لیکن جس کو تلخی میں لذت ملی وہ شیرینی کو ایک جو میں بھی نہیں خریدتا- مرغ آتش خوردانہ کی لذت کیا جانے سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی- (دفتر سوم حصہ نہم مکتوب 83 صفحہ 22)

ب:- رخصت گزارنے کے بعد جب لشکر کی طرف آنے لگا تو فرزندی محمد سعید کو گھر چھوڑ آیا- جب ان فیوض و برکات اور علوم و معارف کو جو فرزند کی جدائی کے بعد ظاہر ہوئے تھے' ملاحظہ کیا تو اس کی جدائی سے پشیمان ہوا اور موقع کو غنیمت جان کر اس کو بلالیا چھوٹے بڑے سب اس امید پر آئے ہیں کہ ان برکات سے فائدہ حاصل کریں- عجب معاملہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم ملامتی گروہ اور قلندریہ زمرے میں ہیں- حالانکہ ہم ان دونوں گروہوں سے جدا ہیں اور ہمارا کاروبار بھی ان سے الگ ہے- (دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب 56 صفحہ 128)

کاشف اسرار

مدفون ہے سرہند میں وہ مرد حق آگاہ
جو واقف حالات تھا جو کاشف اسرار
انوار الٰہی کا خزینہ تھا وہ سینہ
وہ ہند میں ترویج شریعت کا علم دار
قرآن کی تفسیر تھا ہر قول دلآویز
روشن تھا احادیث سے آئینہ افکار
اللہ نے یوں دیں کی بصیرت سے نوازا
ہر عقدہ مشکل ہوا آساں دم گفتار
وہ اہل شریعت کیلئے باعث تقلید
وہ اہل طریقت کیلئے نور کا مینار
کی سنت سرکار کی گفتار سے تصدیق
کردار سے کرتا تھا اسی قول کا اقرار
ہر لحظ رہا دین کی احیاء کا اسے دھیان
بدعات زمانہ سے رہا ناخوش و بیزار
ہر جبر کے باوصف تھا توحید کا داعی
باطل کی ہر اِک چال سے رہتا تھا خبردار
تعلیم پیمبر کا مبلغ تھا بہرحال
دربار شہنشاہ میں کیا سجدے سے انکار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمئ گفتار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
عرفان الٰہی کی ملے اس کو بھی توفیق
حافظ بھی ہے اک چشم عنایت کا طلب گار

حافظ لدھیانوی

احیائے دین کا نور

○ ○

مسلمان برصغیر ہند میں فاتح کی حیثیت سے آئے اور تقریباً" ایک ہزار سال اس ملک میں حکومت کی۔ انگریزوں نے مسلمانوں ہی سے حکومت حاصل کی اور اس لئے فطرتاً" مسلمان ہی انگریز کے مدمقابل رہے اور تقریباً" نوے سالہ مسلسل جدوجہد کے بعد انگریزوں کے تسلط سے آزادی حاصل کی اور ایک نئی اسلامی مملکت یعنی پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ اس تمام جدوجہد کی بنیاد مسلمانوں کا یہ نظریہ تھا کہ وہ ایک علیٰحدہ قوم ہیں اور ایک ایسی قوم ہیں جو کسی بھی دوسری قومیت میں ضم نہیں ہو سکتی۔

مسلمانان ہند کے دو قومی نظریہ کے برعکس ہندوؤں کا ایک قومی نظریہ تھا جس کی تائید میں کانگریسی مسلمان بالخصوص علمائے دیوبند بھی پیش پیش تھے۔ ان کا تمام تر زور ہندو مسلم اتحاد پر تھا اور ان کا خیال تھا صرف اس اتحاد کے ذریعہ ہی انگریزوں کو ہندوستان سے نکالا جاسکتا ہے۔ مگر یہ نظریہ جیسا کہ آگے چل کر واقعات سے ظاہر ہوگا ۔ دراصل انگریزوں اور ہندوؤں کی مشترکہ ڈپلومیسی کا نتیجہ تھا جس کا اصل مقصد مسلمانوں کی اقلیت کو ہندوؤں کی اکثریت میں فنا کرنا تھا۔

ہندو اور انگریز دونوں ہی اس حقیقت سے واقف تھے۔ بلکہ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمان متحد ہو کر ایک ناقابل تسخیر قوم بن جاتے ہیں اور ان سے ٹکرانے والی بڑی سے بڑی مادی قوت بھی خود پاش پاش ہو کر رہ جاتی ہے ہندو تو بہرحال مغلوب ہو کر صدیوں مسلمانوں کے زیردست رہے تھے مگر انگریز بھی اس خطرہ سے کبھی غافل نہ رہے کہ اگر مسلمان پھر متحد ہوگئے تو برصغیر میں انگریز حکومت کا اقتدار خس و خاشاک کی طرح اڑ جائے گا۔ اور انہیں کہیں سر چھپانے کی جگہ نہ ملے گی۔ چنانچہ ہندو اور انگریز دونوں کی کوشش یہی رہی کہ مسلمان اپنی ملی انفرادیت قائم نہ کر پائیں اور ان کا وجود سیاسی اور معاشی دونوں اعتبار سے بے اثر رہے۔ چنانچہ کانگریس کے تحت چلنے والی تمام تحریکیں ترک موالات ' تحریک خلافت ' تحریک انسداد گاؤ کشی اور تحریک ہندو مسلم اتحاد کے پس پشت یہی مقصد کارفرما تھا۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہمارے اکابر علماء ' بالخصوص اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان تحریکوں کی اصل حقیقت سے مسلمانوں کو آگاہ کیا اور پوری شدت سے ان کی مخالفت کی اور پرزور دلائل سے مسلمانوں کو ایک جداگانہ قوم ثابت کیا اور یہی نظریہ آگے چل کر پاکستان کی تحریک اور اس کے حصول کا سبب بنا۔

حالات حاضرہ سے یہ تأثر پیدا ہوتا ہے کہ دو قومی نظریہ برصغیر ہند میں انیسویں صدی کی پیداوار ہے مگر حقیقت حال اس سے مختلف ہے۔ تاریخ خود اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں کی انفرادیت کو فنا

کرنے کی سب سے پہلی کوشش مغل شہنشاہ اکبر کے دور میں ہوئی۔ جب ہندوؤں کو خوش کرنے اور انکا اعتماد حاصل کرنے کے لئے خود اکبر نے اسلامی شریعت کو بالائے طاق رکھ کر مشرکانہ رسوم اور بدعات کو عام کیا۔ اپنے ہندو مصاحب خاص راجہ مان سنگھ کی بہن سے بغیر اسکو مسلمان کئے شادی کرلی۔ گائے کا گوشت کھانا چھوڑ دیا' ماتھے پر تلک لگایا' سورج کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا۔ نہ صرف یہ بلکہ ملک میں ذبیحہ گاؤ بند کردیا۔ ہندوؤں پر جزیہ ختم کردیا۔ مساجد شہید کی گئیں اور مندر تعمیر کئے گئے خلاف شرع احکامات جاری کئے گئے۔ بادشاہ کے لئے سجدہ تعظیمی لازمی قرار دیا گیا اور علی الصبح بادشاہ کے درشن کی رسم شروع کی گئی۔ ان تمام مشرکانہ اور ملحدانہ اقدام پر مستزادیہ کہ دین الٰہی کے نام سے ایک نئے دین کی بنیاد ڈالی گئی۔ جو دراصل ہندومت' اسلام اور عیسائیت کے اصولوں پر مشتمل تھااور جس کا مقصد وحید اسلام اور مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کو ختم کرنا تھا۔ اس پس منظر میں دین الٰہی کے لئے ہندوؤں کا تعاون تو سمجھ میں آنے والی چیز ہے مگرافسوس اس بات کا ہے کہ خود مسلمان علماء میں سے چند درباری علمائےسُوْاس کی تائید میں پیش پیش تھے۔ چنانچہ اس سے عام مسلمانوں میں بڑی مایوسی پھیلی اس لئے کہ مسلمانوں کا اجتماعی ضمیر کسی طرح اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ مگر بادشاہ وقت سے ٹکر لینا بھی کوئی آسان کام نہ تھا۔ چنانچہ ایسے نازک ترین دور میں اسلام کا جو بطل جلیل بادشاہ کے مقابل آیا وہ خانوادہ نقشبند کا دہی خرقہ پوش اور بوریہ نشین فقیر تھا۔ جسے آج ساری دنیا مجدد الف ثانی کے نام سے جانتی ہے۔ اسلام کے اس عظیم فرزند نے اپنی بے پناہ روحانی قوت اور بے مثال عزم سے شہنشاہ اکبر کے دین الٰہی کو پاش پاش کرکے رکھ دیا اور بے دینی اور گمراہیوں کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے معمور فضا کو احیائے دین کے نور سے جگمگا دیا۔

اکبری دور کی بے راہ روی اور بے دینی کے خلاف جدوجہد میں مجدد الف ثانی نے اپنی علمی اور عملی دونوں قوتوں کو بروئے کار لا کر احیائے دین کا ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔ آخرت میں خود ان کے لئے بے پناہ اجر و ثواب کا سبب بنے گا۔

جہاں تک علمی جدوجہد کا تعلق ہے مجدد صاحب علیہ الرحمتہ کے مکتوبات گرامی جن کی تعداد پانچ سو سے زائد ہے توحید و رسالت کی حقیقت اور شریعت و طریقت کی اہمیت اور افادیت پر ایک بیش بہا لٹریچر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان خطوط میں انہوں نے ایک طرف اس افسوس ناک اور مایوس کن صورت حال کا بالتفصیل ذکر کیا ہے جو اکبر کی غلط روش سے پیدا ہوئی اور دوسری طرف پر زور اور نہایت دلنشین انداز میں اسلامی اصولوں کی وضاحت کی ہے اور ان کی برتری کو ثابت کیا ہے۔ دور اکبری میں اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"اکبری دور میں قوانین کفر اس حد تک غالب تھے کہ مسلمان اسلامی ضوابط کے اظہار سے عاجز تھے اور اگر ظاہر کرتے تو قتل کر دیئے جاتے"۔

ایک اور خط میں آپ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"کفر والے صرف اس پر راضی نہیں ہیں کہ اسلامی حکومت میں ان کے ضوابط کفریہ کھلم کھلا نافذ ہو جائیں۔ بلکہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی قوانین و احکام سرے سے مٹا دیئے جائیں اور انہیں اس حد تک ناپید کر دیا جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔"

"ایسی باتیں شرک اور کفر ہیں۔ اور ان کا دین اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ رسول خدا نے فرمایا کہ شرک اصغر سے بچو۔ شرک کی تصدیق اور اظہار کرنے والا بھی مشرک ہے۔ اسلام کی شرط کفر سے بیزار ہونا ہے اور شرک سے پاک ہونا توحید کا نشان ہے۔ دکھ درد اور بیماریوں کے دور کرنے کے لئے بتوں اور شیطانوں سے مدد مانگنا شرک ہے۔ کافروں کی دیوالی کے دنوں میں کافروں کی رسموں کا بجالانا' خوشی منانا' بیٹیوں اور بہنوں کو ہدیہ بھیجنا اور اپنے برتنوں کو سرخ چاولوں سے بھرنا یہ سب شرک ہے اور دین اسلام کے منافی ہے"۔

مجدد علیہ الرحمہ نے نہ صرف علمی سطح پر اسلام کی حقانیت اور انفرادیت کو ثابت کیا بلکہ عملاً" بھی اسلام کی تبلیغ کیلئے اپنے خلفاؓ کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں متعین کیا اور خطوط کے ذریعے مسلسل رہنمائی فرماتے رہے۔ اس طرح آپ نے مسلمانوں میں بدعت سے نفرت اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احیاء کا ذوق و شوق پیدا کیا۔ اس سلسلے میں آپ نے اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا کہ:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری مردہ سنت کو زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو سو شہیدوں کا ثواب عطا کرے گا۔"

"بدعت سے بچئے "اگرچہ بدعت صبح کے نور کی طرح روشن ہو۔ حقیقت میں اس کی کوئی روشنی' کوئی نور نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں بیماری کی شفا ہے۔ بدعت دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو سنت کو دور کرنے والی ہوگی یا اس سے سکوت کرنے والی۔ ساکت ہونے کی صورت یقیناً" سنت پر زائد ہوگی اور یوں اس پر ناسخ ہے کیونکہ نص پر زیادتی اس کی تنسیخ کا حکم رکھتی ہے۔ بدعت دین کو کاٹنے والی کلہاڑی ہے اور سنت چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ بدعت کا دور کرنا اسلام کی تقویت کے لئے لازمی ہے۔"

رفتہ رفتہ مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کا اثر مسلمانوں میں احیائے دین کی صورت میں نمودار ہوا اور اکبر کا دین الٰہی خود اپنی موت مر کر رہ گیا۔ اکبر کی وفات کے بعد بھی بے دینی کی کیفیت کچھ عرصے تک چلتی رہی۔ اس لئے کہ آغاز میں شہنشاہ جہانگیر بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ مگر اس کے ساتھ ہی

مجدد علیہ الرحمہ کی تبلیغی سرگرمیاں بھی باقاعدہ تحریک کی صورت اختیار کر گئیں۔ اور بہت سے وزراء اور امراء حکومت آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے۔ اس صورت حال کے پیش نظر نور جہاں اور آصف جاہ کے اثر و رسوخ کے تحت آپ کو شہنشاہ جہانگیر نے دربار میں بلایا اور درباری رسوم کے مطابق بادشاہ کو سجدہ کرنے کے لئے کہا گیا۔ لیکن حضرت نے برملا انکار کر دیا کہ سوائے خدا کے سجدہ کسی کو جائز نہیں۔ اس پر جہانگیر نے آپ کو قلعہ گوالیار میں ایک سال قید رکھا۔ قید کے مصائب آپ نے اولوالعزمی کے ساتھ برداشت کئے اور تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب جہانگیر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے آپ کو نہ صرف رہا کر دیا بلکہ نہایت تکریم و تعظیم سے پیش آیا اور آپ سے لشکر شاہی میں رہنے کی درخواست پیش کی۔ جو آپ نے قبول کر لی اور بادشاہ اور عمائدین سلطنت میں تبلیغ دین کے ذریعے بے راہ روی اور بے دینی کی رسوم کو ختم کر دیا۔

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے جو بے مثال کامیابی بادشاہان وقت کے خلاف حاصل کی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رہائی کے لئے آپ نے جو شرائط پیش کیں اور بادشاہ جن کو پورا کرنے پر مجبور ہوا ان کا اثر یہ تھا۔

1- سجدہ تعظیمی بالکل موقوف کر دیا گیا۔

2- گاؤ کشی کی آزادی دی گئی۔

3- گائے کا گوشت سربازار فروخت ہونے لگا۔

4- بادشاہ اور ارکان سلطنت نے ایک ایک گائے دربار عام کے دروازے پر اپنے اپنے ہاتھ سے ذبح کی اور کباب تیار کروا کر کھائے۔

5- ملک کے جس جس حصے میں مساجد شہید کی گئی تھیں دوبارہ تعمیر کی گئیں۔

6- دربار عام کے قریب ایک خوش نما مسجد تعمیر ہوئی اور اس میں بادشاہ نے امراء سمیت حضرت کی امامت میں نماز ادا کی۔

7- شہر بہ شہر محتسب اور شرعی مفتی اور قاضی مقرر ہوئے۔

8- کفار پر جزیہ مقرر ہوا۔

9- تمام خلاف شرع قوانین منسوخ کر دیئے گئے۔

10- تمام بدعات اور جاہلانہ رسوم بالکل مٹا دی گئیں۔

نہ صرف یہ بلکہ صرف بادشاہ اپنی بد کرداری پر نہایت شرمندہ ہوا اور ہر روز آپ سے اپنی مغفرت کی دعا کے لئے التجا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے اس سے وعدہ کیا کہ خاطر جمع رکھو میں اس وقت

بہشت میں داخل ہوں گا جب تم کو اپنے ساتھ لے لوں گا۔

اس طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے نہ صرف احیائے دین کا ایک عظیم کارنامہ انجام دیا۔ بلکہ برصغیر میں مسلمانوں کی انفرادیت کا لوہا منوالیا اور یہی وہ کارنامہ ہے جس کی بنا پر وہ تاریخ عالم میں مجدد الف ثانی کے متبرک نام سے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ مجدد علیہ الرحمہ کی متبرک تحریک کے ہی اثرات تھے جو 1857ء میں جنگ آزادی 1930ء میں مطالبہ پاکستان اور 1947ء میں مملکت خداداد پاکستان کے قیام کی صورت میں نمودار ہوئے اور نہ صرف مسلمانان ہند کو ایک باوقار قوم کی حیثیت دے گئے بلکہ خود حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے حیات جاودانی کا سبب بنے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دِلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

یہ کیا بوالعجبی ہے؟

اسلام کی کس مپرسی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ کفار برملا اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں اور بے دھڑک کوچہ و بازار میں رسوم کفرادا کرتے ہیں اور اہل کفر کی تعریفیں کرتے ہیں اور اس کے برعکس مسلمانوں کو احکام اسلام کی ادائیگی سے منع کیا جاتا ہے اور اس پر اعتراض ہوتا ہے گویا پری منہ چھپائے ہوئے ہے اور دیو دندناتا پھرتا ہے عقل حیران ہے کہ یہ کیا بوالعجبی ہے خدا کی شان! مشہور تو یہ ہے کہ شریعت تلوار کے سایہ میں ہے اور دین کی رونق سلاطین سے وابستہ ہے لیکن یہاں معاملہ بالکل الٹا ہو گیا ہے کتنی حسرت و ندامت اور کیسے افسوس کا مقام ہے۔ (مکتوب 65 دفتر اول صفحہ 82)

پچھلے دنوں کفار برملا منہ زوری سے احکام کفر اس دارالسلام میں ادا کرتے تھے اور مسلمان احکام اسلام کی علانیہ ادائیگی سے عاجز تھے اور اگر وہ ایسا کرتے تھے تو قتل کردیئے جاتے تھے ھائے افسوس اور ھائے ہماری بربادی! پروردگار عالم کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ماننے والے ذلیل و خوار تھے اور ان کے منکروں کی عزت کی جاتی تھی اور مسلمان اپنے زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کی تعزیت میں مصروف تھے اور دشمن مذاق اور تمسخر سے ان کے زخمی دلوں پر نمک چھڑکتے تھے۔ ہدایت کا آفتاب پردوں میں مستور تھا اور نور حق باطل کے حجابوں میں چھپا ہوا۔ (مکتوب نمبر 47 صفحہ 65 جلد اول)

ہندوستان کے کفار بلا دھڑک مسجدوں کو گرا کر ان کی جگہ اپنے مندر بناتے ہیں اور برملا وہ مراسم کفر ادا کرتے ہیں اور غریب مسلمان اکثر احکام اسلامی کے ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ ہندوؤں کے برت کے دنوں میں یہ اہتمام ہوتا ہے کہ دن میں کوئی مسلمان روٹی نہ پکائے اور نہ مزاحمت کرے اور اس کے برعکس ماہ رمضان المبارک میں وہ برملا روٹی کھانا بیچتے ہیں اور اسلام کی کس مپرسی کی وجہ سے کوئی نہیں روک سکتا افسوس صد ہزار افسوس (مکتوب 92 دفتر دوم صفحہ 162)

ہزار سال کے بعد کفر و بدعت کی تاریکیاں مسلط ہو گئی ہیں اور اسلام و سنت کا زور گھٹ رہا ہے۔ (مکتوب 94 دفتر سوم صفحہ 174)

اس وقت بدعات کی وجہ سے سارا عالم تاریکیوں کے دریا کی طرح نظر آتا ہے ساری دنیا دریائے بدعت میں ڈوبی ہوئی ہے اور بدعات کی تاریکیوں نے سارے عالم کو آغوش میں لے لیا ہے کس کی مجال ہے کہ بدعت کی مخالفت اور سنت کی حمایت میں زبان کھول سکے اس وقت کے اکثر مولوی بدعتوں کے رواج دینے والے اور سنتوں کے مٹانے والے ہیں (مکتوب 4 دفتر دوم صفحہ 13)

نرالی شان کا مجدد

○ ○

نبی اکرم ' نور مجسم ' فخر دو عالم ' سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بلحاظ زمانہ آخری نبی ' آسمانی کتابوں میں قرآن کریم سب سے آخری کتاب ' تمام شرائع میں شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام آخری شریعت اور جملہ شرائع کی ناسخ ہے اب نہ کسی نبی کے پیدا ہونے کی حاجت نہ کسی آسمانی کتاب کے نازل ہونے کی ضرورت ہے۔ تا قیامت قرآن مجید ہی ہدایت کے لئے کافی ووافی اور شریعت محمدیہ پر صراط مستقیم وذریعہ نجات ہے۔

خدائے ذوالمنن نے جہاں قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے وہاں شریعت محمدیہ کی حفاظت کا بھی اہتمام فرمایا ہے مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ دین کے ہر شعبے کی حفاظت کرنے والے افراد ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں ان کے کارنامے تاریخ اسلام کے اندر سنہری حروف میں لکھے ہوئے صاف نظر آتے ہیں۔ دین کی خدمت کا فریضہ ادا کرنے والے بزرگوں میں سے جن حضرات کے اسمائے گرامی سرفہرست آتے ہیں ان کے بارے میں فرمان رسالت ہے۔

"بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایسے بندے پیدا کرتا رہے گا جو اس کے امر دین کو تازہ کریں۔"

اس حدیث کی سند کے بارے میں ملا علی قاری رحمتہ اللہ الباری (المتوفی 1014ھ) نے فرمایا ہے۔ "حفاظ حدیث اس کی صحت پر اتفاق رکھتے ہیں۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کے علاوہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مندرجہ ذیل روایت بھی دین کی حفاظت کے اسی عظیم الشان اہتمام پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمیشہ میری امت میں ایک گروہ دین حق پر قائم رہے گا انہیں ذلیل کرنیوالے اور مخالف کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور تا قیامت حق ہی قائم رہے گا چونکہ یہ سطور حضرت امام ربانی ' مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کا تجدید کا کارنامہ بیان کرنے کی غرض سے لکھی جا رہی ہیں۔ اس لئے حدیث تجدید کے تحت بعض حقائق ' وضاحتوں اور مغالطوں کا بیان کر دینا ضروری نظر آیا.... مجددین کے بارے میں حدیث تجدید موجود ہیں اور ان حضرات کا ہر صدی میں پایا جانا ایک قدرتی انتظام کے تحت چل رہا ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ لیکن دوسری کڑیوں سے آپ کو ایک گونہ امتیاز حاصل ہے۔ یہ امتیاز کیا ہے؟ اس سوال کا "جواب حدیث الف اور حضرت مجدد

الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی جانب سے ملاحظہ ہو۔

حدیث پاک سے "مجدد مائتہ" کی تصدیق تو ہو گئی لیکن یہ نہیں معلوم ہوا کہ "مجدد الف" کی بھی کوئی حقیقت ہے۔ خود حضرت مجدد علیہ الرحمہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہم نے مجدد مائتہ اور مجدد الف کے فرق کو محسوس کیا ہے اور بیان کیا ہے' اس لئے اس کی کوئی حقیقت ہونی چاہئے۔ ممکن ہے کہ اس کی بنیاد یہ حدیث ہو جو صاحب روضتہ القیومیہ نے نقل کی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث اللہ رجلا علیٰ راس احد عشرمائتہ ستہ' نور عظیم اسمہ اسمی بین السلاطین الجابرین ویدخل الجنتہ شفاعتہ رجال الوفاء

ترجمہ: گیارہویں صدی کے شروع میں اللہ تعالیٰ دو جابر بادشاہوں کے درمیان ایک ایسا شخص بھیجے گا جو میرا ہم نام ہو گا' نور عظیم ہو گا' ہزاروں انسان اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔

حدیث پاک میں "رجل موعود" کی پانچ خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔

(1) گیارہویں صدی کے شروع میں ہو گا۔ (2) نور عظیم ہو گا۔ (3) اس کا نام میرے نام پر ہو گا۔ (4) دو جابر بادشاہوں کے درمیان ہو گا۔ (5) اس کی شفاعت سے ہزاروں انسان جنت میں داخل ہوں گے۔

اب ذرا ان خصوصیات کو حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت مبارکہ میں تلاش کیا جائے۔

(1) حضرت مجدد اگرچہ 971ھ میں پیدا ہوئے لیکن آپ کی اصلاحی کوششوں کا آغاز گیارہویں صدی کے شروع میں 1012ھ کے بعد ہوتا ہے۔

(2) حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ دو جابر بادشاہوں یعنی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ اور نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ کے درمیانی عہد میں میدان میں آئے۔

(3) حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ جب کابل سے ہندوستان روانہ ہوئے تو دہلی جاتے ہوئے آپ نے سرہند شریف میں چراغ عظیم' ملاحظہ فرمایا جس کا ذکر آپ نے خود حضرت مجدد علیہ الرحمہ سے کیا' اس کے علاوہ خود حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے وہ چراغ عظیم محسوس کیا اور جہاں محسوس کیا اس مقام کے لئے فرمایا۔

"روضتہ من ریاض الجنتہ"

مزید برآں صاحب روضتہ القیومیہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک نور عظیم نظر آیا' الہام ہوا کہ یہ نور آپ کے پانچ سو سال بعد ظاہر ہو گا اور دین اسلام کی تجدید کرے گا چنانچہ آپ نے اپنا خرقہ مبارک نسبت خاصہ کے ساتھ اپنے خلیفہ کو عنایت فرمایا کہ جب وہ نور ظاہر ہو تو یہ خرقہ اس کو دے دینا یہ خرقہ نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا چلا آیا حتیٰ کہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی

علیہ الرحمہ نے حضرت مجدد کو پہنایا جس کے پہنتے ہی آپ نے عجیب روحانی کمالات اور انشراح صدر محسوس فرمایا۔

(4) حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے خود ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ آپ کو مقام شفاعت پر فائز کیا گیا اس کے علاوہ یہ حقیقت تو اظہر من الشمس ہے کہ آپ نے ہزاروں کفار مشرکین کو مشرف بہ اسلام فرمایا اور ہزاروں گمراہوں کو صراط مستقیم دکھائی' اور اس طرح ایک مخلوق جنت کی طرف رواں دواں ہو گئی۔

حدیث صلہ

اس مرد کامل کو جس کے طفیل ہزاروں انسان جنت میں داخل ہوں گے ایک اور حدیث میں "صلہ" سے تعبیر کیا گیا ہے' یہ حدیث جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے الجوامع میں نقل فرمائی ہے۔

یکون رجل فی امتی یقال لہ صِلَۃٌ یدخل الجنۃ شفاعتہ کذا و کذا

میری امت میں ایک شخص ہو گا جس کو "صلہ" کہا جائے گا' اس کی شفاعت سے اتنے اتنے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مکتوب شریف میں تحدیث نعمت کے طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

الحمد للہ الذی جعلنی صلۃ بین البحرین و مصلحا بین الفئتین اکمل الحمد علیٰ کل حال والصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام

"جان لینا چاہئے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد گزرا ہے لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور جس طرح سو اور ہزار میں فرق ہے۔ اس طرح ان دونوں قسم کے مجددوں میں فرق ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ اور یہ مجدد وہ ہوتا ہے کہ فیوض و برکات میں سے اس مدت کے اندر امتیوں کو جو حصہ پہنچتا ہے اسی کے واسطے پہنچتا ہے' خواہ وہ اس وقت کے اقطاب و اوتاد اور ابدال و نجباء ہی کیوں نہ ہوں۔"

دوسرے مقام پر آپ نے اپنے فرزند اکبر' خواجہ محمد صادق رحمتہ اللہ علیہ کے نام مکتوب گرامی تحریر کرتے ہوئے' سو اور ہزار کے مجددین کے فرق اور ان کی ضرورتوں کو بیان فرمایا تھا۔

اے فرزند! یہ وقت ہے کہ امم سابقہ میں ایسے تاریک دور کے اندر اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا اور نئی شریعت کو زندہ کرتا تھا' لیکن یہ امت خیر الامم اور اس کا پیغمبر خاتم الرسل ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا گیا ہے اور علماء کے وجود کے ساتھ انبیاء کے وجود سے کفایت کی ہے کہ اسی لئے صدی کے بعد علمائے امت میں سے کسی ایک مجدد کو مقرر فرمایا جاتا ہے" تاکہ وہ شریعت محمدیہ کو زندہ کرے' خاص کر ہزار سال کے بعد کہ جو اولوالعزم پیغمبر کی پیدائش کا وقت ہوتا ہے اور ہر پیغمبر پر ایسے وقت میں کفایت نہیں کی گئی تو ایسے وقت میں امت محمدیہ میں اولوالعزم پیغمبر کی جگہ تام

المعرفت عالم و عارف درکار ہوتا ہے جو امم سابقہ کے اولوا لعزم پیغمبروں کا قائم مقام ہو۔"

فیض روح القدس از باز مدد فرماید
دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحای کرد

اپنے خلیفہ اجل، خواجہ میربد خشی رحمتہ اللہ علیہ کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس ہزار سالہ تجدید کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے۔

اس مکتوب گرامی کے اندر آپ نے الف ثانی کی تجدید کے بارے میں یہ بھی تحریر فرمایا۔

"اس امت کی آخریت کا دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے ہزار سال گزرنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ یہاں کہ دوسرے ہزار سال کی ابتداء ہے۔ ہزار سالہ دور کو حکومت کی تبدیلی میں بہت دخل ہے اور اشیاء کی تبدیلی میں قوی تاثیر ہے۔ لیکن اس امت میں چونکہ نسخ اور تبدیلی نہیں ہے اسی لئے نسبت سابقین اپنی تروتازگی کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور اس نے الف ثانی میں از سرنو شریعت مطہرہ کی تجدید کر کے ملت اسلامیہ کو فروغ دیا ہے۔ اس معنی پر حضرت عیسٰی علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دونوں عادل گواہ ہیں۔

اگر چشم حقیقت میں نگاہ انصاف سے دیکھا جائے تو گروہ مجددین میں حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کی نرالی شان نظر آتی ہے۔ جو علوم و معارف اور اسرار و رموز آپ نے بیان فرمائے ایسی شرح و بسط سے کسی دوسرے نے بیان نہیں کئے تھے چونکہ آپ دوسرے ہزار سال کے مجدد ہیں اس لئے آپ کی تصانیف عالیہ خصوصا" مکتوبات امام ربانی میں اس پورے دور کی ہدایت و رہنمائی کے سامان موجود ہیں اگر اس پر فتن دور میں آپ کے مکتوبات کو حکم مان لیا جائے تو اختلافات کی خلیج کو درمیان سے ہٹایا اور اختلافات کو مٹایا جا سکتا ہے۔ آپ کی قلمی نگارشات آج بھی حق و باطل کے درمیان واضح خط فاصل کھینچتی ہیں اور تجدید دین و ملت کے سلسلے میں آپ نے جو مساعی جمیلہ فرمائیں وہ ہر خادم دین و خیر خواہ اسلام و مسلمین کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہیں۔

دانائے راز

○ ○

حالیہ تاریخ میں حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے 1930ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ الہ آباد میں مسلمانان ہند کے لئے ایک علیحدہ خود مختار مملکت کا تصور پیش کیا۔ ان کے اشعار و افکار نے چودھویں صدی ہجری کے آغاز سے ہی ملت مسلمہ میں ایک نئی روح پھونک دی تھی اور برطانوی استعمار کا بت پاش پاش ہوتا نظر آتا تھا۔

اقبال کا نعرہ حق کہ۔

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے - صنم کدہ ہے جہاں ' لا الہ الا اللہ
اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں - مجھے ہے حکم اذاں ' لا الہ الا اللہ

صحیح معنوں میں وقت کی پکار ثابت ہوا۔ لیکن یہ آواز اس ضمن میں "صدائے اول" نہیں تھی۔ استقلال پاکستان سے تقریباً" ساڑھے تین سو برس پہلے سرزمین ہند کے مقام سرہند میں ایک ایسا "مرد مومن" اور "دانائے راز" ظاہر ہوا جس کی غالب و کار آفریں 'کارکشا' کار ساز شخصیت نے ہندوانہ شرک والحاد اور بر۔ ،انہ بت گری اور بت پرستی کا طلسم توڑ کے رکھ دیا۔ اس عظیم مرد مجاہد کی آواز کاروان ملت کے حق میں "بانگ درا" ثابت ہوئی۔ اس کے مکتوبات قدسی آیات اور دیگر گنجینہ ہائے معارف' رفعت مضامین میں بال جبریل" سے بلند پرواز ثابت ہوئے اس کا اعلائے کلمتہ الحق اکبر اور جہانگیر جیسے جابر حکمرانوں کے طلسم سامریت کے حق میں "ضرب کلیم" ثابت ہوا۔ اس کا الہامی پیغام "پیام مشرق" اور "جاوید نامہ" سے وراء الوریٰ تھا اور اس کی اتباع سنت اور شریعت غرا کی از سرنو تجدید اور ترویج کی تحریک گویا فی الواقع "ارمغان حجاز" بن کر کفرستان ہند میں ملت مسلمہ کے سامنے آئی۔ یہ گویا ہند میں اسلام کے ترکش کا آخری تیر تھا۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترافیض ہو عام اے ساقی

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں "دو قومی نظریہ" کی اصل موجد اور بانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات اقدس ہے جس نے شرک والحاد اور کفرو باطل کی طاغوتی طاقتوں کے خلاف سینہ سپر ہو کر اسلام کو ہندومت میں جذب ہونے اور بہ الفاظ دیگر معدوم ہونے سے بچالیا ورنہ ہندو پیشواؤں کی گندم نما جو فروش "بھگتی تحریک" اور اکبر جیسے نام نہاد مسلمانوں کے خود ساختہ "دین الٰہی" اور علمائے سوء کے نامبارک ہاتھوں اسلام گیارھویں صدی ہجری میں ہی سرزمین ہند سے نیست و نابود ہو جاتا حکیم

الامت علامہ اقبال نے اس عہد کی صورت حال کی کیا خوب نباضی کی ہے۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان - اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے - جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

الف ثانی

(سن ہجری کا دوسرا ہزارہ)

سولھویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں جبکہ گیارہویں صدی ہجری کی آمد آمد تھی۔ مغلیہ شان و شوکت' بابری عظمت و سطوت اور تیمورانہ جاہ و جلال کا آفتاب نصف النہار پر تھا تاریخ ہند کا یہ دور اٹھارھویں صدی عیسوی کے ہنگامہ خیز دور سے یکسر مختلف تھا۔ اس وقت نہ جنوبی ہند میں جنگجو مرہٹوں کی باغیانہ یلغار کا سیلاب لال قلعہ دلی کی دیواروں سے ٹکرا رہا تھا نہ وسط ہند میں غیر مسلم جاٹوں کی تاخت و تاراج کے خوف سے اہالیان شاہجہاں آباد لرزہ براندام تھے۔ اور نہ شمال مغربی ہند میں سکھوں کی لوٹ مار سے اور جدل و قتال سے پائیہ تخت دلی میں ایوان حکومت کی دیواریں لرزتی تھیں۔

یہ مغلیہ حکومت کا سنہری دور تھا جبکہ شاہان مغلیہ کی سطوت و جبروت کا سکہ عوام کے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور ان مغل حکمرانوں نے دشمنوں اور بیرونی دنیا کے حاکموں سے اپنی حکمت اور شجاعت کا لوہا منوایا ہوا تھا۔ جب جلال الدین نے "اکبر" کا لقب اختیار کیا تو سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔ بلکہ غیر ملکی تاجوروں نے اسے "اکبر اعظم" (AKBAR THE GREAT) کے خطاب سے یاد کیا جب نور الدین نے "جہانگیر" شہزادہ خرم نے "شاہجہان" اورنگ زیب نے "عالمگیر" کے القاب اختیار کئے جن سے حاکمیت اور فاتحیت کا رنگ ٹپکتا تھا۔ تو غیروں نے بھی آمنا و صدقنا کہا۔ تخت مغلیہ کے یہ آمر بے پناہ شخصی خوبیوں' غیر معمولی ذہانت' اور بے مثال شجاعت کے مالک تھے۔

اکبر حالات کی سازش کا شکار ہو گیا۔ ہندوانہ ماحول' علمائے سوء کی گمراہ کن تعلیم اور مشیران سلطنت کی کافرانہ اور مشرکانہ روش نے اسے صراط مستقیم سے ہٹا دیا۔

سطوت توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذر برہمن ہو گئیں (اقبال)

اکبر کی عیاشی بے دینی اور الحاد نے اکبری "دین الٰہی" کو جنم دیا۔ اور اسلام کے نام پر اسلام کا بیڑا غرق کر دیا۔ جہانگیر بھی ایک رنگین مزاج مخمور بادشاہ تھا۔ ہندوانہ شرک و الحاد اس کو گویا ورثہ میں ملا تھا۔ اکبر و جہانگیر کا ہندوؤں سے اختلاط' ہندو کنیزوں اور راجپوت راجکماریوں کا مغلیہ

حرم میں داخلہ ،کاروبار سلطنت پر دور رس اثرات کا حامل تھا۔ رامائن ، رامانند ، بھگت کبیر کی بھگتی تحریک اس امر کی شاہد ہے کہ ہندو پیشوا صدیوں سے مسلمان حملہ آوروں سے انتقام لینے اور اسلام کو ہندوستان سے خارج کرنے کی مذموم کوششوں میں مصروف تھے اور امکان غالب تھا کہ دین اسلام ہمیشہ کے لئے ہندوستان سے نیست و نابود ہو جائے۔ اور طاغوتی طاقتیں اپنے مشن میں کامیاب ہوں کہ ایک مجاہد ،عالم ،عارف اور مرد عمل نے اپنی سحرانگیز شخصیت سے مسلمانان ہند کی قسمت کا پانسہ پلٹ دیا۔

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا

عین اس وقت جب کہ مسلمانان ہند پر گمراہی اور ضلالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ اور ملت اسلامیہ مایوسی کا شکار تھی۔ علمائے ربانی سر چھپائے بیٹھے تھے شریعت غرا کے علمبردار ساکن اور خاموش تھے ایک مرد کامل نے اپنی اجتہادانہ کوششوں سے کفر و الحاد کے اثرات کو باطل کر دکھایا۔ وہ ذات گرامی حضرت شیخ احمد سرہندی کی تھی جسے سالکان معرفت ''امام ربانی'' اور احیائے اسلام اور تجدید شریعت غرا کی نسبت سے ''مجدد الف ثانی'' اور قومیت اور مجددیت کے اعتبار سے ''محبوب سبحانی'' کے القاب سے یاد کرتے ہیں جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

جہانے را سرود جاودانی - پیامش کاشف سر نہانی
چہ خوش افزود رسم لا الہ را - تعالیٰ اللہ ، مجدد الف ثانی
(انیس احمد شیخ)

پس منظر

اکبر بارہ تیرہ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ ہمایوں کی ایران میں جلاوطنی کے باعث اکبر شفقت پدری اور تعلیم و تربیت سے محروم رہا۔ عنان حکومت سنبھالنے کے وقت ملک کی سیاست تین طاقتوں میں محصور تھی۔ اولاً'' افغان جو شیر شاہ سوری کے زمانے میں بام عروج کو چھو چکے تھے ۔ ثانیاً'' شیعان علی جن کا مرکز ایران تھا جس کی مدد سے ہمایوں نے دوبارہ تخت و تاج حاصل کیا۔ اور ثالثاً'' ہندو رعایا جو آبادی کا 95 فیصد تھی اور جس کے دل میں مسلمانوں سے حکومت چھیننے اور اسلام کو ملک بدر کرنے کی خلش گذشتہ تین صدیوں سے چٹکیاں لے رہی تھی۔ (ماخوذ ''منتخب التواریخ'' مصنفہ ملا عبدالقادر بدایونی)

اکبر کا ''دین الہٰی''

اکبر بھی عجب بینظیر بادشاہ تھا کہ اس نے اہل ہنود کے عقیدوں اور رسموں کو اپنا کر دین اسلام کا حلیہ بگاڑ دیا۔ مختصراً'' ذیل میں '' دین الہٰی '' کی داستان ملاحظہ ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک

بادشاہ لازما" دن میں چار مرتبہ یعنی صبح' دوپہر' شام اور آدھی رات کو نیر اعظم یعنی آفتاب کی عبادت کرتا تھا۔ بادشاہ ہندی زبان میں آفتاب کے ایک ہزار ایک ناموں کا وظیفہ کرتا اور قشقہ لگاتا اور جینو پہنتا۔ اسی طرح آگ' پانی' درخت' تمام مظاہر قدرت حتیٰ کہ گائے اور گائے کے گوبر تک کو پوجتا کواکب پرستی میں تو حد سے بڑھ گیا ستاروں کے مختلف رنگوں کے مطابق لباس پہنتا تھا

بادشاہ عقیدہ تناسخ (Transmigration of the soul) کا قائل تھا۔ حکم تھا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ علانیہ طور پر "اکبر خلیفتہ اللہ" کہا جائے۔ دین الٰہی کے پیرو یعنی بادشاہ کے مریدوں کو بادشاہ کی تصویر دی جاتی تھی کہ دستار میں لگائیں بادشاہ جب عبادت سے فارغ ہوتا تو سب اس کو سجدہ کرتے۔ جسے "زمین بوس" کہا جاتا۔

سود اور جوا حلال کر دیا گیا۔ شراب پینا جائز قرار دیا گیا۔ ریش تراشی یعنی ڈاڑھی منڈوانا احسن قرار دیا گیا۔ بلکہ حکم تھا کہ غسل کر کے ہم بستری کرنا بہتر ہے۔ جوان عورتوں کے لئے چہرہ بے پردہ کرنا ضروری تھا۔ بعض علماء نے جواز متعہ کا فتویٰ دیا جس کی بنا پر مضافات میں ایک آبادی "شیطان پورہ" کے نام پر تعمیر کی گئی جہاں موجودہ چکلوں کی طرز پر زنا کی تنظیم کی گئی۔ ختنہ منسوخ کر دیا گیا۔ مریدوں کے لئے مردے کو دفن کرنے کی بجائے درخت سے باندھنا یا پانی میں ڈبونا لازمی قرار دیا گیا۔ مردوں کو سونا اور ریشم پہننے کی ترغیب دی جاتی خنزیر اور کتوں کا احترام حد سے زیادہ تھا ۔ خنزیر کھانا حلال قرار دیا گیا۔ گاؤ کشی اور دوسرے حلال جانوروں کو حرام قرار دیا گیا۔

ہندو عورت اگر مسلمان مرد سے شادی کرے تو اسے جبرا" اپنے اقربا کے سپرد کر دیا جاتا۔ ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں۔

"ہندو بے تحاشہ مسجدوں کو ڈھاتے ہیں اور ان کی جگہ اپنے مندر بناتے ہیں" اسی طرح ہندوانہ کافرانہ رسومات اعلانیہ سرانجام دی جاتی ہیں لیکن احکام اسلام کی بجا آوری ممکن نہیں ہندی علوم کو رائج کیا گیا اور فارسی اور عربی کی جگہ ہندی نے لے لی عربی حروف کو بدلنے کی کوشش کی گئی مثلا" بگاڑ کر عبداللہ کو ابداللہ اور احدی کو اہدی بولا اور لکھا جاتا۔ علمائے عربی کی جاگیریں ضبط کر لیں۔ اور قاضیوں کا تقرر بند کر دیا گیا۔

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات

"ہندوستان کے کفار بے تحاشہ مسجدوں کو ڈھاتے ہیں اور ان کی جگہ اپنے مندر بناتے ہیں ۔ اسی طرح کفار علانیہ کفر کے رسوم انجام دیتے ہیں۔ لیکن مسلمان اکثر احکام اسلام بجالانے سے مجبور ہیں" (تحریر عہد اکبری)

"تقریبا" ایک قرن (عہد اکبری) سے اسلام کی غربت اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ اہل کفر

محض اس پر راضی نہیں کہ کفر کے احکام کا علانیہ اسلامی بلاد میں اجرا ہو جائے بلکہ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکلیہ مٹا دیئے جائیں اور اسلام اور مسلمانوں کا کوئی اثر باقی نہ رہے بات یہاں تک پہنچائی گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اسلام کے شعائر کا اظہار کرتا ہے تو اس کو قتل کے انجام تک پہنچا دیا جاتا ہے۔(تحریر عہد جہانگیری) موجودہ دور میں بھارت کی انتہا پسند ہندو جماعت وشوا ہندو پریشد اس ہندو ذہن کی عکاس اور علمبردار ہے۔

علمائے سوء کا فتنہ

اکبر کو گمراہ کرنے میں ملا مبارک ناگوری اور اس کے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کا بھی دخل تھا۔اس کے علاوہ بے شمار بے دین مولوی دربار اکبری میں "دین الٰہی" کے پیرو بن گئے سرمایہ داری اور مادہ پرستی ان کا نصب العین تھا اس کے علاوہ عیسائی مبلغین نے اپنی چرب زبانی اور چاپلوسی سے اکبر کے دل میں اسلام کی حقانیت کے بارے میں شکوک ڈال دیئے۔

فیضی نے اکبر کو ایک فرضی الہامی کتاب کا نسخہ پیش کیا کہ اسے ایک فرشتہ لایا تھا فتنہ روافض اور ہندو عورتوں کا شاہی حرم میں داخل ہونا بھی "دین الٰہی" کے فروغ دینے کا باعث بنا۔

الف ثانی کا نظریہ اور "دین الٰہی" کی تدوین

ہندو منجموں نے شہنشاہ اکبر کو اطلاع دی کہ ایک ایسا ستارہ طلوع ہوا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت طلوع ہوا تھا۔جس سے یہ مراد لی گئی کہ ہجرت کے ایک ہزار سال گزرنے کے بعد دین متین ختم ہو گیا ہے اب کوئی اور وحید العصر دین الٰہی کو ترتیب دے گا۔ چنانچہ اکبر کو ایک عظیم شہنشاہ کی حیثیت سے یہ اعزاز حاصل ہوا ہے۔چنانچہ بقول ملا بدایونی پہلا حکم یہ دیا گیا کہ سکہ میں "الف" کی تاریخ لکھی جائے۔ لہٰذا ٹنکوں اور اشرفیوں پر "الف" کی تاریخ ثبت ہوئی۔

عہد جہانگیری

اکبر کے بعد جہانگیر نے بھی یہ بنیادی غلطی کی کہ "دین الٰہی" کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال کر اسے اسلام کا نام دیا عوام الناس چونکہ بادشاہ وقت کے دین پر ہوتے ہیں شرک و بدعات اور دوسری ہندوانہ رسوم نے اسلام کی روح کو مسخ کر کے رکھ دیا۔

جہانگیر عدل و انصاف اور رفاہ خلق کے معاملے میں دلچسپی رکھتا تھا۔تاہم وہ اپنے والد شہنشاہ اکبر کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ملکہ نور جہاں کے افسوں نے فتنہ روافض کو نیا جنم دیا۔ایسے نازک دور میں جب کہ شجر اسلام کی مسلمان بادشاہوں کے ہاتھوں بیخ کنی ہو رہی تھی۔مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا ظہور ہوا جس طرح فرعون کا قلع قمع کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے چنانچہ حضرت مجدد قدس اللہ سرہ العزیز کی تاریخی تصدیق آپ کا مکتوب ہے جو

آپ نے اپنے فرزند محمد صادق رحمتہ اللہ علیہ کے نام تحریر فرمایا:۔

"فرزند: یہ وہ وقت ہے کہ پہلی امتوں میں اس جیسے پُر ظلمت وقت میں کوئی اولوالعزم نبی مبعوث ہوتا تھا اور نئی شریعت کی بنیاد رکھتا تھا مگر یہ امت خیر الامم ہے اور اس کے نبی خاتم الرسل ہیں علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوۃ والسلام اس امت کے علماء کو انبیاء بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا گیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے بجائے ان علماء کے وجود کو ہی کافی سمجھا گیا ہے۔ لہٰذا ہر سو سال کے ختم پر اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد مقرر کیا جاتا ہے جو شریعت مصطفوی کا احیاء کرتا ہے بالخصوص ایک ہزار سال بعد جو امم سابقہ میں کسی عظیم الشان رسول کی بعثت کا زمانہ ہوتا تھا اور صرف نبی کے درجہ پر اکتفا نہیں کیا جاتا تھا۔ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ایسے جلیل الشان عالم کی ضرورت ہے جو اولوالعزم نبی کے قائم مقام ہو سکے"

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید
دیگراں ہم بکند آنچہ مسیحا می کرد

مجدد الف ثانی

آفتاب آمد دلیل آفتاب

باشہ درویشی درسازو دمادم زن
تا پختہ شوی خودرا برسلطنت جم زن
گفتند "جہان ما آیا بتومی سازد"؟
گفتم کہ نمی سازد' گفتند کہ برہم زن

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس مضمون پر دال ہیں کہ "امت اسلامیہ کے پختہ کار علمائے ربانی ہر زمانہ میں موجود رہیں گے۔ جو صراط مستقیم پر جم کر متوسلین کو بھی سیدھی راہ بتاتے رہیں گے"۔ اسی طرح ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "خداوند عالم اس امت کے لئے ہر سو سال پر ایک ایسا شخص پیدا کرتا رہے گا۔ جو دین کو تازہ کرتا رہے گا" (ابو داؤد۔ مستدرک حاکم۔ معجم اوسط طبرانی۔ بیہقی وغیرہ)

ظاہر ہے کہ تجدید اور مجددیت کا معیار صرف کثرت عبادت ریاضت یا حسن طریقت نہیں بلکہ اس کے لئے کسی فاضل چیز کی ضرورت ہے چنانچہ مکتوب نمبر6 جلد دوم میں حضرت مجدد تحریر فرماتے ہیں۔

فرزند: باوجود اس معاملہ کے جو میری پیدائش سے متعلق ہے۔ ایک بڑا کارخانہ میرے حوالے فرمایا گیا ہے پیری مریدی کے لئے مجھ کو نہیں لایا گیا اور میری پیدائش سے سالکین کی تربیت اور ارشاد

خلق بھی مقصود نہیں - ایک دوسرا معاملہ ہے ایک اور دوسرا کارخانہ - اس اثنا میں جو شخص مناسبت رکھے گا فیض حاصل کرے گا ورنہ نہیں - میرے سپرد کردہ کارخانہ کے مقابلہ میں تکمیل وارشاد کا معاملہ تو ایک ایسا معاملہ ہے جیسے راستہ کی کوئی پڑی ہوئی چیز ہو"

عبادت، حسن معاشرت، ذکر و شغل، حسن اخلاق، بلاشبہ بے بہا جوہر ہیں - انمول موتی ہیں دین و دنیا کی سعادت عظمیٰ کا راس المال ہیں - مگر مجددیت کا اثبات ان چیزوں سے نہیں کیا جاتا بلکہ مجدد کا مطلب تو یہ ہے کہ اہل ملت کی افراط و تفریط کے باعث جو رخنے - بدعتیں اور کوتاہیاں دین متین میں پیدا ہو گئی ہوں ان کو دور کرے -

مجددیت کا اعتراف

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی مجددیت سے انکار ممکن نہیں کیونکہ ان کی مجددیت پر زمانہ کا اجماع ہو چکا ہے ساڑھے تین سو سال سے زائد عرصہ میں سینکڑوں علماء اور فقہا گزر گئے - سب نے حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کو مجدد الف ثانی تسلیم کیا ہے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ 'اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف میں بھی ان کو مجدد الف ثانی مانا گیا ہے تمام ممالک اسلامیہ میں اس امر پر کلی اتفاق ہے - اگر کوئی دلی عناد یا بغض کی وجہ سے منکر ہو تو وہ النادر کالمعدوم کے حکم میں ہے -

بلدہ شریفہ سرہند

حضرت مجدد کا مقام ولادت شہر سرہند تھا اور لاہور اور دہلی کے عین وسط میں شیر شاہ سوری کی بنوائی ہوئی جرنیلی سڑک پر واقع ہے اس شہر کے آباد ہونے اور قلعہ فیروز شاہی تعمیر ہونے کے ساتھ دو عظیم اولیاء وابستہ ہیں یعنی حضرت امام رفیع الدین جو حضرت مجدد کے مورث اعلےٰ تھے اور حضرت شرف الدین بو علی قلندر جنہوں نے بعد میں، قلعے کی تعمیر میں مدد فرمائی مزید برآں حضرت مخدوم جہانیاں کے ایما پر سلطان فیروز شاہ تغلق نے یہ قلعہ تعمیر فرمایا کیونکہ پیش گوئی کے مطابق اس مقام پر گیارہویں صدی ہجری میں ایک وحید الامت والعصر کے پیدا ہونے کی بشارت تھی -

عروس البلاد سرہند

مشرقی پنجاب (بھارت) میں واقع اور انبالہ سے تقریباً" تیس کلو میٹر دور سرہند شہر عظیم تاریخی اہمیت کا حامل ہے - سلاطین کے دور سے لے کر مغلیہ دور کے اختتام تک عروس البلاد سرہند ایک عظیم اسلامی شہر تھا اور شمال مغربی ہندوستان میں لاہور اور ملتان کے بعد سرہند کا نام ہی زبان زد خلائق تھا -

ازل سے ہے مرا دل جلوہ عالم کا شیدائی
کشش سرہند میں آوارہ الفت کو لے آئی

وہی سرہند جس کو جنت ماویٰ نشاں کہیے
طریقت کی زباں میں قبلہ روحانیاں کہیے
وہی سرہند جو اسلام کی عظمت کا محور تھا
وہی جو کفر کے ظلمات میں ایمان کا گھر تھا
وہی سرہند جو رفعت پناہ تھا بادشاہوں کا
وہی جو منزل مقصود تھا ماضی کی راہوں کا
وہ جس کو دیو نے پامال کر ڈالا
مگر قائم ہے جس کے سر پہ اب بھی نور کا ہالا

حضرت خواجہ باقی باللہ کا ورود مسعود

حضرت خواجہ باقی باللہ (ولادت کابل 971ھ بمطابق 1564ء بن قاضی عبدالسلام (علامہ دہرولی کامل) نے ظاہری اور باطنی علوم مشائخین وقت سے حاصل کئے اور اس سلسلے میں سیرو سیاحت بھی کی آخر آپ نے بہ القائے ربانی خواجہ محمد امکنگی رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ سے وابستگی اختیار کرلی۔ تکمیل سلوک کے بعد بحکم شیخ آپ نے استخارہ کیا تو معلوم ہوا کہ "ایک شیریں گفتار طوطی آپ کے ہاتھ پر آبیٹھا ہے اور آپ اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال رہے ہیں اور وہ اپنی چونچ سے آپ کے منہ میں شکر ڈال رہا ہے" پیرو مرشد نے استخارہ سن کر فرمایا کہ ہندوستان جاؤ وہاں تمہاری تربیت سے کوئی مرد خدا اس مرتبے پر پہنچے گا جس سے ایک عالم منور ہو گا اور تمہیں بھی اس سے حصہ ملے گا۔

چنانچہ آپ دلی میں آکر قیام پذیر ہو گئے چشتیہ قادریہ اور سہروردیہ سلاسل کا ہندوستان میں پہلے ہی دور دورہ تھا سلسلہ نقشبندیہ کو حضرت خواجہ باقی باللہ کی ذات بابرکات سے وہ فیض ملا کہ باید و شاید۔

حضرت مجدد کی آمد و بیعت

1599ء میں حضرت مجدد نے سرہند سے دلی آکر حضرت خواجہ کے دست حق پرست پر بیعت کی 1603ء میں حضرت باقی باللہ نے صرف انتالیس برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ اس قلیل عمر میں آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دینے کا ایسا تابناک اور عظیم کارنامہ سرانجام دیا جو صرف تائید ایزدی سے ہی ممکن تھا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء چار سال کے مختصر عرصہ میں حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے انتہائی ذوق و شوق سے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی تربیت کی حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے خطوط جو انہوں نے اپنے پیرو مرشد کو لکھے اس کا زندہ ثبوت ہیں حضرت خواجہ نے اپنے مریدین کو اپنے جلیل القدر خلیفہ کے بارے میں جو خطوط لکھے ہیں وہ ان کے مشن

کی تکمیل اور حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی عظمت پر دال ہیں

(1) ”شیخ احمد نامی ایک عالم باعمل سرہند سے آئے ہیں۔ چند دن اس فقیر کے ساتھ اٹھے بیٹھے۔ عجیب و غریب حالات ان کے دیکھنے میں آئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ چراغ ہوں گے جس سے سارا عالم روشن ہوگا“

(2) ”شیخ احمد ایک آفتاب ہیں جن کے ضمن میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں آسمان کے نیچے ان کی نظیر نہیں ہے اور متقدمین میں اس امت میں ان جیسے خال خال گزرے ہیں“

(3) ہم نے یہاں ایک بہت بڑا چراغ روشن کیا ہے جس کی روشنی آناً فاناً بڑھنے لگی پھر ہمارے جلائے ہوئے چراغ سے بے شمار چراغ روشن ہو گئے“۔ (اشارہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی طرف ہے)

(4) میں صرف چقماق ہوں آگ پیدا کر سکتا ہوں چراغ شیخ احمد ہیں“ حضرت مجدد کو اڑھائی ماہ کی تربیت کے بعد خلعت خلافت عطا کی گئی اور دربار اکبری کے خاص خاص اصحاب کو بہر تربیت آپ کے سپرد کیا گیا جن میں میر صدر جہاں خان اعظم اور دیگر امراء شامل تھے دوسری دفعہ مرشد خود اپنے خلیفہ کی پیشوائی کے لئے دروازے تک آئے اور اپنے مرشد کی پیش گوئی کا ذکر کیا۔ اور تحریک احیائے اسلام کی باگ ڈور آپ کے سپرد کی۔

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ لاہور تشریف فرما تھے۔ کہ حضرت خواجہ کا دلی میں وصال ہو گیا۔ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ اطلاع ملتے ہی دلی پہنچے صاحب زادگان کی تسلی و تشفی فرمائی اسی وقت تمام یاران طریقت نے آپ کو خلیفہ اعظم تسلیم کر لیا

قیومیت

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے تصوف میں بعض نئی اصطلاحوں کا اضافہ کیا آپ کے ارشاد کے مطابق جس طرح خلفائے اربعہ مدارج ولایت سے بڑھ کر مدارج نبوت تک پہنچے تھے اسی طرح وہ بھی ان مدارج تک پہنچے ہیں البتہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام اولیائؒ سے افضل ہیں چنانچہ ولایت سے نبوت کے مدارج تک ترقی کرنے میں انہیں مقام قیومیت حاصل ہوا جو ان دونوں مقاموں کے درمیان ہے ان کے علاوہ تین اور قیوم بھی ہیں ان چار قیوموں کے وجود سے شریعت طریقت حقیقت اور علم معرفت کو زیب و زینت حاصل ہوئی ارباب طریقت میں نغمہ و سماع ممنوع فرمایا۔ اور وحدت الوجود کا عقیدہ اٹھ گیا حضرت مجدد کی ان اصطلاحوں کو ان کے ارادت مندوں اور دیگر علماء نے بسرو چشم قبول کیا۔

○ ○

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں اولیائے عظام کی پیش گوئیاں

الف: حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ جنگل میں مراقبہ کی حالت میں ایک نور کا مشاہدہ کیا جو ساعت بہ ساعت بڑھ رہا تھا۔ القا ہوا کہ آپ کے پانچ سو سال بعد ایک وحید الامت تجدید دین و شریعت کرے گا اور اس کے فرزند اور خلفاء بارگاہ احدیت کے صدر نشینوں میں سے ہوں گے۔ چنانچہ پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا خرقہ اپنے خلیفہ اکبر کے سپرد کیا کہ یہ خرقہ اس وحید الامت کی امانت ہے۔ چنانچہ نسل در نسل اس کی حفاظت ہوتی رہی۔ تا آنکہ وہی خرقہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو شاہ کمال کیتھلی کی وساطت سے ان کے پوتے شاہ سکندر رحمتہ اللہ علیہ نے پہنچایا۔

ب: حضرت شیخ احمد جام نے فرمایا کہ چار سو سال بعد میرے ہم نام ایک بزرگ ہوں گے جو سب سے افضل ہوں گے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ نے اس بات کی تصدیق فرمائی ہے۔

ج: مزید برآں حضرت شیخ سلیم چشتی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ عبداللہ سہروردی برگزیدہ اولیاء میں سے ہیں ان کو کشف ہوا کہ امام وقت کا ظہور عنقریب ہونے والا ہے جس کا نور تاقیامت قائم رہے گا بقول اقبال۔

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
ہے وہی اپنے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
فتنہ ملت بیضا ہے امامت اسکی
جو مسلماں کو سلاطین کا پرستار کرے

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ اور اکبر اعظم

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے جس پامردی اور اولوالعزمی کے ساتھ فتنہ

اکبری اور "دین الٰہی" اور فتنہ جہانگیری کا مقابلہ کیا تاریخ کے اوراق اس کے شاہد ہیں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ تحصیل علم کے بعد آگرہ تشریف لے گئے جو ان دنوں پائیہ تخت تھا مشہور ہے کہ آپ نے فیضی کی شہرہ آفاق بے نقط تفسیر "سواطع الالھام" لکھنے میں اس کی مدد فرمائی۔

ایک مرتبہ آپ نے ماہ رمضان کے آخری دن کا روزہ رکھا کیوں کہ رویت ہلال کی شرعی شہادت مہیا نہیں ہوئی تھی ابوالفضل نے کہا کہ بادشاہ نے خود چاند دیکھا ہے مجدد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بے ساختہ فرمایا "بادشاہ" بے دین است اعتبارے ندارد (بادشاہ بے دین ہے اس کا اعتبار نہیں) ابوالفضل خفیف سا ہو کر رہ گیا آپ نے فیضی اور ابوالفضل سے علمی مذاکرے بھی کئے ایک مرتبہ ابوالفضل نے حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں گستاخانہ جملہ کہہ دیا۔ آپ یہ کہہ کر مجلس سے اٹھ آئے کہ اگر علمی مذاکرے کا شوق ہے تو اہل علم کے اطوار اور طریق کو اپنانا چاہئے اور پھر پیہم تقاضوں کے باوجود اس مجلس کا رخ نہیں کیا۔

اکبر "دین الٰہی" کو ترویج دینے کی کوشش کرنے لگا حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے بادشاہ کے چند خاص مقربین کو بلوا کر کہا کہ "بادشاہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا باغی ہو گیا ہے۔ میری طرف سے بادشاہ کو کہہ دو کہ اس کی بادشاہی، اس کی طاقت، اس کی فوج سب ایک دن مٹ جانے والی ہے۔ وہ توبہ کرے۔ خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تابعدار بنے ورنہ اللہ کے غضب کا انتظار کرے"

اکبر نے اس تنبیہہ کی پرواہ نہ کی بلکہ دوسرے روز شان اکبری کا مظاہرہ کرنے کے لئے اور بزعم خود دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تذلیل کرنے کے لئے اکبری دربار سجایا اور پرشکوہ شامیانے لگوا کر پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا اور خود اراکین سلطنت کے ہمراہ اس شاہانہ دربار میں داخل ہوا اس کے مقابلے میں دربار محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے بوسیدہ خیمے اور شکستہ ساز و سامان کو استعمال کیا گیا مقصود یہ کہ دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) نعوذ باللہ من ذالک فرسودہ ہو چکا ہے۔ دیکھیں بادشاہ کے مقابلے میں اس میں کون داخل ہوتا ہے؟

حضرت مجدد علیہ الرحمہ اس خیمے میں اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ داخل ہوئے ایک روایت کے مطابق حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے مٹھی بھر خاک دربار اکبری کی طرف پھینکی خدا کا کرنا کیا ہوا کہ سخت آندھی آئی دربار اکبری کی چوبیں اکھڑ گئیں لوگوں کو سخت چوٹیں آئیں۔ دوسری طرف دربار محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) چونکہ ایک پھٹا پرانا خیمہ تھا حضرت مجدد علیہ الرحمہ اور ان کے ساتھی معجزانہ طور پر محفوظ و مامون رہے روایت ہے کہ اکبر چوب لگنے سے زخمی ہو گیا اور کچھ عرصہ بعد انتقال کر گیا اکبر کے عبرتناک انجام کے بارے میں مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ

فرمائیں کتاب انگریزی زبان میں ہے۔ جس کا عنوان ہے دنیا کے سو عظیم بادشاہ ملکہ اور حکمران" تالیف جان کیننگ۔

A screaming mob beat down the bronze gates burst into the great mausoleum opened the tomb then dragging out the bones of Akbar they threw them into the fire and burnt them - thus does the world treat those when it expects no good and fears no evil- that was the end of the life and reign of King AKbar (page 428 " 100 great kings queens and Rulers of the world Edited by John canning A century book published by souvenir press)

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ اور جہانگیر

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ باقی اللہ رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے چند سالوں کے اندر اندر تمام روحانی مدارج طے کر لئے اور حضرت باقی باللہ ؒ نے فرمایا" میاں شیخ احمد مثل ایک آفتاب کے ہیں جس کے ضمن میں ہمارے جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں چنانچہ 1599ء سے 1603ء کے عرصے میں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ عملی سیاسی زندگی میں نمایاں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے کمربستہ ہو گئے اور آٹھ برس کے قلیل وقت میں سلسلہ نقشبندیہ کو بام عروج تک پہنچا دیا آپ کی بلند پایہ تصوف اور اتباع شریعت کے بارے میں تصنیفات نے علمی اور فکری دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ تبلیغ کے سلسلہ میں آپ کی مشہور تصانیف میں "مبداؤ معاد" "معارف لدنیہ" "مکاشفات غیبیہ شرح رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ ' رسالہ جات جن میں " رسالہ تہلیلیہ" "رسالہ اثبات النبوۃ" " رسالہ بسلسلہ حدیث "اور سب سے اولیٰ آپ کے "مکتوبات شریف" ہیں۔

رشد و ہدایت کی اس تبلیغ سے زندیقیت اور شرک و الحاد کے بادل چھٹ گئے اور مطلع صاف ہو گیا اس عظیم مشن کے لئے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے عملی اقدام کئے اور معاشرے

کے تین اہم طبقوں کو جو ایوان مملکت کے ستون شمار ہوتے ہیں اپنے حلقہ اثر میں شامل کر لیا

اولاً: غریب اور فقیر منش طبقہ جو مسجد کے اماموں' ملاؤں اور پیروں کی صورت میں عوام الناس پر اثر انداز ہوتا ہے غرباء' فقراء' اور صلحاء کی یہ جماعت تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں بے حد ممد و معاون ثابت ہوئی

ثانیاً: علماء اور صوفیاء کا سنجیدہ طبقہ جس نے اپنی عملی کاوشیں اسلام کی تبلیغ کے لئے وقف کر دیں۔ جن میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار ہستیاں شامل تھیں۔

ثالثاً: عمائدین سلطنت اور امراء و وزراء مملکت اور بے شمار منصب دار اور شاہی عساکر میں کئی عہدیدار حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ جن کو تجدید اسلام اور احیائے شریعت کے بارے میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلایا گیا اور اس مشن کا سب سے اہم ستون خود شہنشاہ جہانگیر کی ذات گرامی تھی جس کے بارے میں تاریخ گواہ ہے کہ بڑی مدت کے بعد آخر یہ شاہیں زیر دام آیا۔

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی سیاسی طاقت

سرزمین پاکستان کے عوام کو اس امر کا بخوبی تجربہ ہے کہ ان تینوں طبقوں کے یکجا ہونے سے ملک میں کتنا عظیم انقلاب پیدا ہو سکتا ہے پاکستان میں فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی مضبوط اور مستحکم حکومت اپنی گوناگوں خوبیوں کے باوجود شکست سے دوچار ہوئی کیونکہ عوام کا طبقہ مخالف تھا پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت علماء اور سنجیدہ طبقے کے عدم تعاون کا شکار ہو گئی لیکن حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے پاس تینوں طبقوں کی طاقت تھی آپ نے اس اجتماعی قوت کو سیاسی اغراض کے لئے استعمال نہیں کیا۔ بلکہ احیائے اسلام اور ترویج شریعت جیسے سنہری پروگرام کے لئے ان کی پر خلوص خدمات حاصل کیں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو ایسے جانباز اور جاں نثار مرید نصیب ہوئے کہ انہوں نے دین جہانگیری سے ٹکر لینے کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی تاریخ عالم میں بیشتر اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں انقلاب رونما ہوئے لیکن ان کے پیچھے کسی ایک گروہ یا طبقے کا ہاتھ تھا حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے تخت جہانگیری کے حصول کو اپنا مقصد حیات نہیں بنایا تھا۔ ان کا نصب العین انسانی قلب و فکر و نظر کا رخ بدلنا تھا۔ اور شجر اسلام میں پیدا شدہ شرک و بدعت کی شاخوں کی قطع و برید کرنا تھا۔ یہی کام نبوت کا ہے اور مجدد چونکہ نور نبوت سے مستنیر ہوتا ہے حضرت مجدد نے یہی کارنامہ سرانجام دیا۔

جہانگیر نے 1606ء سے 1627ء تک حکومت کی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کا اکبر کے انتقال سے دو برس قبل وصال ہو گیا تھا شہزادہ خسرو نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی مگر شکست کھائی۔ سکھوں کے گورو ارجن دیو نے پہلی مرتبہ سیاست میں قدم رکھا اور باغی شہزادہ کی حمایت کی یہ فعل شہنشاہ سے غداری کے مترادف تھا چنانچہ وہ عتاب شاہی کا مستوجب ہوا جہانگیر نے 1611ء میں مہرالنساء سے شادی کی اور اس کو نور جہاں کا لقب عطا فرمایا۔ نور جہاں اور اس کا بھائی آصف جاہ شیعہ عقیدہ کے مالک تھے۔ آصف جاہ کو وزارت عظمیٰ سپرد کی گئی۔ مندرجہ بالا حالات سے حکومت کے عدم استحکام اور دینی محاذ پر غیر اسلامی عناصر کا رونما ہونا مترشح ہوتا ہے۔ "دین الٰہی" کے عوام الناس پر گہرے اثرات ظاہر تھے اور شرک والحاد کی بیخ کنی کرنے کے لئے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے انتہائی فراست سے کام لیتے ہوئے قلمی جہاد کا آغاز کیا جس کے خاطر خواہ نتائج بر آمد ہوئے لیکن۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بو لہبی

دربار جہانگیری میں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف ایک خفیہ متحدہ محاذ قائم ہو گیا جس میں اہل ہنود کے علاوہ علمائے سوء نے ہوس اقتدار میں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی عظمت اور طاقت کو سرنگوں کرنے کی کوشش کی۔ نور جہاں اور آصف جاہ کی وجہ سے اثنا عشری عقائد اراکین دربار اور عمائدین سلطنت میں سرایت کر رہے تھے چنانچہ علمائے سوء کی ملی بھگت سے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی سرگرمیوں کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا اور "مکتوبات شریف" کی عبارات میں جابجا تحریف کر کے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف فتویٰ طلب کیا گیا اور اس طرح ایک بحران پیدا ہو گیا۔ دربار جہانگیری میں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی پہلی بار طلبی عقائد کی وضاحت کے بارے میں ہوئی۔ اور آپ نے اپنے معترضین کو ایسے مدلل اور شافی جواب دیئے کہ وہ گنگ رہ گئے۔ اور بادشاہ جہانگیر مطمئن ہو گیا۔ تاہم حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی ہمہ گیر شخصیت اور دربار اور عوام میں مقبولیت کے پیش نظر جہانگیر نے آصف جاہ کے باہمی مشورے سے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین اور متوسلین کو جو دربار جہانگیری میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے دارالسلطنت سے دور تنخواہوں میں اضافے کے ساتھ گورنری کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ چنانچہ خانخاناں کو صوبہ دکن، سید صدر جہاں کو صوبہ جات شرقی، خان جہان لودھی کو مالوہ، اور مہابت خان کو کابل تعینات کیا گیا علیٰ ہذالقیاس دیگر امرائے سلطنت کو بھی مرکز سے دور مقامات پر متعین کیا گیا۔

افضل جہاد جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے (حدیث نبوی)

یہ 1619ء کا واقعہ ہے۔ دربار جہانگیری میں حزب اختلاف کی مذموم مساعی جوبن پر تھیں ۔سازش کی گئی کہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو دربار میں شہنشاہ کے حضور طلب کیا جائے۔ اگر وہ شاہی جاہ و جلال سے مرعوب ہو کر سجدہ تعظیمی بجالائیں گے تو وہ اپنے مریدین دربار اور عوام کی نظروں سے گر جائیں گے اگر انکار کریں گے تو حکم عدولی کی بنا پر گردن زدنی قرار دیئے جائیں گے اس مقصد کے لئے ایسا وقت مقرر کیا گیا جب شہنشاہ نشے میں حد سے زیادہ مخمور ہو۔ یعنی یا تو حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ اپنی ساکھ کھو دیں گے یا ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر چروا دیئے جائیں گے دربار میں داخلے کے لئے جو کھڑکی تھی اس میں سے سر جھکا کر گزرنا پڑتا تھا۔ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے داخل ہوتے وقت پہلے اپنے پاؤں اندر کئے۔ جہانگیر اس پر برافروختہ ہو گیا۔ پھر جب حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو سجدہ تعظیمی کے لئے حکم دیا گیا تو آپ نے نہایت استقلال سے اسے رد کر دیا اور فرمایا "اے جہانگیر! کیا یہ کھلی حماقت نہیں کہ میں اپنے ہی جیسے ایک بے بس اور مجبور انسان کو سجدہ کروں؟"

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی ، باقی بتان آزری

فتویٰ اور تقویٰ

جہانگیر اس پر سخت مشتعل ہو گیا غضب سے اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ شہنشاہ مغل اعظم کے حضور ایک ادنیٰ فرد کی یہ جرأت اور گستاخی! فیل بان کی طرف اشارہ کیا کہ مفتی وقت نے دربار میں اٹھ کر اعلان کیا "اے شیخ احمد! میں فتویٰ دیتا ہوں کہ گردن جھکا دی جائے" حضرت مجدد نے نہایت اطمینان سے فرمایا "فتویٰ درست ہے۔ جان بچانے کے لئے فتویٰ یہی ہے۔ لیکن تقویٰ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ گردن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے آگے جھکے" دربار جہانگیری میں جیسے سناٹا چھا گیا۔ اس عالم سکوت میں اگر سوئی بھی گرتی تو اس کی آواز سنائی دیتی۔ جہانگیر کے دل میں ایک انجانا سا خوف پیدا ہوا اس نے قتل کا حکم دینے کی بجائے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو گوالیار کے قلعے میں قید کرنے اور مکان اور جائیداد کے لوٹنے کا حکم دیا حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے اس فیصلے کو راضی برضا ہو کر سنا اور خندہ پیشانی سے قبول کیا آپ اس واقعہ سے پیشتر اکثر دوستوں سے فرمایا کرتے کہ "عنقریب ہم پر مصائب نازل ہونے والے ہیں یہ رضائے الٰہی ہے۔ جب تک یہ منزل صبر و استقلال سے طے نہ ہو گی مدارج حاصل نہ ہو سکیں گے۔"

قلعہ گوالیار میں ایام اسیری

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک مطیع اور فرمانبردار بندے کی حیثیت سے جہانگیر سے بغاوت کی اسوہ یوسفی پر عمل کرنے والا مجاہد کوہ مصائب سے ٹکرا گیا گوالیار کا قلعہ قزاقوں قاتلوں سنگین مجرموں اور حکومت کے باغی قیدیوں کے لئے مخصوص تھا حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی آمد پر وہ قلعہ خانقاہ مجددیہ میں تبدیل ہو گیا ذکرو فکر کی محفلیں قائم ہونے لگیں اسلام اور شریعت حقہ کی تبلیغ اور اشاعت کا سلسلہ شروع ہو گیا زندگی سے مایوس قیدیوں کے لئے وہ مقام بہشت بریں بن گیا۔

"رخصت" نہیں "عزیمت"

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی گرفتاری کی خبر تمام ملک میں آگ کی طرح پھیل گئی لوگ سکتے میں آ گئے بغاوت کی ہوا چلنے لگی جس طرح مملکت خداداد پاکستان میں جمہوریت کے نام پر ایک فرد واحد کی للکار نے آمر وقت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے ایوان حکومت میں زلزلہ پیدا کر دیا اسی طرح حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے اعلائے کلمتہ الحق نے قصر جہانگیری کو متزلزل کر دیا ادھر شہزادہ خرم (شاہجہان) جو حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کا معتقد تھا سخت مضطرب اور بے چین ہوا آداب شاہی کے پیش نظر حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنا خاص معتمد بھیجا کہ آپ صرف ایک مرتبہ تعظیمی سجدہ کر لیں اس کے بعد میں بصد آداب آپ کی رہائی عمل میں لاؤں گا اپنی گزارش کے جواز میں فقہ کی کتب پیش کیں جن میں سجدہ تعظیمی مباح یعنی جائز قرار دیا گیا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس معاملے میں "رخصت" شائد ہو سکتی ہو لیکن عزیمت کا مقام اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرتا۔ یہ سن کر شہزادہ خرم لاجواب اور خاموش ہو گیا

جہانگیر کے خلاف عمائدین سلطنت کی بغاوت

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی گرفتاری کی خبر جب خانخاناں سید صدر جہاں خان اعظم مہابت خان اور دیگر عمائدین سلطنت کو ملی تو انہوں نے جہانگیر کے خلاف بغاوت کرنے اور بادشاہ کو معزول کرنے کا پروگرام بنایا مہابت خان کو امیر تسلیم کیا گیا سکیم یہ تھی کہ کابل سے بغاوت کا اعلان ہو بادشاہ ادھر متوجہ ہو گا تو اس کی غیر حاضری میں پائیہ تخت دلی پر قبضہ کر لیا جائے گا چنانچہ مہابت خان نے فوراً اعلان جنگ کر دیا اور شاہان توران اور خراسان کی فوجی امداد سے جہانگیر پر چڑھائی کی خاطر ہندوستان کی طرف پیش قدمی کی بادشاہ بغاوت فرو کرنے کے لئے فوراً لاہور پہنچا

اور جہلم روانہ ہوا جہاں باغی فوج خیمہ زن تھی۔ جہانگیر کو دریائے جہلم عبور کرتے ہوئے گرفتار کر لیا نور جہاں اور آصف جاہ کمک لے کر پہنچے مگر حراست میں لے لئے گئے مہابت خان ان تینوں کو ختم کرنا چاہتا تھا مگر مشیت کو کچھ اور ہی منظور خاطر تھا دلی کے تخت پر دیگر امرائے سلطنت نے قبضہ کر لیا اور نور جہاں کے معتمدین کو برخاست کر دیا میدان خالی تھا باغیوں نے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ سے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہونے کی استدعا کی۔

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کا مقام ایقان

تا شنیدیم   آتش   پیکار و کیں

پشت   پازد   بر سر   تاج   ونگیں

حضرت مجدد نے اس دعوت کے جواب میں قلعہ گوالیار سے اپنے جملہ امرائے متوسلین کو مکتوب تحریر کئے کہ مجھے سلطنت کی ہوس نہیں اور میں تمہارے فتنہ و فساد کو پسند نہیں کرتا میں نے جو قید کی مصیبت برداشت کی ہے وہ اور مقصد کے لئے ہے جب وہ مقصد پورا ہو جائے گا میں تمہاری کوشش کے بغیر اللہ کے حکم سے رہا ہو جاؤں گا یہ فساد میرے مقصد کی راہ میں رکاوٹ ہے بہتر ہے تم بغاوت سے باز آ جاؤ اپنے بادشاہ کی اطلاعت قبول کرو۔ میں بھی جلد از جلد قید سے آزاد ہو جاؤں گا اس تحریر کی بے شمار نقلیں کی گئیں مہابت خان نے جہانگیر نور جہاں اور آصف جاہ کو حراست میں لے رکھا تھا حضرت مجدد کا مکتوب موصول ہو گیا دار الخلافہ دہلی میں دوسرے امراء کو بھی مکتوب پہنچ گئے جن میں بغاوت کے بارے میں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی خفگی کا اظہار تھا۔ مہابت خان نے جہانگیر کو تخت پر بٹھا کر مکتوب حضرت مجدد پیش کیا اور سوائے سجدہ تعظیمی کے تمام آداب بجا لایا بادشاہ بجلی کی تیزی کے ساتھ پائیہ تخت پہنچا جہاں بغاوت پہلے ہی ختم ہو چکی تھی حضرت مجدد کی خط و کتابت پر کڑی نگرانی ہونے لگی آپ کے جو خطوط صاحبزادگان کو جایا کرتے تھے سنسر ہونے لگے لیکن ان میں یہی تحریر ہو تا کہ میری رہائی کی کوشش نہ کرو بلکہ میرے لئے صبر و استقامت کی دعا کیا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہو رہائی اللہ کے حکم سے خود بخود ہو جائے گی" باقی مریدین اور عمائدین سلطنت کو لکھے گئے خطوط کا نفس مضمون بھی یہی ہو تا

حکومت کے بارے میں کوئی حرف شکایت درج نہ ہو تا۔ البتہ ترویج شریعت اور احیائے اسلام کا ذکر ضرور ہو تا جہانگیر عجب ذہنی کشمکش میں گرفتار تھا۔ قلعہ گوالیار کے زندان کی کیفیت عجب تھی۔ قید خانہ مکمل طور پر خانقاہ مجددیہ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ عام قیدی اور پیشہ ور مجرموں سے لیکر معمولی پہریدار اور بڑے سے بڑے عہدیدار تک تمام عملہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے

حلقہ ارادت میں داخل ہو چکا تھا۔ کفروالحاد کی تاریکیاں چھٹ چکی تھیں جہانگیردل میں نادم ضرور تھا۔ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی مسحور کن شخصیت سے متاثر تھا خود بھیس بدل کر قلعہ گوالیار کے باسیوں کے قلبی انقلاب کا جائزہ لے چکا تھا ادھر سنت یوسفی کی تکمیل کا وقت پورا ہو چکا تھا آخر کار جہانگیر نے ہتھیار ڈال دیئے

جب ہوا دبدبہ شان مجدد کا ظہور ۔ تہلکہ مچ گیا ایوان جہانگیری میں
ہو کے شرمندہ شہ ہند خطا سے اپنے ۔ مدتوں غرق رہا ورطۂ دلگیری میں

"بادشاہ اسلام"

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

رہائی سے قبل حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے جو شرائط جہانگیر کے سامنے پیش کیں حسب ذیل ہیں

1۔ سجدہ تعظیمی موقوف کردیا جائے

2۔ مسجدیں کھول دی جائیں۔ "ملک ہند" میں اذان کی آزادی ہو

3۔ گاؤکشی پر پابندی ختم کردی جائے۔

4۔ بدعات ترک کی جائیں اور شریعت کی ترویج کی جائے

5۔ شرعی قانون کے نفاذ کے لئے قاضی، مفتی اور محتسب مقرر کئے جائیں

6۔ جزیہ بحال کیا جائے

7۔ تمام سیاسی قیدی رہا کردیئے جائیں

جہانگیر کی تالیف قلب ہو چکی تھی۔ اس نے نہ صرف ان شرائط کو قبول کیا بلکہ ان پر عمل پیرا ہونے کا یقین دلایا حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے جہانگیر کو بادشاہ اسلام کے خطاب سے نوازا جہانگیر کی پیشکش تھی کہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ سفرو حضر میں اس کے ساتھ رہیں اور عساکر جہانگیری کی معیت میں سفر کریں۔ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے اسے بسروچشم قبول کرلیا خوش نصیب جہانگیر! جسے دنیا اور آخرت دونوں کی سعادت حاصل ہوئی حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کہا کرتا تھا کہ "میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس سے نجات کی امید ہو البتہ میرے پاس ایک دستاویز ہے جسے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کروں گا اور وہ دستاویز یہ ہے کہ ایک روز مجھ سے شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ اتباع سنت کی بدولت مجھے جنت عطا کرے گا تو تیرے بغیر جنت میں داخل نہیں ہونگا" (علمائے ہند کا شاندار ماضی)

تصوف کی دنیا میں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کا جو منفرد مقام ہے اور آپ کے "مکتوبات"

قدسی آیات میں جن موضوعات پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے "مکتوبات" کے بارے میں اردو کے مشہور صاحب طرز ادیب اور مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریا بادی کا قول ہے" تصوف اسلام کے ذخیرہ میں سب سے زیادہ اثر میرے اوپر دو ہی کتابوں کا پڑا ہے اول یہ مثنوی ہے جس نے دہریت اور الحاد سے کھینچ کر مجھے اسلام کی راہ دکھائی اس اجمال کے بعد ضرورت تفصیل کی تھی یعنی اسلام کے اندر عقائد اور اعمال میں راہ متعین کون سی اختیار کی جائے اس بات میں شمع ہدایت کا کام مکتوبات ہی نے دیا ہے

گلدستہ عقیدت

بوقت حضوری بدرگاہ عالیہ اعلیٰ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ بطور ڈپٹی لیڈر 1976ء منجانب انجمن زائرین پاکستان پیش کیا گیا

سرمہ ہے میری آنکھ کا یہ خاک گہر بار — خوابیدہ ہے اس خاک میں وہ بندہ بیدار
وہ دہر میں آئین شریعت کا طلبگار — عالم میں ہوا شان مجدد کا سزاوار
پروانہ کہ تھا شمع (محمدؐ) کا پرستار

ظلمت کدہ کفر میں ایمان کا مینار — وہ عالم ادراک میں اللہ کی تلوار
وہ صاحب دل، صاحب دیں، صاحب اسرار — اس قافلہ شوق کا ہے قافلہ سالار
وہ آئیہ صدیق و عمر مایہ کرار

آسودہ ہے اس خاک میں وہ مرد مسلماں — ''گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان''
وہ عامل، وہ عاقل، وہ حامل قرآں — ''وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان''
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

باطل کو کہاں تاب ہے تکبیر کے آگے — ظلمت بھی کوئی چیز ہے تنویر کے آگے
آزاد منش قید کی زنجیر کے آگے — گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
وہ عصمت آئین پیمبرؐ کا نگہدار

اس خاک میں ہے نکہت گلزار مدینہ — اس خاک میں ہے عظمت رفتہ کا خزینہ
اترا تھا یہاں رحمت باری کا سفینہ — سرہند بھی ہے خاتم ہستی کا نگینہ
یہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

(انیس احمد شیخ)

خواجہ محمد صادقؒ

امام ربانی کے بڑے صاحبزادے

خواجہ محمد صادقؒ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے ہیں 1000ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی بچپن ہی سے آپ کی پیشانی سے صدق وصفا کے آثار نمایاں تھے'

بالائے سرش زہوشمندی   مے تافت ستارہ بلندی

آپ کے جدامجد حضرت شیخ عبدالاحد نے آپ کو اپنی تعلیم و تربیت میں رکھا حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد فرمایا کرتے تھے کہ تمہارا یہ لڑکا مجھ سے حقائق و معارف کی ایسی ایسی عجیب باتیں دریافت کرتا ہے کہ ان کا جواب مشکل سے بن پڑتا ہے۔ جب حضرت 1008ھ میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کی خدمت میں پہنچے تو یہ صاحبزادے بھی ہمراہ تھے۔ اور یہ بھی حضرت خواجہ کی نظر قبولیت میں آکر ذکر' مراقبہ اور جذبہ و نسبت سے مشرف ہوگئے۔ آپ کو باوجود صغر سنی کے وہ کمالات نصیب ہوئے کہ حضرت خواجہ آپ کو دیرینہ سال سالکوں کے مقابلے میں پیش فرماتے تھے اور اس وقت معلوم ہوتا تھا کہ یہ ہفت سالہ بچہ جس نے تھوڑے ہی عرصہ سے راہ سلوک میں قدم رکھا ہے بہت آگے نکل چکا ہے۔ اتنی سی عمر میں استغراق کا حد درجہ غلبہ تھا۔ حتیٰ کہ حضرت خواجہ نے تخفیف کی غرض سے آپ کو بازار کا کھانا کھلایا تاکہ اس کے اثر سے یہ زیادتی رفع ہو چنانچہ حضرت مجدد صاحب ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

(''خواجہ محمد صادق) آٹھ سال کی عمر میں اس قدر مغلوب حال ہوگئے تھے کہ ہمارے حضرت خواجہ صاحب یہ کیفیت زائل کرنے کے لئے بازار کا کھانا جو کہ مشکوک و مشتبہ ہوتا ہے دیا کرتے تھے''

حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ ''جس قدر مجھ کو محمد صادق سے محبت ہے اور کسی سے نہیں اور انہیں بھی جتنی مجھ سے محبت ہے کسی سے نہیں''

اسی عمر میں کشف قبور کا یہ عالم تھا کہ حضرت خواجہ ان کے کشف پر اعتماد فرماتے تھے' اور ان کو مقبروں میں اپنے ساتھ لے جاتے تھے''

حضرت خواجہ نے جس جماعت کو تربیت باطنی کے لئے حضرت مجدد کے سپرد فرمایا تھا اس میں یہ مخدوم زادہ بھی تھے اور تمام جماعت میں بہتر تھے' بعدہ اپنے والد ماجد کے فیض تربیت سے مرتبہ کمال کو پہنچے اور الوالد سرلابیہ' کے پورے پورے مصداق ثابت ہوئے سب سے زیادہ تعجب انگیز یہ چیز ہے کہ صغر سنی سے ہی اس غلبہ کے باوجود دینی تعلیم سے بھی فراغت حاصل کی اور علوم تقلید و عقلیہ میں ماہر ہوئے' بعد حصول علم' تعلیم و تدریس میں بھی مشغول رہے۔

ولولہ حق

○ ○

مجدد وقت اپنے پیغمبر کا عملی نمونہ اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس جمیل ہوتا ہے اور کمال اتباع سے متصف ہو کر مخلوق خدا کے لئے رشد و ہدایت کا باعث بنتا ہے۔ اپنے عزم و استقلال اور عزیمت و استقامت کی بدولت تجدید دین کرتا ہے۔ اپنے فکر صحیح کی روشنی میں ایک بے باک مبصر اور مجسمہ ایثار ہوتا ہے فلاح و فوز کے انعامات اسی کے ذریعہ امت کو حاصل ہوتے ہیں۔ امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ اس نے کسی دور میں بھی اپنے نیک بندوں سے دنیا کو خالی نہیں ہونے دیا۔ تجدید دعوت حق کے لئے ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی روشن ضمیر انسان مامور ہوتا رہا۔ جس کے فیض و برکت اور روحانی تعلیم سے مخلوق خدا فیض یاب ہوتی رہی۔

اس لحاظ سے دسویں صدی ہجری کا فتنہ پرور دور، برصغیر پاک و ہند میں دینی اور فکری حیثیت سے بڑا اہم ہے۔ مغل شہنشاہ اکبر سریر آرائے سلطنت تھا۔ بادشاہ کو گمراہ اور بداندیش حواریوں نے ایسی غلط روش پر ڈال دیا تھا جس کی وجہ سے برصغیر میں اسلامی شعائر اور شریعت محمدیہ لادینیت کا شکار ہو گئے تھے۔ کتاب و سنت سے لاپرواہی برتی جاتی اسلام کے برعکس پندرہ مختلف مذاہب کے چند اصول مرتب کر کے ایک معجون مرکب کا نام دین الٰہی قرار دے دیا گیا تھا۔ ہر طرف بدعات و منکرات اور الحاد و لادینیت کا دور دورہ تھا۔ سورج کی پرستش، آگ پانی گائے اور درخت کا احترام لازم قرار دے دیا گیا تھا۔ پیشانی پر قشقہ لگایا جاتا جینو پہنے جاتے آتش کدہ میں اگنی دیوتا کی پوجا ہوتی۔ اس نئے دین نے اکبر کو امام وقت بنا دیا تھا۔ ظل سبحانی کو سر دربار سجدہ کیا جاتا جس کا نام زمین بوس قرار پایا تھا۔ حلت و حرمت کی تمیز اٹھا دی گئی تھی۔ حکومت کے تمام مناصب فرقہ امامیہ اور روافض کے زیر تصرف تھے۔ علمائے سوٗ حکومت کی تائید میں پیش پیش تھے اور جھوٹے مشائخ طریقت کے لایعنی مسائل کی تشریح میں مجادلے اور مناظرے کر رہے تھے۔

اس تیرہ و تار دور میں اصلاح احوال کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور برگزیدہ بندے کو منتخب فرمایا۔ یہ بزرگ فاروق اعظم کے عظیم سپوت تھے جس کا ظاہر و باطن پاکیزہ تھا جو اپنے وقت کا معتبر عالم اور حق پرست شیخ طریقت تھا مجاہد اعظم امام ربانی مجدد الف ثانی کے لقب سے ملقب ہوا۔ اس کے خامہ حقیقت نگار نے چمنستان توحید و رسالت کو از سر نو بہار جاوداں بخشی اس نے دین محمدی کے خزاں رسیدہ شجر کو اپنے خون جگر سے سینچا۔ اس نے دین الٰہی کی بدعات و منکرات اور روافض کے عقائد فاسدہ کی نہ صرف بھرپور تردید کی بلکہ ان پر شدید ضربیں لگائیں۔ جہاں علماء سوٗ کو بڑے مؤثر انداز میں توحید و

رسالت کے صحیح مسلک کی تلقین کی وہاں جادہ حق سے منحرف لوگوں کو شریعت اسلامیہ کے اسرار و رموز سے آگاہ کیا سالکان راہ حقیقت اور صوفیاء کو صحیح تصوف کی نشاندہی کی مصلحت اندیش اور منصب و جاہ کے طالب علمائے سؤ اور ابو الفضل فیضی جیسے درباری ادیب و شاعر کو اپنی صحیح فکر اور فصاحت و بلاغت سے لاجواب بلکہ مفلوج کردیا۔ اس عظیم جہاد میں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کو کبھی تو اسوہ یوسفی پر عمل کرکے گوالیار کے قلعہ میں قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں اور کبھی بادشاہ وقت کے دربار میں علماء سؤ سے بحث و مناظرہ کرنا پڑا۔

حضرت سرہند میں 14 شوال 971 ہجری کی شب شیخ عبدالاحد کے ہاں تولد ہوئے اور نام نامی احمد تجویز ہوا۔ شیخ احمد سرہندی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ قرآن پاک حفظ کیا اور سترہ برس کی عمر میں تمام علوم متداولہ اور عربی فارسی پر عبور حاصل کرلیا۔ کچھ وقت درس و تدریس میں گزرا پھر آگرہ تشریف لے گئے اور سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ حضرت شاہ سکندر کیتھلی سے فیض حاصل کیا ان کے علاوہ دیگر بزرگوں سے بھی منسلک رہے۔ ذہانت خداداد اور قابلیت کا یہ عالم تھا کہ بیس برس کی عمر میں تمام علوم ظاہری و باطنی میں جامع کمالات ہوگئے۔ متوسط قد' گندمی رنگ' کشادہ پیشانی' گھنی ریش' بڑی آنکھیں' چہرے پر ملاحت کے آثار' خوبصورت نقوش اور باوقار شخصیت کے حامل تھے۔ شیخ خلیل اللہ بدخشی اور کئی دوسرے بزرگ آپ کے ورود مسعود کے متعلق پیش گوئیاں کرتے رہے۔ حضرت غوث الثقلین نے ایک مرتبہ مراقبہ کے بعد فرمایا کہ عالم واقعہ میں ایک نور مشاہدہ میں آیا ہے جس کا ظہور کم و بیش پانچ صد برس بعد ہوگا اور وہ دین محمدی کی تجدید کرے گا۔ والد مکرم کے انتقال کے بعد 1008 ہجری میں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ حج بیت اللہ کے ارادہ سے دہلی پہنچے تو وہاں سرتاج اولیاء حضرت خواجہ باقی باللہ' جو برصغیر میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرتاج ہیں' سے ملاقات ہوئی۔ حضرت خواجہ علوم ولایت کے چشمہ صافی اور رموز و اسرار شریعت محمدیہ کے آفتاب تھے۔ ان کو دیکھتے ہی حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے ارادہ سفر ترک کردیا اور خواجہ صاحب کے اخلاق و کردار سے متاثر ہوکر ان کا دامن تھام لیا۔ بیعت کی اور بقائے حق کا درس لینا شروع کردیا۔ چند دنوں میں کمال حاصل کیا کہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ نے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو خلعت عطا کی اور فرمایا کہ حضرت مجدد ایک درخشندہ آفتاب کی مانند ہیں اور ہم سب ان ستاروں کی طرح ہیں جن کی تب و تاب آفتاب کی روشنی میں ماند پڑ جاتی ہے۔

ادھر دین الٰہی شب و روز ارتقائی منازل طے کررہا تھا۔ آپ ایسے تاریک دور میں کب تک خاموش رہتے سرہند سے آگرہ پہنچے اور اکبر کے مقربین کو واشگاف الفاظ میں متنبہ کیا کہ بادشاہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کا نافرمان ہوگیا ہے۔ اسے میرا پیغام دو کہ وہ اپنے ملحدانہ عقائد و افعال سے توبہ کرے۔ اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول برحق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت پر کاربند رہے بصورت دیگر ہلاکت کے لئے تیار ہوجائے۔ مغل اعظم میں نعرہ حق سننے کی کہاں تاب تھی۔ اس نے اپنے درباری علماء اور وزراء سے مشورہ کیا اور حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے سلطانی جاہ وجلال اور شان و شوکت سے مرعوب کرنے کے لئے شاہی دربار میں طلب کرنے کا فیصلہ کیا۔ دربار میں ایک طرف عمائدین سلطنت اور اپنے جاری کردہ دین الٰہی کے پیرو کاروں کے لئے عظیم الشان نشستیں بنائی گئیں۔ دوسری جانب دربار محمدی کا اہتمام کیا گیا جو ان تمام ظاہری تکلفات سے مبرا و پاک تھا۔ کارروائی کا آغاز ابھی نہیں ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور قہر سے ایک زبردست طوفان باد وباراں نازل ہوا جو دربار اکبری کے تمام تکلفات کی تباہی کا باعث بن گیا۔ خیمے اکھڑ گئے۔ درباری بھاگ گئے۔ اکبر خود بھی ایک خیمے کی چوب سے زخمی ہوگیا لیکن اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کو کسی قسم کی گزند نہ پہنچی۔ کہا جاتا ہے کہ اکبر انہی زخموں کے باعث فوت ہوگیا۔ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ آخر میں اکبر نے توبہ کرلی تھی اور توحید و رسالت کا اقرار کیا تھا۔ تاہم دین الٰہی کا فتنہ اکبر کے ساتھ دفن نہ ہوسکا۔ اکبر کی موت کے بعد شہزادہ سلیم تخت نشین ہوا۔ یہ بھی کافی دنوں تک باپ کے نقش قدم پر چلا، لیکن آخر سنبھل گیا۔

حضرت مجدد الحاد و بدعت کے لئے شمشیر قاطع تھے آپ نے احیائے کتاب و سنت کے لئے جہاد بالقلم شروع کیا۔ اپنے مکتوبات میں عقائد باطلہ اور شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی کرنے والوں کا رد کیا۔ جب دربار میں سجدہ کرنے والوں کے خلاف فتویٰ دیا تو مخدوم الملک ملا عبداللہ اور دیگر عمائدین سلطنت تلملا اٹھے انہوں نے جہانگیر کے کان بھرنے شروع کئے۔ ادھر حضرت امام کے اعلائے کلمتہ الحق اور جرأت بے باکانہ نے عقائد روافض کے رد کے باعث نور جہاں کو برا فروختہ کر رکھا تھا۔ حالات ناساز گار ہوتے گئے۔ حضرت کے خلاف ایک طوفان برپا ہوگیا۔ جہانگیر نے حضرت موصوف کو دربار میں طلب کیا۔ کچھ سوالات کئے لیکن آپ نے مسکت جواب دیئے۔ تمام معاندین و مخالفین بھی دم بخود رہ گئے۔ جب محلاتی سازشیں ناکام ہوئیں تو انہوں نے بادشاہ کو از سر نو بھڑکایا۔ اب آپ کے خلاف سیاسی محاذ قائم کیا گیا اور کہا گیا کہ حضرت امام حکومت کے باغی ہیں اور درویشی کے بھیس میں ایک زرہ پوش فوج تیار کررہے ہیں تاکہ تخت و تاج پر قبضہ کیا جاسکے۔ جہانگیر کو مذہبی مخالفت سے زیادہ سیاسی خطرہ نظر آیا تو اس نے پہلے حضرت کے معاونین و معتقدین کو دربار سے دور دراز مقامات پر تبدیل کردیا اور پھر آپ کو دربار میں طلب کیا اور آداب شاہانہ یعنی ظل سبحانی کو دربار میں سجدہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ لیکن سرکار دو عالم کے ایک نائب اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں جھکنے والا سر بادشاہ ہند کے سامنے کس طرح جھک سکتا تھا۔ حضرت امام کو

تمام شاہی وجاہ و جلال اور کرد فر مرعوب نہ کرسکے۔ آپ کی حمیت دینی اور غیرت اسلامی جوش میں آئی۔ آپ نے فرمایا۔

"اے جہانگیر یہ ایک کھلی ہوئی ضلالت ہے کہ میں اپنے ایسے ایک مجبور کو قابل سجدہ سمجھوں جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کے سوا کسی کے سامنے سجدہ جائز نہیں۔"

یہ ایمان افروز نعرہ حق سن کر جہانگیر گھبرایا۔ یہ اس کی توقع کے خلاف تھا کہ بھرے دربار میں ایک درویش اس کے حکم سے اس طرح سرتابی کرے گا۔ بلکہ ایسے انداز بے باکی سے ٹوکے گا۔ کچھ حاشیہ نشینوں کا بغض اور تعصب بھی رنگ لایا۔ وہ تو پہلے ہی ایذا رسانی کے درپے تھے۔ شاہی ایماء سے علمائے دربار نے حضرت امام کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔ اور جہانگیر نے اس کی تصدیق بھی کردی۔ لیکن کچھ سوچ کر حضرت کو گوالیار کے قلعہ میں نظربند کردیا اور حضرت کا گھربار لوٹ لینے کا حکم بھی صادر کردیا۔

صبرو استقامت کے پہاڑ اور عزم و استقلال کے مجسمے نے اخلاق محمدی کا مظاہرہ کیا آپ خاموشی سے جیل چلے گئے۔ اس میں بھی حکمت ایزدی کار فرما تھی۔ دراصل حضرت امام کو مشیت ایزدی نے احیائے دین محمدؐ کے لئے چن لیا تھا۔ دنیا کی کوئی طاقت آپ کو راہ حق سے متزلزل نہ کرسکی۔ بلکہ وقت پر جابر و قاہر قوت آپکے مقابل از خود سرنگوں ہوگئی۔

الاان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ط

گوالیار کا قید خانہ باغیوں کے لئے مشہور تھا۔ حضرت امام یوسف علیہ السلام کی طرح جیل کے ہزارہا گمراہ مسلمانوں کے لئے رشد و ہدایت کا باعث بن گئے۔ قید خانے کا کوئی قیدی ایسا نہ رہا جو حضرت کے قول و عمل سے متاثر نہ ہوا اور آپ کے فیوض و برکات کی بدولت لاتعداد فاسق وفاجر قیدی اسلام کے گرویدہ ہوگئے اور ہزارہا غیر مسلم ایمان کی دولت سے مالا مال ہوگئے۔

جب حضرت امام کے قید کئے جانے کی خبر اطراف سلطنت میں پھیلی تو عام بغاوت کے آثار پیدا ہوگئے۔ عمائدین وارا کین حکومت سخت بے چین ہوئے۔ حضرت کے معتقد سرکاری عہدہ داروں نے متفقہ طور پر کابل کے گورنر مہابت خان کو اپنا سربراہ بنا کر جہانگیر کی اطاعت سے انکار کردیا۔ شاہ خراسان وغیرہ سے امداد لے کر فوج کشی کا حکم دے دیا تو جہانگیر بھی اپنا لاؤ لشکر لے کر مہابت خان سے مقابلے کے لئے کابل کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر بادشاہ کے دارالسلطنت دہلی سے چلے جانے کے بعد ارکان سلطنت اور کئی امراء باغی ہوگئے۔ انہوں نے حکومت پر قبضہ کرکے بادشاہ کے حامیوں کو برطرف کردیا۔ پھر ان باغیوں نے جیل میں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ دہلی کا تخت و تاج سنبھال لیں۔ لیکن حضرت نے جواب دیا' درویش کو سلطنت کی خواہش نہیں اور نہ ہی فتنہ وفساد پسند خاطر ہے۔ میری قید اسی مقصد کے

لئے ہے تم بادشاہ کی اطاعت کرو۔ ادھر گورنر مہابت خان کے مقابلہ میں جہانگیر بے بس ہوگیا۔ بادشاہ کے کئی سالار مہابت خاں سے جاملے تھے۔ جب جہانگیر آصف جاہ اور نور جہاں محصور ہوگئے تو عین اس وقت حضرت امام کا مکتوب گرامی مہابت خان کو ملا تو اس نے حضرت کے فرمان کے مطابق بادشاہ کو دہلی جانے کی اجازت دے دی اور خود شاہی آداب بجالایا۔ اب جہانگیر کی آنکھیں کھلیں۔ اس نے جب دیکھا کہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق ہی میرا تخت و تاج محفوظ رہا تو پشیمان ہوا۔ سیاسی مصلحتیں اور دیگر تمام تاریکیاں چھٹ گئیں۔ آپ کی رہائی کا حکم صادر کیا' لیکن نور جہاں اور دیگر زعمائے حکومت نے کچھ ایسا ماحول پیدا کیا کہ رہائی ایک سال تک ملتوی رہی۔ آخر جہانگیر اپنی بیٹی کے خواب سے بہت متأثر ہوا۔ اور معذرت طلب خط حضرت کی خدمت میں لکھا اپنی گزشتہ کوتاہیوں اور نافرمانیوں کی معافی چاہی۔ اس کے ساتھ علاقائی حکام کو حکم دیا کہ حضرت مجددؒ کو بصد عزو احترام رہا کردیا جائے اور شاہانہ تعظیم و تکریم کے ساتھ سرہند روانہ کیاجائے لیکن حضرت نے رہا ہونے سے پیشتر کچھ شرائط پیش کیں کہ بادشاہ کو دربار میں سجدہ کرنا بند کردیا جائے۔ کفار سے از روئے شریعت محمدیہ جزیہ لیا جائے' بادشاہ نے تمام شرائط بہ طیب خاطر قبول کرلیں اور آپ قید خانہ سے باہر تشریف لے آئے۔ اب جہانگیر کی ہیئت تبدیل ہوچکی تھی۔ بادشاہ کے دل میں جو عقیدت پیدا ہوئی اس کا ذکر عام مورخین نے بھی کیا ہے بادشاہ اکثر کشمیر جاتے ہوئے آپ کے لنگر سے کھانا کھاتا۔ چنانچہ تزک جہانگیری میں ایک جگہ خود رقمطراز ہے کہ دامان زندگی میں کوئی ایسا عمل نہیں جس کے باعث بخشش کی امید کی جاسکے البتہ ایک مرتبہ حضرت شیخ سرہندی نے فرمایا تھا کہ درویش کو جب اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے کا حکم دیں گے تو تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ اب شہزادہ خرم آپ کے حلقہ بیعت میں داخل ہوگیا۔

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے کشف و کرامات اور روحانی کمالات ملک و ملت کے لئے باعث برکت ثابت ہوئے آپ کے عزم و عمل کے طفیل گردو غبار کا طوفان چھٹ گیا جو دین اسلام کے لئے نقصان دہ ثابت ہورہا تھا۔ آپ کی تعلیم توحید و رسالت اور عرفان و ایقان کے اعلیٰ مدارج کا مجموعہ تھی۔ آپ فرماتے مسلمانوں کو چاہئے۔ باطل کے خداؤں کی نفی کریں اور صرف خدائے برحق کی اطاعت کریں۔ سنت رسول اللہؐ کے متعلق فرماتے کہ سید الکونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی اتباع ظاہر و باطن میں لازم ہے نجات اخروی اور فلاح ابدی کے لئے آنحضورؐ کی اطاعت ہی واحد ذریعہ ہے اکثر مکتوبات اسی موضوع پر ہیں۔ آپ عمر بھر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت مطہرہ کے تکوینی امور اور اجتہاد فی الدین کا فرض منصبی ادا کرتے رہے۔ آپ سب سے پہلے عقائد کی درستی پر زور دیتے پھر شرعی احکامات پر عمل کی تلقین فرماتے۔ اس کے بعد تزکیہ نفس کی باری آتی۔ فرماتے ہیں کہ

جب تک عقائد درست نہ ہوں۔احکامات شریعت کی پابندی نہ ہو قلب کی صفائی ممکن نہیں اور اتباع شریعت ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ قلب کو زندہ رکھنے کے لئے یہی سب سے بڑی اکسیر ہے۔

آپ دنیا کے کاروبار میں رزق حلال کی تاکید فرماتے کہ ذکر و فکر کا بہترین معاون اکل حلال ہے ۔حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ مجالس میں اکثر خاموش رہتے اور ذکر خفی پر زور دیتے۔ لیکن جب لب کشا ہوتے تو اسرار و معارف کا دریا بہہ نکلتا' اکثر فرمایا کرتے لوگ بے فائدہ ریاضت و مجاہدہ میں پڑے رہتے ہیں۔انہیں معلوم نہیں کہ آداب و احترام کے ساتھ ارکان نماز اور دیگر فرائض کے ادا کرنے سے بڑھ کر کوئی مجاہدہ نہیں۔ آپ صحو کو سکر پر ترجیح دیتے۔ مقام کبریا کی عظمت سے شناسا تھے۔ فرماتے اتباع سنت رسولؐ ہی سب سے بڑی کرامت اور دلیل ولایت ہے اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ بعینہٖ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا طریق ہے ' آپ کا معمول تھا۔ تہجد کے وقت بیدار ہوتے' نوافل کے بعد درود شریف کا ورد فرماتے' یہ سلسلہ نماز فجر تک جاری رہتا۔ اشراق کے بعد مطالعہ اور تلاوت' دوپہر کے بعد قیلولہ فرماتے۔ نماز ظہر کے بعد طالبان حق سے گفتگو ہوتی۔ یہ فیوض و برکات کا سلسلہ عصر تک جاری رہتا۔ عصر سے مغرب تک یاران طریقت کو تلقین فرماتے' نماز مغرب سے عشاء تک نوافل پڑھتے اس کے بعد آرام فرماتے۔ انہی اوقات میں تصانیف و مکتوبات اور درس و تدریس بھی جاری رہتے۔ سفر میں بھی معمولات کی پابندی فرماتے۔ حضرت سچے عارف باللہ تھے۔ایک لمحہ کے لئے بھی یاد الٰہی سے غافل نہ ہوتے۔ حقوق العباد اور حقوق اللہ کی نگرانی سختی سے کرتے اہل خانہ کی خبرگیری کرتے' معاملات اصلاح و احوال میں بھی دلچسپی لیتے۔

آپ کی مشہور تصانیف مکتوبات ' معارف لدنیہ اور مکاشفات غیبیہ ہیں۔ شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ بھی ایک وقیع تالیف ہے۔ آپ کی پختہ فکر اور شگفتہ قلم سرزمین پاک و ہند میں مدتوں پھول بکھیرتا رہا۔ سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰؐ کا ارشاد گرامی حضرت مجدد کی ذات پر صادق آتا ہے کہ علمائے امتی کانبیائے بنی اسرائیل۔

" حضرت امام ربانی عمر بھر شرک و طغیان کے تاریک دور میں دین حنیف کی تجلیاں بکھیرتے رہے ۔قرآن حکیم ایسے ہی علمائے حق کو اولیاء اللہ کے معزز لقب سے نوازتا ہے۔ تاریخ مسلمانان ہندو پاک آپ کی گراں قدر دینی مساعی پر حشر تک ناز کرے گی۔"

حضرت امام وفات سے چند ماہ پیشتر اپنے متوسلین سے فرمایا کرتے' میری عمر 63 برس معلوم ہوتی ہے کیونکہ آفتاب نبوت بھی دنیا میں 63 برس ہی درخشاں رہا۔ پھر ان کے دین کی خدمت کرنے والا اس عمر سے کس طرح تجاوز کرسکتا ہے۔جسمانی مصائب کے باعث دیر تک علیل رہے۔ آخر ذوالحجہ میں ضیق

النفس کا شدید حملہ ہوا۔ ضعف بہت بڑھ گیا تھا لیکن اشغال نقشبندیہ اور احکام شریعت کی پابندی میں فرق نہیں آیا۔ وصال سے پہلے اہل خانہ سے فرمایا میں نے عمر بھر بہت محنت کی ہے۔ آج کی شب مشقت باقی ہے۔ پھر تمام رات دعائے مسنون پڑھتے رہے۔ فجر کی نماز باجماعت ادا کی۔ مسنون دعاؤں کا ورد کیا اور اسی دن 28 صفر 1034 ہجری 63 برس کی عمر میں ولایت عرفان وسلوک کا یہ آفتاب دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ نماز جنازہ آپ کے صاحبزادہ خواجہ محمد سعید رحمتہ اللہ علیہ نے پڑھائی آپ سرہند کی پاک سرزمین میں دفن ہوئے جو آج بھی مرجع خلائق ہے۔ اولاد میں سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ لیکن معنوی اولاد برصغیر پاک و ہند بلکہ تمام ایشیاء میں پھیلی ہوئی ہے۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر

تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میں جہاں بھی جاتا ہوں وہاں تاریخی شخصیات اور بزرگان دین کے مزارات دیکھنے جاتا ہوں- میں جب مانچسٹر یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا تو میں نے حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک احیائے دین پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ایم اے کی ڈگری لی تھی- اسی زمانے سے مجھے ان کے ساتھ بڑی عقیدت ہے-

مغل حکمران اکبر نے دین الٰہی رائج کر کے اسلامی قدروں کو بڑا نقصان پہنچایا اس کے خود غرض حواریوں نے بادشاہ کے لئے سجدہ تعظیمی جائز قرار دیا جو اکبر کی وفات کے بعد اس کے جانشین جہانگیر کے عہد میں بھی مروج رہا- جہانگیر نے اپنے دربار کے ایرانی نژاد امراء کی سازش کے تحت حضرت مجدد الف ثانی کو اپنے دربار میں طلب کیا- اس موقع پر انہوں نے غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے صاف انکار کر دیا- جہانگیر نے انہیں گرفتار کر کے دو سال کے لئے قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا- اقبال کو حضرت مجدد الف ثانی کی یہ ادا بھا گئی اور انہوں نے پنجاب کے پیرزادوں کو' جو انگریزوں کے حاشیہ بردار تھے' یہ بتایا کہ خطہ پنجاب میں ایک ایسے بزرگ بھی گزرے ہیں جنہوں نے جہانگیر جیسے مطلق العنان حکمران کے آگے گردن جھکانے سے انکار کر دیا تھا اور ایک تم ہو جو اپنی گردنوں میں انگریزوں کی غلامی کا طوق پہننا باعث صد افتخار سمجھ رہے ہو میں کئی بار سرہند شریف گیا ہوں- میں جب بھی وہاں گیا' مجھے اقبال کے یہ اشعار یاد آ گئے:

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
شیخ احمد سید گردوں جناب
کاسب نور از ضمیرش آفتاب
با مریدے گفت اے جان پدر
از خیالات عجم باید حذر
قلب را زیں حرف حق گرداں قوی
با عرب درساز تا مسلم شوی

حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات اسی ایک نقطے کے گرد گھومتی ہیں:

(پروفیسر محمد اسلم مرحوم ماہنامہ تہذیب الاخلاق اپریل 1997ء)

تجدید دین

ملت اسلامیہ پر خدائے بزرگ و برتر کا یہ عظیم احسان ہے کہ جب کبھی ملت کی ناؤ بھنور میں پھنسی 'اس نے اسے مشکل سے نکالنے کا بندوبست کردیا اور جب کبھی پیروان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو مصائب و آلام نے آگھیرا تو اس نے انکے چھٹکارے کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور نکال دی اللہ تعالیٰ اپنے کامل دین کی حفاظت مصلحین و مجتہدین کی جماعت سے کراتا ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور سے ہی قرآنی تعلیم "ولتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر" کے زیر اثر اور فضل ربانی سے ایسی جماعت موجود رہی ہے اس پاکیزہ جماعت کے افراد نے راحت و آرام کی زندگی کو خیرباد کہہ کر نہایت پامردی اور جرأت سے تکالیف و مصائب برداشت کی ہیں اور دین برحق کی سربلندی اور عظمت کیلئے انتھک کوششیں کی ہیں۔ اس جماعت نے نہ صرف یہ کہ اپنی دماغی صلاحیتوں کو خدمت اسلام میں لگا دیا۔ بلکہ اپنی جان و مال کی بازی بھی اسی راہ میں لگا دی اس کی بے لوث خدمت اور خلوص کی بدولت ان کے نام آج بھی تاریخ کے صفحات پر سنہری حروف سے لکھے ہوئے ہیں۔

حضرت امام اعظم 'امام مالک 'امام احمد بن حنبل 'امام ابو الحسن اشعری 'امام غزالی امام بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی سے کون شخص واقف نہیں 'یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اسلام کی ایسے وقت میں حفاظت فرمائی جب اسے اس کی ضرورت تھی 'انہی مصلحین و مجددین کی صف میں امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کا اسم گرامی آتا ہے۔ شیخ موصوف نے یہی کام سرزمین پاک و ہند میں سرانجام دیا انہوں نے ایک ایسے وقت میں اسلام کی سربلندی اور حفاظت کیلئے آواز بلند فرمائی جب ہندوستان میں اسلام ایک مہیب خطرے سے دوچار تھا۔ مغلیہ دور کے مشہور فرمانروا اکبر نے نیا دین ایجاد کرکے اس کی باقاعدہ تبلیغ شروع کردی تھی اور اسلام سے آنکھیں پھیر کر شریعت اسلامیہ کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوگیا تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ اس وقت کے اکثر علماء اور عوام اسلام کی اصل روح کو سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھے تھے اور حدیث کو اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے استعمال کرتے ہوئے اپنی سمجھ کے مطابق اس کی تاویل میں لگے ہوئے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے بڑی غائر نظر سے حالات گردو پیش کا جائزہ لے کر اصلاح احوال کا کام شروع کیا اور ملک کی مذہبی و معاشرتی حالت کو شریعت اسلامیہ کے سانچے میں ڈھالنے کیلئے کوشاں ہوئے۔ آپ نے مسلمانان پاک و ہند کو ایک ہزار سال کا بھولا ہوا درس یاد دلاتے

ہوئے ان کی توجہ از سرنو حقیقی اسلام کی طرف مبذول کی۔ آپ نے شاہان وقت کو پند و نصائح سے نوازا اور انہیں شریعت کے نفاذ کی تلقین فرمائی۔ اکبر و جہانگیر جیسے جلیل القدر شہنشاہوں کے سامنے نہایت پامردی اور جرأت سے کلمہ حق بلند فرمایا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن شریعت اسلامیہ کی اہانت برداشت نہ کر سکے۔ علامہ اقبال ان کی اس دینی عظمت غیرت اور پامردی کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان — اللہ نے کیا بروقت جس کو خبردار

حضرت مجدد نے محض پاک و ہند کے احوال کی اصلاح اور اس سرزمین پر ترویج و اشاعت شریعت کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ اس مقصد اعلیٰ کی اشاعت انہوں نے دنیا کے دیگر ممالک میں بھی کی اور ایران، بدخشاں اور توران وغیرہ کے ذی اثر افراد کے نام مکتوبات رقم فرمائے ان کی سمت تبلیغی وفود بھیجے اور انہیں اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی، شیخ احمد سرہندی جیسی عظیم شخصیت اور ان کی مجددانہ حیثیت اور ان کے ملی کارنامے کو جاننے کے لئے ہمیں اس وقت کے ہندوستان کی عام مذہبی و معاشرتی حالت اور حضرت مجدد کی اصلاحی کوششوں اور دینی خدمات سے آگاہی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ جب اس دنیا میں تشریف لائے۔ اس وقت ہندوستان کا فرمانروا اکبر تھا۔ یہ فرمانروا آئین جہانبانی اور انتظام سلطنت میں ملکہ رکھتا تھا لیکن اس نے اپنے مخصوص دائرہ سے نکل کر دوسرے دائرہ عمل میں بے جا دخل اندازی کی یہاں تک کہ اس کے جتنے کارنامے تھے وہ کسی کو یاد بھی نہ رہے یہ صرف اس کی شریعت اسلامیہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش تھی اور وہ یوں کہ 1586ء کے قریب اکبر نے دشمن عناصر اور فلسفہ زدہ طبقے کے اثر سے متحدہ قومیت اور حکومت مضبوط کرنے کی وجہ سے ایک دین ایجاد کیا جس کا نام دین الٰہی رکھا اور اس کی ترویج و اشاعت میں لگ گیا۔ شریعت کی اہانت ہونے لگی اور ہندو دلیر ہونے لگے۔ مسلمانوں پر ناامیدی کی حالت طاری تھی۔ اس کا نقشہ اس وقت کے مورخین نے کھینچا ہے اور خود حضرت مجدد نے اس زمانہ کے حالات اپنے مکتوبات شریف میں تحریر فرمائے ہیں۔

صاحب منتخب التواریخ ملا بدایونی لکھتے ہیں۔

"بادشاہ اپنی ہندو رعایا کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ علمائے سُوء جو اس کی عنایات کا مورد بننے کیلئے ہر بات کر سکتے تھے وہ ان کی ہمت افزائی کرتا تھا۔ علمائے سو ہر دور میں رہے ہیں اس نے اپنے گرد و پیش ایسے لوگوں کو جمع کر لیا تھا جو حقیقتاً" وحی اور شرع کے منکر تھے وحی پر عقیدہ رکھنے کو اندھی تقلید اور ادنیٰ ذہنیت بتایا جاتا تھا جو صرف جاہلوں کے مناسب حال ہو صرف یہی نہیں بلکہ اکبر نے اس سے بھی تجاوز کیا اور علی

الاعلان اسلام کی مخالفت شروع کردی اور یہ خیال ظاہر کیا کہ احکام اسلام محض عارضی اور بے دلیل ہیں۔ اس زمانے میں جب عقائد اسلام اور مسائل دین سے متعلق بدگوئی اور اس پر ہر طرف سے اعتراضات شروع ہوئے تو بہت سے ہندوؤں اور ہندو زدہ مسلمانوں نے پیغمبر اسلام پر زبان طعن و تشنیع دراز کرنا شروع کی۔"

"برصغیر پاک و ہند میں ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ فتنہ و فساد نے سر اٹھایا ہوا تھا اور مسلمانوں کے شہروں میں صرف کفر کے احکام جاری کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کی تمنا یہ ہے کہ احکام اسلامی بالکل ختم کر کے رکھ دیئے جائیں اور اسلام اور اہل اسلام کا کچھ اثر باقی نہ رہے۔ نوبت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اسلامی شعار کو ظاہر کرتا ہے تو قتل کیا جاتا ہے۔ گائے کا ذبح کرنا ہندوستان میں اسلام کا ایک ممتاز شعائر ہے کفار سے جزیہ دینے پر رضا مند ہو سکتے ہیں لیکن گائے کے ذبح ہونے پر ہرگز راضی نہیں ہو سکتے سلطنت کی ابتداء میں اگر اسلامی شعائر اور اسلام کو رواج دیا گیا تو بہتر ورنہ نعوذ باللہ اگر توقف اور دیر ہو گئی تو کام بہت دشوار ہو جائے گا۔"

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے زمانہ کا ایک فتنہ علمائے سؤ تھے اس دور میں علماء کی کمی نہ تھی ان میں اکثریت اسی کی تھی جو حالات حاضرہ پر نظر نہ رکھتی تھی اور عملی کردار ادا نہیں کر رہی تھی۔ اس کے برعکس علمائے سؤ کا گروہ بڑا فعال تھا وہ بادشاہ کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ بادشاہ کی شان بڑھا چڑھا کر بیان کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو کتابوں کے شروع میں نہ لکھا جاتا اور اس کی ضرورت بھی محسوس نہ کی جاتی اور اس کی جگہ لا الہ الا اللہ اکبر خلیفتہ اللہ۔ استعمال کیا جاتا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کسی کو جرأت نہ تھی اس زمانہ کا ایک اور فتنہ عقل پسند اور معقولی علماء کا فتنہ تھا یہ عقل پسند ابو الفضل فیضی اور مبارک پر مشتمل تھا انہوں نے یہ پراپیگنڈہ شروع کر دیا تھا کہ توحید کے بعد نبوت کی ضرورت نہیں اگر عقل کے مطابق ہو تو اس کو اپناؤ۔ اگر عقل کے خلاف ہو تو چھوڑ دو اور وہ سیاسی اور عقلی بنیادوں پر مذہب کو پرکھتے تھے اور اگر ان کے معیار کے مطابق ہوتا تو اپناتے اور نہ ہوتا تو چھوڑ دیتے اور اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کرتے تھے۔ اس بات کی ضرورت تھی کہ کوئی ان کے خلاف آواز اٹھاتا۔

اس دور میں ایک ضرورت تصوف کی اصلاح تھی اس دور میں کوئی گمان نہیں کر سکتا تھا کہ بغیر تصوف کے کوئی مسلک اسلام کا دعویدار ہو سکتا ہے۔ یہاں پر تصوف کے تین سلسلے رائج تھے 'سہروردیہ' قادریہ اور چشتیہ اور ہر آدمی کسی نہ کسی سلسلہ سے منسلک تھا۔ اکبر کے آخری دور میں ایک بزرگ افغانستان سے تشریف لائے اور نقشبندی سلسلہ رائج فرمایا یوں یہاں چار سلسلے رائج ہوئے۔ تینوں

سلسلوں کا فلسفہ وحدت الوجود تھا اور اس فلسفہ میں کم علمی اور تصوف سے ناواقفیت کی بناء پر خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ شریعت اور طریقت کی باہمی حدود کی نشاندہی کی ضرورت تھی۔ نقشبندی سلسلہ یہاں رائج ہوا جس میں شریعت کی پابندی سب سے زیادہ تھی اور اس کی ضرورت تھی کوئی سلسلہ تصوف ایسا رائج ہو جس سے شریعت کی ترویج ہو۔

ہندوستان میں اس وقت ہندوانہ رسوم جاری تھیں جو مذہب میں سرایت کر گئی تھیں ضرورت تھی کہ غیر اسلامی رواج کو الگ کر کے خالص اسلام کو پیش کیا جاتا۔ شیعہ سنی فساد کی وجہ سے معاشرے میں فساد اور انتشار برپا تھا ان حالات میں مجدد صاحب نے اپنی تعلیمات کا آغاز فرمایا اور آپ نے ان خرابیوں کے ضمن میں جو خدمات انجام دیں ان کا حال پیش خدمت ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کی اولین خدمت اکبری الحاد کا خاتمہ ہے حضرت مجدد جس وقت دنیا میں تشریف لائے اور تجدید کا کام شروع کیا اس وقت کی مذہبی اور سیاسی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اکبری الحاد نے شریعت کو پس منظر میں رکھ دیا تھا اور ہندو مذہب اسلام پر حملے کرتے تھے اور شعائر اسلام اور عبادت الہیہ کے تصور کو مسخ کر کے رکھ دیا گیا تھا ملا بدایونی منتخب التواریخ میں اکبری الحاد کو طشت از بام کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔"

"عبادت آفتاب را روزی چہار وقت کہ سحر و شام نیم روز نیم شب باشد لازم گرفتار"

آفتاب کی عبادت دن میں چار وقت یعنی صبح و شام دوپہر آدھی رات میں لازمی طور پر کرتے تھے"

صرف آفتاب پرستی تک ہی ان کا الحاد محدود نہ تھا۔ بلکہ تمام ہندوانہ رسوم مذہب میں شامل کر دی گئی تھیں۔ چنانچہ ملا بدایونی فرماتے ہیں۔

"ہم چنین آتش و آب و سنگ و درخت و سائر مظاہر روز گار گاؤ و سرگین آں نیز و قشقہ و زنار را جلوہ داد"

"اسی طرح آگ پانی درخت پتھر اور تمام مظاہر فطرت حتیٰ کہ گائے اور گائے کا گوبر پوجا جاتا تھا۔ اور اعلیٰ وادنیٰ کے رزیل لوگوں نے بادشاہ کے روحانی اتباع کا طوق بھی اپنی گردن میں ڈال لیا تھا۔ بادشاہ قرآن کا منکر ہو گیا تھا۔ حیات بعد الموت اور یوم جزا کا انکار کرتا تھا اس سے بڑھ کر یہ کہ اس نے حکم دیا تھا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بجائے لا الہ الا اللہ اکبر خلیفتہ اللہ علی الاعلان پڑھا جائے اس سے فتنہ پیدا ہوا اور اس لئے مصلحت یہ قرار پائی کہ اس کلمے کا استعمال حرم کی چار دیواری میں محدود کر دیا جائے۔ سجدہ جسے اللہ نے صرف اپنے لئے مخصوص کیا ہے بادشاہ کے لئے لازم قرار دیا گیا۔ شراب حلال کر دی گئی جزیہ موقوف کر دیا گیا۔ گائے کا گوشت حرام کر دیا گیا کتے اور سور کے بچوں کی پرورش کو خاص طور پر رواج دیا

گیا اور وہ الٰہی قرار پائے صوم و صلوٰۃ اور حج منسوخ کردیئے گئے اسلامی کیلنڈر کے بدلے ''الٰہی اکبری ماہ وسال'' رائج کئے گئے اور کہا گیا کہ ایک ہزار سال نے کے بعد اب اسلام ختم ہوچکا ہے عربی کے مطالعہ کو بنظر تحقیر دیکھا جانے لگا اور اذان اور نماز باجماعت جو اسلام کے حکم کے مطابق پانچ وقت دیوان حکومت میں ہوتی تھی۔ موقوف کردی گئی۔

حضرت مجدد صاحب جہانگیر کے ایام حکومت کی مذہبی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے ایک خط میں وضاحت فرماتے ہیں۔

تخمینا''ایک صدی سے اسلام پر ایسی بے بسی کا عالم طاری رہا ہے کہ کافر قشقہ اور زنار سے جسموں کو آراستہ کیا جاتا تھا۔

کلمہ توحید جو ہزار سال تک مسلمانان عالم کا دینی تشخص تھا اور توحید خالص کا درس ان کا امتیاز تھا اس کی روح میں شرک کو داخل کردیا گیا۔ منتخب التواریخ میں اکبری الحاد و کفر کی اس دیدہ دلیری کا تذکرہ موجود ہے۔

''قرار داد مذکرہ کلمہ ''لاالہ الااللہ اکبر خلیفتہ اللہ'' اعلانیہ تکلیف نمایند''

کلمہ کے اجراء پر ہی اکتفا نہ کیا گیا بلکہ دین اسلام سے بیزاری اور دین اسلام سے وابستگی پر اظہار تاسف اکبری الحاد کے پیروکاروں کو کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ صاحب منتخب التواریخ رقمطراز ہیں۔

''منکہ فلاں ابن فلاں ہوں اپنی خواہش و رغبت اور دلی شوق کے ساتھ دین اسلام مجازی اور تقلیدی جو باپ دادوں سے دیکھا اور سنا تھا اس سے جدائی اختیار کرتا ہوں اور اکبر شاہی دین الٰہی میں داخل ہوتا ہوں اور اس دین کے اخلاص کے چاروں مرتبوں یعنی ترک مال ترک ناموس و عزت اور ترک دین کو قبول کرتا ہوں''

اکبری دین کے پیروؤں نے کلمہ اکبری کی مزید ترویج و تقویت کے لئے ملاقات کے وقت برملا اس کے اجراء کو اپنا شعار بنالیا۔ منتخب التواریخ کے مطابق جب پیروان دین الٰہی آپس میں ملتے ایک آدمی اللہ اکبر کہتا اور دوسرا جل جلالہ' کہا کرتا۔ سجدہ کا طریق جو دین اسلام کو دیگر تمام مذاہب و ادیان سے ممتاز اور منفرد کرتا ہے اور مسلمان سجدہ صرف خدائے بزرگ و برتر کیلئے مخصوص سمجھتا ہے اور غیر اللہ کے سامنے ناصیہ فرسائی کو تذلیل آدمیت تصور کرتا ہے۔ بادشاہ کیلئے لازم قرار دیا گیا اور اس کو زمین بوس کا نام دیا گیا۔

چنانچہ ملا عبدالقادر فرماتے ہیں۔

''سجدہ برای او تجویز کردہ آں را زمین بوس نامیدہ''

شراب ربوٰ اور قمار جو قرآن مجید کی نص قطعی سے حرام قرار دیا جاچکا ہے۔ اس کو حلال قرار دیا گیا بدایونی کے مطابق نو روز کی مجلسوں میں اکثر علماء و صلحاً بلکہ قاضی اور مفتی تک شراب نوشی کے میدان میں اتر چکے تھے۔ داڑھی جو سنت مصطفیٰ کی علامت تھی حکماً" ناجائز قرار دی گئی اور اکبری دربار کے بڑے بڑے علماء و فضلاء اپنی داڑھیاں بادشاہ کے قدموں میں نثار کرنے کو فخر سمجھا کرتے تھے اور غسل جنابت جو اسلام کے طاہر و پاکیزہ دین کا شعار ہے اس کو ساقط قرار دے دیا گیا۔ ختنہ جو سنت مصطفیٰ علیہ السلام کی علامت تھی۔ بارہ سال سے کم عمر بچوں کے لئے ناجائز قرار دے دیا گیا اور بارہ سال کے بعد اس کو بچوں کے اختیار پر چھوڑ دیا۔ پردہ جو اسلام میں عفت و عصمت کی علامت ہے حکماً" ناجائز قرار پایا ملا بدایونی فرماتے ہیں۔

"جوان عورتیں جو کوچہ و بازار میں نکلتی ہیں باہر نکلنے کے وقت چاہئے کہ پردہ نہ کریں یا چہرہ کو کھول دیا کریں"

عربی زبان جو عالم اسلام کے اتحاد و اتفاق کی علامت ہے اور کلام خدا اور فرمان مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی زبان کے ذریعہ تمام دنیا میں پھیلے اور قرآن مجید اور حدیث شریف جس کو مسلمان اپنی زندگی کا مقصود و حاصل سمجھتے ہیں ان کی تعلیم کو مردود و مطعون گردانا گیا اور عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنے والا مجرم قرار دیا گیا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے صاحب منتخب التواریخ رقمطراز ہیں۔

"عربی پڑھنا' عربی جاننا عیب قرار دیا گیا اور فقہ تفسیر اور حدیث پڑھنے والے مردود و مطعون ٹھہرائے گئے۔"

الغرض ہر ملحدانہ رسم اور شعائر اسلام کے مخالف ہر عمل روا رکھا گیا جو کہ معاذ اللہ اسلام کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے کی ایک بھونڈی سازش تھی۔ اگرچہ اکبر کے زمانہ میں علماء اور صوفیاء کی بہت کثرت تھی اور اس وقت کے مورخین نے علماء کی جو فہرست دی ہے ان سے معلوم ہوتا ہے یہ تصوف کا زریں دور تھا علماء کثیر تعداد میں موجود تھے مگر انہوں نے اکبری الحاد کے خلاف کوشش نہ کی۔

دوسرا طبقہ جس میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے علماء تھے یہ سمجھ کر کہ بڑا انتشار کا زمانہ ہے اس میں بھلائی جانتے تھے کہ گوشہ نشین ہوں البتہ اکبری دور کے آخر میں آنے والے ایک بزرگ جو دہلی میں مقیم تھے جن کا اسم گرامی حضرت خواجہ محمد باقی باللہ تھا' نے اکبری الحاد کے خلاف کوشش کی اور بارسوخ امراء و اعیان سلطنت کو اکٹھا کر کے اکبری الحاد ختم کرنے کا احساس دلایا خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو چونکہ زیادہ عرصہ رہنے کا موقعہ نہ ملا اور وہ صرف پانچ سال تک رہے اور ان کے مرید خاص حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس الحاد کو ختم کرنے کے لئے سعی و جہد شروع فرمائی اور خصوصی طور پر

جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد یہ مہم تیز فرمائی اور کسی خطرہ کی فکر نہ کرتے ہوئے صعوبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور شریعت اسلامیہ کے تحفظ کی خاطر گوالیار کے قلعہ میں محبوس رہے مگر اپنے موقف سے نہ ہٹے اور ساتھ ہی گوشہ نشین علماء پر واضح کیا کہ سجدہ تعظیمی بجا نہ لا کر اعلائے کلمتہ الحق کو بلند کرنا بہت بڑا جہاد ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گوشہ نشین علماء بھی امربالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام بڑے حوصلے سے کرنے لگے اور اس کے نتیجہ میں اکبری الحاد کے نشانات مٹ گئے اور یقیناً" یہ حضرت مجدد صاحب کا انتہائی اہم کارنامہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا دوسرا کارنامہ تجدید دین اور احیائے اسلام ہے اس سلسلہ میں عقل پسند طبقہ نے ذہنی انتشار پیدا کر دیا تھا۔ ابوالفضل فیضی مبارک حسام اور اکبر جیسے لوگ اس میں شامل تھے اس آزاد خیال طبقہ کی رو سے اللہ کی توحید کے بعد نبوت کا اقرار کرنا ضروری نہیں ' ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کا رواج عام تھا۔ جب مسلمان دلیر ہو گئے تو غیر مسلموں کو اس کا موقع مل گیا کہ اسلام پر سنگین حملے کریں۔ مجدد الف ثانیؒ ضعف اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی کا تذکرہ مکتوبات شریف میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اسلام کی کسمپرسی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ کفار برملا اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں اور بے دھڑک کوچہ د بازار میں مراسم کفر ادا کرتے ہیں اور اہل کفر کی تعریفیں کرتے ہیں اس کے برعکس مسلمانوں کو احکام اسلام کی ادائیگی سے منع کیا جاتا ہے اور اس پر اعتراض ہوتا ہے۔"

ایک اور مکتوب میں رقم طراز ہیں۔

"ہندوستان کے کفار بلا دھڑک مسجدوں کو منہدم کر کے اس کی جگہ اپنے معبد بناتے ہیں۔"

ایک طبقہ جو احکام اسلام کو محض عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کا عادی تھا اور شرعی قوانین کی مختلف توجیہات پر اپنا پورا زور صرف کر رہے تھے ان عقل پرستوں سے متعلق مجدد صاحب فرماتے ہیں۔

"ان کی عقلیں جن باتوں کو مان لیں یا جن کو دریافت کر سکتی ہوں ان ہی کو یہ مانتے ہیں اور جو باتیں (شریعت) کی ان کی عقل میں نہیں آتیں انہیں نہیں مانتے"۔

امام ربانی کو ان حالات کا شدید احساس تھا۔ آپ نے مختلف رسائل رقم فرمائے جن میں عقل پسند طبقہ کے عقلی دلائل کا منہ توڑ جواب دیا بالخصوص "رسالہ اثبات النبوۃ" میں مقام نبوت کو واضح کیا اور عقلیت پسند طبقہ کے مقابلہ میں عقلی اور نقلی دلائل سے نبوت کی افادیت کو واضح فرمایا۔

اس کے بعد اشاعت و تبلیغ کیلئے جو اہتمام کیا اس کے لئے آپ نے ملک کے کونے کونے میں تربیت یافتہ علماء پھیلا دیئے اور لوگوں پر واضح کیا کہ شریعت اسلامیہ کا نفاذ اور تحفظ اور اشاعت اصل دین

ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اشاعت اسلام کی جائے آپ نے نہ صرف مریدین اور علماء کو پھیلایا بلکہ افغانستان اور بدخشاں میں خطوط اور وفود کی صورت میں لوگوں کو بھیجا- شریعت کی اہمیت کو پوری طرح واضح کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عالمگیر کو سوائے انتظام اور شریعت کے نفاذ کے کوئی کام نہ تھا- اس سے پہلے جہانگیر خود آخری سالوں میں شریعت کے نفاذ کی طرف مائل ہوگیا تھا- چونکہ وہ ایسا انسان تھا جو اپنی صلاحیتیں اور اعتماد بر نفس کھو چکا تھا- تاہم اس نے اہانت شریعت کو چھوڑ دیا اور احترام کرنے لگا- شاہجہان نے سجدہ تعظیمی بالکل ختم کردیا- کثرت سے مدارس بنوائے علم کی سرپرستی اور علماء کی خدمت میں زیادہ خرچ کیا- یہ سب حضرت مجدد صاحب کی تحریک کا نتیجہ تھا-

حضرت مجدد الف ثانی کا ایک بڑا کارنامہ صوفیاء اور علماء کی جماعت کی تیاری ہے- کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی جب تک کوئی جماعت اس کی تعلیم کو پھیلانے والی نہ ہو کوئی مذہب زندہ نہیں رہ سکتا- جب تک اس نظام کے مطابق زندگی بسر کرنے والی جماعت موجود نہ ہو- یہ ایک بہت بڑی فلاسفی اور نکتہ ہے جس پر جماعت خود بھی عمل کرتی ہے اور اس کی اشاعت بھی کرتی ہے تو معاشرہ مضبوط ہوتا جاتا ہے- جونہی جماعت کسل مندی کا مظاہرہ کرتی ہے معاشرہ خراب ہو جاتا ہے اور اس کا شیرازہ بکھر جاتا ہے جتنے بزرگان دین ہوئے ہیں وہ اس قرآنی اصول ”ولتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر“ سے آشنا تھے- حضرت مجددؒ صاحب انہی بزرگوں میں سے تھے- آپ نے مصلحین کی جماعت تیار کی اور ان کے اندر شریعت کے تحفظ اور اشاعت و تبلیغ پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ پیدا فرمایا اور اصلاح کا کام جاری رکھا-

تذکرہ نگاروں کے مطابق حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مریدین کی تعداد نو لاکھ تھی اور پانچ ہزار خلفاء تھے اس مختصر مضمون میں ان کا احاطہ کرنا ناممکن ہے- ”صاحب زبدۃ المقامات“ محمد ہاشم کشمی نے چوبیس خلفاء کے حالات وضاحت سے تحریر کئے ہیں اور ”تجلیات امام ربانی“ کے مولف نے پینتالیس خلفاء کے حالات بالاختصار تحریر کئے ہیں-

حضرت شیخ احمد سرہندی کے خلفاء میں سرفہرست آپ کے صاحبزادگان کے اسمائے گرامی آتے ہیں جن کی بدولت برصغیر پاک و ہند اور دنیا کے دیگر علاقوں میں سلسلہ عالیہ کی ترویج و اشاعت ہوئی اگرچہ آپ کے صاحبزادگان کی تعداد سات تھی مگر تین صاحبزادے جناب شیخ محمد فرخ، شیخ محمد عیسیٰ اور محمد اشرف اوائل عمر ہی میں فوت ہوگئے اور آپ کے صاحبزادے محمد یحییٰ کم عمر تھے- آپ کے صاحبزادے جنہوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا وہ حضرت خواجہ محمد صادق، حضرت خواجہ محمد سعید، اور خواجہ محمد معصوم تھے- نہایت اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ ذیل کی سطور میں پیش خدمت ہے-

حضرت خواجہ محمد صادق جناب مجدد کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ بچپن ہی سے ولایت کے آثار آپ کے چہرے سے ہویدا تھے۔ صغرسنی ہی میں آپ نے منازل سلوک میں وہ کمال حاصل فرمالیا جو کہ بڑے عمر رسیدہ سالکوں کو میسر نہ آسکے۔ آپ حضرت مجدد صاحب کے کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل طور پر بہرہ ور تھے علوم عقلیہ اور نقلیہ پر دسترس حاصل تھی اگرچہ آپ نے چوبیس سال عمر پائی۔ مگر درس و تدریس سے طالبان راہ اسلام کو صراط مستقیم پر گامزن فرماتے رہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے اس فرزند ارجمند کی ولایت سے متعلق رقمطراز ہیں۔

تذکرہ مجدد الف ثانیؒ کے مطابق آپ کا وصال سرہند شریف میں بعارضہ طاعون 9 ربیع الاول 1025ھ بروز دوشنبہ واقع ہوا۔"

امام ربانی کے دوسرے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد سعید بھی اپنے برادر بزرگ کی طرح تقویٰ و درع اور سلوک میں اعلیٰ استعداد کے حامل تھے ملا طاہر لاہوری جیسے یکتائے روزگار عالم دین سے علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت تامہ حاصل فرمائی اور اٹھارہ سال کی عمر میں معقول و منقول کی کتب کا درس دینے کا فریضہ انجام دینا شروع کیا۔ آپ انتہائی دقیق مسائل کو چند لمحات میں حل فرما کر علمائے وقت کو قوت علیہ سے ورطہ حیرت میں ڈال دیتے تھے۔ صاحب زبدۃ المقامات اور مکتوبات امام ربانی میں مجدد صاحب دونوں صاجزادوں خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم سے متعلق فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے اپنے کرم سے ان دونوں بھائیوں کو اپنے بڑے بھائی کا قائم مقام بنا دیا۔"

"تجلیات امام ربانی کے مطابق خواجہ محمد سعید کا وصال 27 جمادی الاخریٰ 1070ھ میں ہوا۔"

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تیسرے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم ہیں آپ استعداد علمی و باطنی میں یکتائے روزگار تھے آپ کے ہمعصر علماء آپ کی استعداد کے معترف تھے۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے علوم و معارف اور اسرار و رموز کے وارث تھے آپ سولہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر باطنی علوم کی طرف متوجہ ہوئے اور والد بزرگوار سے احوال و اسرار میں بہر وافر حاصل کیا اور مجدد صاحب نے آپ کو درجہ قطبیت پر فائز فرمادیا۔ حضرت محمد ہاشم کشمی حضرت مجدد کی بشارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مجدد صاحب کے فرمان کو صاحب زبدۃ المقامات نقل کرتے ہیں جس سے خواجہ محمد معصوم کو ولایت خاصہ محمدیہ کا علمبردار بیان فرمایا گیا۔

"اپنے فرزند محمد معصوم کے متعلق کیا لکھوں وہ تو بالذات اس وقت اس دولت یعنی ولایت خاصہ محمدیہ علی صاجہا والتحیۃ کی استعداد رکھتے ہیں۔"

حضرت خواجہ محمد معصوم کی وساطت سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو فروغ حاصل ہوا اور آج بھی لاکھوں فرزندان توحید آپ کے وسیلہ سے سلسلہ مجددیہ سے منسلک ہیں اور بالواسطہ حضرت مجدد صاحب سے اکتساب فیض کر رہے ہیں- جناب خواجہ محمد معصوم نے 9 ربیع الاول 1079ھ کو وصال فرمایا-

مجدد صاحب کے یہ تینوں صاحبزادے منبع فیوض و برکات تھے آج بھی برصغیر پاک و ہند اور دیگر ممالک عالم میں علم و عرفان کے سوتے انہی کے فیوض و برکات کا پر تو ہیں جناب مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادگان کی استعداد باطنی سے متعلق حضرت باقی باللہؒ رقمطراز ہیں-

''اس شیخ کے فرزند جو ابھی بچے ہیں اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں قصہ مختصر یہ کہ شجرہ طیبہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بخیرو بخوبی پروان چڑھائے-''

جناب مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادگان کے طفیل خاندان مغلیہ کے حکمرانوں کو دینی خدمت انجام دینے کا شرف حاصل ہوا اورنگ زیب عالمگیر' خواجہ محمد معصوم کے دست حق پرست پر بیعت تھا اور دیگر امراء بھی اسی خانوادہ مبارک سے عقیدت رکھتے تھے-

جناب مجدد الف ثانیؒ کے ان اولوالعزم خلفاء کے علاوہ آپ کے ہزاروں خلفاء کرام نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج و اشاعت فرمائی آپ کے تمام خلفاء کے اسمائے گرامی کو حیطۂ تحریر میں لانا ناممکن ہے- ان میں سے جناب بدرالدین سرہندی' خواجہ عبیداللہ' شیخ بدیع الدین سہارن پوری' شیخ حسن برکی' شیخ حمید بنگالی' حاجی خضر افغان' شیخ طاہر لاہوری' خواجہ عبداللہ عرف خواجہ خورد' مولانا عبدالغفور سمرقندی' مولانا قاسم علی' خواجہ محمد اشرف کابلی' مولانا محمد صالح کولابی' مولانا محمد صدیق کشمی' خواجہ محمد نعمان بدخشی' شیخ مزمل' حافظ محمود لاہوری' شیخ نور محمد پٹنی' مولانا یوسف سمرقندی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں-

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ایک اہم خدمت شریعت و طریقت کی حدود کا تعین ہے آپ نے نہ صرف شریعت و طریقت کی حدود کا تعین فرمایا بلکہ صحیح طریقہ تصوف رائج فرمایا اور یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ہے جس میں شریعت کی پابندی ہے اور اس سلسلہ کو رائج کرنے کا سہرا حضرت خواجہ باقی باللہ کے سر ہے، چونکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ ان کے مرید باصفا تھے اس لئے آپ نے برصغیر پاک و ہند میں اس سلسلہ کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی ہزاروں مرید بنے اور برصغیر میں پھیلے تو وہی طریقہ اور نظریات پھیلانے والے بنے جس کی تعلیم آپ نے دی تھی- یہ آپ کی بہت بڑی خدمت تھی کہ آپ نے صحیح طریقہ تصوف جس میں شریعت کی پابندی تھی- سے روشناس کرایا- ''رود کوثر'' کے مؤلف رقمطراز ہیں-

''اس طریقے کے تمام اصل اور فروع میں اتباع سنت اور اجتناب بدعت بدرجہ کمال ہے صحابہ

کرام کا لباس مشروط ہے انہی کی معاشرت ویسے ہی افکار و اشغال' وہی محاسبہ نفس اور ہردم کی حضوری' وہی آداب شیخ' ویسے ہی کم ریاضتی اور فیضان کثیر اور کمالات ولایت کے علاوہ کمالات نبوت کی بھی تعلیم ہے اس سلسلے میں نہ چلہ کشی کی ضرورت ہے نہ ذکر بالجہر کی اجازت نہ سماع بالمزامیر نہ ہجوم عورات نہ سجدہ تعظیمی نہ توحید وجودی نہ دعویٰ انا الحق"

خود مجدد صاحب شیخ بدیع الدین علیہ الرحمہ کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

"بزرگوں کے نزدیک تمام ظاہری اور باطنی کمالات کا انحصار کمالات شرعیہ پر ہے علوم و معارف الہیہ کا دارومدار عقائد کلامیہ پر ہے جو اہل سنت و جماعت کے نزدیک ثابت شدہ ہیں اکابر اہل سنت ہزار شہود و مشاہدات کو عقائد کلامیہ میں سے اللہ تعالیٰ کی بے چونی و بےچگونی کے مسئلہ کے برابر بھی نہیں جانتے اور احوال و مواجید اور تجلیات و ظہورات کو شرعی حکم کے خلاف ہوں۔ ایک دانہ جو کے برابر وقعت دے کر بھی خریدنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ وہ ایسے ظہورات کو استدراج سمجھتے ہیں۔"

جناب مجدد صاحب طریقت و حقیقت کو ایک ہی شجر کے برگ و بار تصور کرتے ہیں شریعت و طریقت سے سرمو انحراف کو مجدد صاحب روا نہیں گردانتے اور شریعت کے مخالف استدلال و کشف کو مردود تصور کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

"طریقت و شریعت ایک دوسرے کا عین اور ان کے درمیان سرمو اختلاف نہیں فرق صرف اجمال و تفصیل کا ہے اور وہ استدلال اور کشف جو شریعت کے خلاف ہو وہ مردود ہے۔"

بعض لوگ شریعت کو محض پوست تصور کرتے ہیں اور حقیقت کو مغز خیال کرتے ہیں مجدد صاحب ایسے افراد کو حقیقت سے بعید خیالات کا حامل گردانتے ہوئے فرماتے ہیں۔

الغرض مجدد صاحب نے خام صوفیہ کے تصورات جن میں وہ شریعت اور طریقت کی حدود میں بُعد پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ باطل قرار دیا ان دونوں کو ایک سلک میں مربوط فرمایا اور شریعت سے متعلق جتنے ابہام عوام الناس کے ذہنوں میں ڈال دیئے گئے تھے۔ ان کو ختم فرمادیا۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بنیاد ان دونوں ستونوں پر استوار فرمائی تاکہ ایوان اسلام میں ذرا برابر کجی کا شائبہ باقی نہ رہے اور یہ آپ کی انتہائی اہم خدمت تھی۔

سیدنا مجدد الف ثانیؒ کی خدمات کے ضمن میں تصور وحدت الشہود کا ذکر انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ مجدد صاحب سے پیشتر بہت سے صوفیاء کی فلاسفی وحدت الوجود تھی۔ ابن عربی اس فلسفہ کے دینے والے تھے اور وہ تصوف اور فلسفہ یہ ہے کہ کائنات میں سوائے ایک وجود کے کوئی چیز موجود نہیں اور وہ وجود اللہ تعالیٰ کا وجود ہے کائنات میں وحدت ہے وحدت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جیسے سمندر سے لہریں اٹھتی ہیں ان

کا وجود سمندر سے الگ نہیں ہوتا اس لئے جملہ مخلوقات کی مثال اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ایسی ہی ہے۔ یہاں پر سوائے ایک وجود کے کوئی وجود نہیں۔ صوفی کو چاہئے کہ سوائے خدا کے کسی کو نہ دیکھے۔ صوفی فنائی اللہ کے درجہ پر دیکھتا ہے تو خدا نظر آتا ہے تو انا الحق کہتا ہے۔ آپ نے اس فلسفہ کو بغائر مشاہدہ کے بعد وحدۃ الشہود کا تصور دیا کہ ساری کائنات خدا نہیں بلکہ مخلوق میں اللہ کا ظہور ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی جلالت نظر آتی ہے اس میں وحدت ہے۔ ساری مخلوق خدا کے عکس کا پرتو ہے اس کے عکس میں وحدت ہے صوفی کو خدا کا نور ہر چیز میں دیکھنا چاہئے۔ یہ جلوہ خدا کی ذات نہیں بلکہ اس جلوہ کا عکس ہے آپ نے انتہائی خوبصورتی سے وحدت الوجود کے تصور کی توجیہہ فرما کر یہ ثابت کیا کہ متقدمین اولیائے کرام کا مدعا اور مقصود نہیں جو متاخرین نے پیش کیا چنانچہ فرماتے ہیں۔

”محترم صوفیائے کرام میں سے جو لوگ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں اور ہمہ اوست کہنے والے ہیں اس سے مراد ان کی ہرگز نہیں کہ اشیاء حق تعالیٰ جلّ وعلا کے ساتھ بالکل متحد ہیں اور معاذ اللہ وہ مرتبہ تنزیہہ سے اتر کر دائرہ تشبیہ میں آگیا ہے اور جو واجب تھا وہ ممکن بن گیا ہے یہ سب کفر و الحاد ہے اور گمراہی اور زندقہ ہے بلکہ ہمہ اوست کے معنی یہ ہیں کہ سب نیست ہیں اور صرف وہی موجود ہے۔“

مجدد صاحب فلسفہ وحدت الوجود کے سلسلہ میں متقدمین صوفیائے کرام سے متعلق ابہام کو دور فرماتے ہوئے یہ توجیہہ پیش کرتے ہیں کہ ہمہ اوست سے مراد ان حضرات کی رب العزت کے ساتھ اتحاد و حلول نہیں ہے محض ظاہری طور پر ان عبارتوں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ اتحاد وجودی کے قائل تھے فرماتے ہیں۔

”جو صوفیائے کرام ہمہ اوست کے قائل ہیں وہ عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں جانتے اور حلول د سریان ثابت نہیں کرتے وہ جو کچھ کہتے ہیں ظاہریت کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ کہ وجود تحقیق کے لحاظ سے اگرچہ ان کی عبارت کے ظاہر سے اتحاد وجودی کا شبہ ہوتا ہے مگر حاشاؤ کلّاان کی وہ مراد ہو کہ وہ تو کفر و الحاد ہے اور چونکہ ان کا کہنا ظہور کے لحاظ سے تھا نہ کہ نفس وجود کے لحاظ سے اس لئے ہمہ اوست کے معنی ازاوست ہی ہیں اگرچہ غلبہ حال میں وہ ہمہ اوست کہہ جاتے ہیں لیکن ان کلمات سے ان کی مراد ہمہ ازاوست ہوتا ہے“

صوفیائے کرام جو فنائی اللہ کی منزل پر فائز ہوتے ہیں ان کی زبان سے نکلے ہوئے بعض کلمات سے بعض حضرات کو وحدت الوجود اور حلول کا احتمال ہوا۔ مجدد صاحب ان صوفیائے کرام کے فنائی اللہ کی منزل پر فائز ہونے اور ان کلمات کی ادائیگی کو جذبہ محبت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ محب کی نظر میں بجز محبوب کچھ نظر نہیں آتا اور وہ سوائے خدا کی ذات کے کسی چیز کو نہیں دیکھتے فرماتے ہیں۔

"بعض دوسروں سے یہ باتیں غلبہ محبت کی وجہ سے سرزد ہوئی ہیں کیونکہ محبت کا غلبہ محب کی نظر سے ماسوائے محبوب کے محو کردیتا ہے نہ کہ فی الواقع سوائے محبوب کے اور کچھ ہوتا ہی نہیں کیونکہ یہ تو عقل و شرع اور محسوسات کے خلاف ہے۔"

بہرطور حضرت مجدد صاحبؒ نے اس تمام ابہام کو عوام الناس کے دلوں سے ختم کردیا جو اولیائے متقدمین سے متعلق ان کے ذہنوں میں موجود تھے اور وحدت الشہود کے ذریعہ سے تمام امکانی خدشات کا قلع قمع فرمادیا اور یہ آپ کی عظیم خدمت تھی۔

المختصر حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ان خدمات کا ثمرہ ہی ہے کہ آپ کے مسلک کی ترویج و اشاعت میں برصغیر پاک و ہند کے اولیائے کرام نے حصہ لیا خواجہ محمد معصوم حضرت الیشان حضرت سید جماعت علی شاہ اور حضرت میاں شیر محمد شرقپوری جیسے اولیائے عظام نے ان کے مشن کو جاری رکھا اور بحمد للہ آج بھی تعلیمات مجددی لوگوں کے زنگ آلود ذہنوں کے لئے صیقل کا سامان فراہم کررہی ہیں۔

معاملہ کچھ اور ہی ہے

فرزندمن! باوجود اس معاملہ کے جو میری آفرینش سے وابستہ ہے کہ ایک اور بہت بڑا کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ مجھے پیری مریدی کے لئے اس دنیا میں نہیں لایا گیا اور نہ میرے وجود سے ارشاد و تربیت مقصود ہے معاملہ کچھ اور ہی ہے اور قدرت کو کچھ اور کام لینا ہے ہاں اس ضمن میں جس کو مناسبت ہو وہ یہ فیض بھی حاصل کرے جو کام قدرت کو مجھ سے لینا ہے اس کے مقابلے میں یہ اصلاح وارشاد کا کام بالکل ہیچ ہے۔ (مکتوب 4 دفتر دوم صفحہ 12)

یہ کارنامہ "عظیم" اور معاملہ "دیگر" کہ جس کے سامنے تکمیل وارشاد کی بھی کوئی حقیقت نہیں بجز "احیائے ملت" اور اقامت دین کے اور کیا ہو سکتا ہے فی الحقیقت آپ کا اصل کام یہی تھا کہ اسلامی دنیا کی کایا پلٹ دیں اور حق جو باطل کے پردوں میں مستور ہو گیا تھا اس کو اصل صورت اور اس کی اصل شان میں دنیا کے سامنے رکھ دیں۔ کلمہ الٰہی پھر غالب ہو اور کفر و بدعت کے غلیظ بول اسلام کے افق سے یکسر چھانٹ دیئے جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں نازل ہوں آپ کی روح پاک پر کہ آپ نے مجددانہ عزیمت اور مجاہدانہ جدوجہد کے ساتھ اس کام کو انجام تک پہنچایا اور دیکھنے والوں نے وہ سب کچھ دیکھ لیا جس کی اس وقت کوئی امید نہ کی جا سکتی تھی اس مجدد دین و ملت نے حد سے زیادہ بگڑے ہوئے حالات کو سنبھالا اور کسی مادی طاقت اور حکومتی اقتدار کے بغیر پورے ملک کی فضا کو بدل کر رکھ دیا حتیٰ کہ خود حکومت میں بھی آپ سے آپ وہ انقلاب برپا ہو گیا جو بظاہر صرف انقلابی ذرائع سے ہی ہو سکتا تھا بلکہ بسا اوقات زبردست انقلابی تحریکوں سے بھی ایسا انقلاب رونما نہیں ہوتا۔

اہل و عیال کی خبر گیری، صاحبزادوں اور مریدوں کی تعلیم و تربیت علوم شرعیہ کا زبانی اور کتابی درس، پھر اپنے نفس مبارک کے حقوق ان سب کاموں کو روزانہ باحسن وجوہ انجام دیتے۔ ہر روز تقریباً "ایک سو علماء، صلحاء و حفاظ کو آپ کے باورچی خانہ سے کھانا ملتا تھا۔

اولیاء اللہ کے اوقات میں اللہ تعالیٰ ایسی برکت عطا فرماتا ہے کہ ان کے روزانہ کے مشاغل سن کر عقل حیران ہو جاتی ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے ان تمام کاموں کے لئے کس طرح کفایت کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ اوقات کی برکت عظیم الشان خرق عادت اور عظیم الشان کرامت ہے۔ جن لوگوں نے ایسا کوئی مقدس نمونہ دیکھا ہے ان کو تو کوئی تردد نہیں ہو سکتا اور جنہوں نے نہیں دیکھا ان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کو اپنے اوپر قیاس نہ کریں۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں آپ ایک مامور من اللہ کی سی شان رکھتے تھے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا ڈر کسی ایذا کا خوف، کوئی بڑے سے بڑا خطرہ آپ کو اس فریضہ کے ادا کرنے سے روک نہیں سکا

خواجہ باقی باللہ کی نظر میں

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ ملقب بہ مجددالف ثانی کا روحانی مقام جس قدر ارفع واعلیٰ ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور کسی تشریح و تفصیل کا محتاج نہیں۔ ان کو اپنے روحانی مقام کی بنا پر نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں شہرت نصیب ہوئی۔ بلکہ ان کے نیک نفس اور نیک دل خلفاء نے جن کے دل ان کی روحانیت کے نور سے منور تھے۔ برصغیر پاکستان و ہند کے باہر دوسرے ممالک میں بھی جا کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی تبلیغ کی جو ان کے وصال کے بعد بھی جاری رہی اور آج بھی ان کے ہزاروں معتقدین سرہند شریف پہنچ کر ان کے مزار پر حاضری دیتے ہیں اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا۔

البتہ دیکھنا یہ ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کو یہ روحانی بزرگی کون سی بزرگ ہستی کی نسبت اور ارادت سے حاصل ہوئی اور وہ روحانیت کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہو کر مجددالف ثانی کے لاثانی لقب سے ملقب ہوئے اور انہوں نے اپنی تمام عمر دین مبین اسلام کی خدمت میں صرف کی۔

ظاہر ہے کہ وہ بزرگ ہستی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی ہے کہ خود جن کا روحانی مقام ارفع و اعلیٰ تھا' اور جس خوش نصیب نے بھی ان سے ارادت کے بعد ان کی صحبت فیض اثر سے کسب فیض کیا وہ بھی روحانیت کے بلند درجے پر پہنچ گیا۔

لیکن شیخ احمد سرہندیؒ کو جو روحانی فیض حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی صحبت سے نصیب ہوا وہ اپنے درجے اور مقام کے لحاظ سے منفرد اور بے مثال ہے یہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ ہی کی صحبت بابرکت کا فیض تھا جس کے اثر سے حضرت مجددالف ثانیؒ اپنے زمانہ ارشاد و ہدایت میں آسمان روحانیت پر خورشید بن کر چمکے اور ان کی روحانیت کے نور سے ہزاروں دلوں نے روشنی پائی۔

اور یہی نہیں بلکہ آج بھی ان کے خورشید روحانیت کے نور سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک ہونے والوں کے دل روشن ہیں اور یقین واثق ہے کہ آئندہ بھی جو کوئی روحانیت کے اس خورشید درخشاں سے کسب نور کا خواہاں ہو گا' اس کا قلب اس نور سے ضرور منور ہو گا۔

اور اب یہ دیکھنا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کون تھے اور کیا تھے کہ جن کے فیض عام کے چشمہ شیریں سے ہزاروں تشنہ لبوں نے سیرابی حاصل کی۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ بن قاضی عبدالسلام سمرقندی 1563ء میں کابل میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان تو علمی تھا۔ لیکن مقام تعجب ہے کہ وہ خود ظاہری تعلیم کی تکمیل نہ کر سکے۔ انہوں نے کچھ عرصہ مُلّا صادق حلوائی سے تعلیم حاصل کی اور جب کچھ عرصے کے بعد مُلّا صادق حلوائی کابل سے ماوراء النہر کے

لئے روانہ ہوئے تو حضرت خواجہ باقی باللہؒ بھی ان کے ہمراہ ماوراء النہر چلے گئے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ ماوراء النہر میں اپنی ظاہری تعلیم جاری نہ رکھ سکے جس کا اصلی سبب ان کا وہ باطنی جذبہ تھا، جس کی بنا پر وہ کسی ایسے مرشد کی تلاش میں نکل پڑے جو روحانی تربیت میں ان کی راہنمائی کرے اور ان کو روحانی تسکین بہم پہنچانے کا سبب بنے۔

چنانچہ کچھ عرصہ وہ ماوراء النہر میں عبادت میں مشغول رہے لیکن اطمینان کلی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے برصغیر پاک و ہند کا سفر اختیار کیا وہ لاہور پہنچے اور کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد کشمیر گئے جہاں انہوں نے بابا والی کی صحبت میں رہ کر طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم حاصل کی۔

بابا والی 1592ء میں واصل بحق ہوئے تو حضرت خواجہ باقی باللہؒ کشمیر سے دہلی چلے گئے اور وہاں شیخ عبدالعزیز کی خانقاہ میں عبادت میں مشغول ہو گئے۔

اسی اثناء میں شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز نے ایک خواب کی بنا پر انہیں فرمایا "مشائخ بخارا آپ کو بلا رہے ہیں وہاں جایئے"۔

چنانچہ خواجہ باقی باللہ شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز کے اس بیان پر اسی وقت بخارا کے لئے روانہ ہو گئے اور اس طویل سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے بخارا پہنچے اور وہاں سے موضع ا مکنہ گئے جہاں انہوں نے حضرت مولانا خواجگی ا مکنگی کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم مکمل کی، جس کے بعد حضرت مولانا خواجگی ا مکنگی نے ان سے فرمایا۔

" طریقہ نقشبندیہ میں تمہاری تعلیم تکمیل کو پہنچی۔ اب تمہیں ہندوستان جانا چاہئے کہ وہاں اس سلسلہ عالیہ کو رونق حاصل ہو گی اور بہت سے لوگ تمہاری تربیت اور ہدایت سے فیض یاب ہوں گے"۔

یہ فرما کر حضرت مولانا خواجگی ا مکنگی نے حضرت خواجہ باقی باللہ کو خرقہ خلافت و اجازت ارشاد فرمایا اور انہیں دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

یہاں پر اس امر کا ذکر بھی مناسب ہو گا کہ حضرت مولانا خواجگی ا مکنگی نے اپنی قوت روحانیت سے برصغیر پاک و ہند میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی کوششوں سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے پھیلنے اور ہزاروں لوگوں کے حضرت خواجہ باقی باللہ کی روحانی مجلس سے فیض یاب ہونے کی ان کو جو بشارت دی تھی اور اس سلسلے میں جو پیش گوئی کی تھی وہ کہاں تک پوری ہوئی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ: حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال کے بعد حضرت شیخ احمد سرہندی ملقب بہ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے

جو ان کے پر جوش خلیفہ اور جانشین تھے اس سلسلہ عالیہ کو جو وسعت دی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ عالیہ کے معتقدین آج بھی پورے جوش اور اخلاص کے ساتھ اس کے بنیادی نظریات کے پابند ہیں اور ہزاروں لوگ اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کی روحانی صحبتوں سے فیض یاب ہو رہے ہیں

اب آپ اصل موضوع کی طرف توجہ فرمائیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ رحمتہ اللہ علیہ 1597ء میں لاہور پہنچے یہ ان کا لاہور کا دوسرا سفر تھا اس مرتبہ وہ ایک سال تک لاہور میں مقیم رہے اور 1598ء میں دہلی چلے گئے یہ ان کا دہلی کا دوسرا اور آخری سفر تھا اس لئے کہ وہ پھر اپنی زندگی کے آخری ایام تک دہلی سے باہر نہیں گئے۔

اس مرتبہ وہ شہر دہلی سے باہر قلعہ فیروزی میں اقامت پذیر ہوئے۔ یہ قلعہ سلطان فیروز شاہ تغلق نے تعمیر کرایا تھا۔ جس کا دور حکومت 1351ء سے 1388ء تک تھا۔

صاحب زبدۃ المقامات نے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے قلعہ فیروزی میں اقامت اختیار کرنے کے متعلق بیان کیا ہے:۔

"انہوں نے قلعہ فیروزی میں اقامت اختیار کی، جو ایک نہایت دل کشا مقام ہے جہاں سے دریائے جمنا کا نظارہ کیا جا سکتا ہے اور جس میں ایک عظیم الشان پر برکت اور پر صفا مسجد ہے اور وہ اس دار ملال سے دار بقا کے لئے) سفر کرنے (1603ء) تک یہاں سے کسی دوسرے مقام پر منتقل نہیں ہوئے"

۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے قلعہ فیروزی میں اپنی اقامت گاہ میں طالبان طریقت کے لئے ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی اور طریقہ نقشبندیہ میں رشد و ہدایت کے فرائض کی انجام دہی کا آغاز فرمایا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں ان کی روحانی بزرگی کی شہرت اطراف میں پھیل گئی اور طالبان طریقت نے ان کی خانقاہ میں پہنچ کر اور ان کی مجلس میں حاضر ہو کر ان سے روحانی فیض حاصل کرنا شروع کیا۔

یہاں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی سوانح حیات کی تفصیل مطلوب نہیں، بلکہ ان کی روحانی بزرگی اور ان کے روحانی فیض کا ذکر مطلوب ہے اس سلسلہ میں حسب ذیل حضرات کے بیانات ملاحظہ ہوں جو حضرت خواجہ کی دہلی میں روحانی زندگی کے عمیق اثرات سے آشنا تھے"۔

1۔ ملفوظات حضرت خواجہ کے مرتب کا بیان ہے۔

"درحقیقت وہ فوائد جو حضرت خواجہ باقی اللہؒ سے ان دو تین سالوں میں لوگوں کو پہنچے وہ اس سے پہلے کے زمانوں میں برسوں میں بھی کسی بزرگ سے دوسروں کو نہیں پہنچے"۔

2۔ صاحب زبدۃ المقامات کا بیان ہے۔

"حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے مرتبے کی بلندی کی یہی شہادت کافی ہے کہ دو تین سال کی قلیل مدت میں کتنے لوگوں نے ان سے کسب فیض کیا اور ان کی روحانی بزرگی کی بدولت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو کہاں تک وسعت نصیب ہوئی"۔

3۔ صاحب سنوات الاتقیا کا بیان ہے۔

"حضرت خواجہ باقی باللہؒ قطب وقت تھے عوام کا تو ذکر ہی کیا علماء اور فضلا بھی آپ کی خانقاہ میں تشریف لاتے اور اس شمع روحانیت پر پروانہ وار نثار ہوتے"۔

اس سلسلے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا نام لیا جا سکتا ہے جن کا شمار اپنے دور کے بڑے علماء اور ماہر محدثین میں ہوتا تھا وہ بھی باوجود اپنے علمی مرتبے کی بلندی کے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی روحانی بزرگی کی شہرت سن کر ان کی خانقاہ میں حاضر ہوئے اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر ان سے کسب فیض کیا وہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی روحانی بزرگی کے متعلق اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ۔

"اس نسبت کے داعی اور طالبین (طریقت) کے مرشد ہمارے شہر (دہلی) میں تھے عارف کامل شیخ خدائے بزرگ کے بھید اور نور مکمل سیدنا و مولانا خواجہ محمد الباقی قدس سرہ' الاصفی اور وہ اس طریقہ (نقشبندیہ) میں ہمارے مشائخ میں سے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کو نیکی دے"۔

اور یہی وہ دور ہے جب 1599ء میں حضرت شیخ احمد سرہندیؒ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے سرہند شریف سے روانہ ہوئے اور دہلی پہنچ کر قیام فرمایا۔

اب حضرت شیخ احمد سرہندی کے وہ حالات مختصر پیش کئے جاتے ہیں' جن کا تعلق 1599ء سے پہلے کے دور سے ہے۔

حضرت شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد جون 1564ء میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے ان کے والد بزرگوار کا سلسلہ نسب امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے وہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید تھے لیکن انہیں خرقہ خلافت اور اجازت ارشاد حضرت شیخ رکن الدین بن حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے حاصل ہوئی انہوں نے حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی فیض پایا وہ ایک عرصے تک سرہند شریف میں تدریس کے کام میں مشغول رہے اور 1598ء میں سرہند شریف میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے پہلے قرآن حکیم حفظ کیا اور چند درسی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں انہوں نے معقولات کی تعلیم سیالکوٹ میں مولانا کمال کشمیری سے حاصل کی حدیث شریف کا درس

مولانا یعقوب کشمیری اور تفسیر کا درس قاضی بہلول بدخشانی سے لیا انہوں نے سترہ سال کی عمر میں اپنے دور کے متداول علوم کی تکمیل کی، جس کے بعد وہ تدریس کے کام میں مشغول ہو گئے۔

وہ 1585ء میں اکبر آباد گئے جو اکبر بادشاہ (1556 تا 1605ء) کا دارالحکومت اور اس دور کے علماء اور فضلاء کا مرکز تھا انہوں نے وہاں کی علمی مجالس میں شرکت کی اور چھ سال تک وہاں مقیم رہے 1591ء میں ان کے والد بزرگوار اکبر آباد گئے اور ان کو ساتھ لے کر سرہند شریف کے لئے روانہ ہوئے

راستے میں ان کا گزر قصبہ تھانمیسر سے ہوا اور ان کی ملاقات حاجی سلطان تھا ی حاکم تھا سے ہوئی حاجی سلطان ان کی روحانی بزرگی سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ ان دونوں کو اپنے گھر لے گیا اور اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت شیخ احمد سرہندیؒ سے کر دیا جس کے بعد حضرت شیخ عبدالاحدؒ اپنے صاحبزادے اور بہو کو ساتھ لے کر سرہند شریف پہنچ گئے۔

سرہند شریف پہنچ کر حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کی توجہ علوم باطنی کے حصول کی طرف منعطف ہوئی اور انہوں نے وادی عرفان و تصوف کی منزلیں اپنے بزرگوار کی رہنمائی میں طے کیں۔

صاحب زبدۃ المقامات کا بیان ہے " حضرت شیخ احمد " سرہندیؒ نے حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت اقدس میں حاضری سے پہلے باطنی علوم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کئے اور ان ہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

انہی ایام میں حضرت شیخ احمد سرہندی کے دل میں حج بیت اللہ کی سعادت کے حصول کی آرزو پیدا ہوئی لیکن وہ اپنے والد بزرگوار کی خدمت کی وجہ سے حجاز مقدس کا سفر نہ اختیار کر سکے۔

اتفاق یہ ہوا کہ ان کے والد شیخ عبدالاحد 1598ء میں فوت ہو گئے اور حضرت شیخ احمد سرہندیؒ اس کے ایک سال بعد یعنی 1599ء میں حج بیت اللہ کی سعادت کے حصول کے ارادے سے سرہند شریف سے روانہ ہو کر دہلی پہنچے اور یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ وہاں ان کی ملاقات مولانا حسن کشمیری سے ہوئی وہ ان کے توسط سے قلعہ فیروزی میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سفر حج بیت اللہ کے ارادے کا ذکر کیا۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے ارشاد فرمایا۔

"اگرچہ آپ کا ارادہ حج بیت اللہ کے مبارک سفر کا ہے لیکن کیا حرج ہے اگر آپ چند روز فقیروں کی صحبت میں رہیں"۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا یہ ارشاد قبول کیا اور ان کی خانقاہ میں مقیم

ہوئے۔

بظاہر تو یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے لیکن حقیقت میں یہ واقعہ معمولی نہ تھا' اس لئے کہ اس کے نتائج غیر معمولی نکلے اور اس کے بعد حضرت شیخ احمد سرہندی کو جو واقعات پیش آئے ان کے زیر اثر ان کی طبیعت میں ایک عظیم انقلاب برپا ہوا اس کے چند ہی سال بعد وہ روحانی بزرگی کے بلند ترین منصب پر فائز ہو کر "مجدد الف ثانی" کے لقب سے ملقب ہوئے اور ان کی روحانی بزرگی کی شہرت برصغیر پاک و ہند اور ہمسایہ ممالک میں پہنچ گئی۔

اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت شیخ احمد سرہندیؒ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ باقی باللہ نے اپنی روحانی قوت سے پہلی ہی نظر میں ان کی جبین مبارک پر روحانی بزرگی کے آثار دیکھ لئے ان کے روشن روحانی مستقبل پر یقین کرتے ہوئے ان پر خاص توجہ فرمائی اور ان کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کر کے طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم دی۔

حضرت شیخ احمد سرہندی نے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خاص راہنمائی میں طریقہ نقشبندیہ میں روحانی سفر کا آغاز کیا اور اس سفر میں وہ جن مقامات و منازل سے گذرے ان کا ذکر اختصار کے ساتھ انہوں نے خود بھی کیا ہے اور وہ ذکر مولف زبدۃ القامات نے اپنی تصنیف میں درج کیا ہے۔

لیکن اس روحانی سفر کے دوران وہ جن مقامات اور منازل سے گزرے اور جو کیفیات ان پر طاری ہوئیں وہ ہم جیسے عامی اشخاص کے فہم و ادراک سے ماوراء ہیں۔ اس نوع کی کیفیات کا صحیح علم تو انہیں حضرات کو ہوا جنہوں نے یہ روحانی سفر طے کیا اور یہاں پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کیفیات کا صحیح علم پہلے تو حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو ہوا اور ان کے بعد حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کو ہوا کہ جن پر وہ کیفیات ان کے روحانی سفر کے دوران طاری ہوئیں۔

جب حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کا روحانی سفر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی راہنمائی میں ختم ہوا اور طریقہ نقشبندیہ میں ان کی روحانی تربیت تکمیل کو پہنچی تو حضرت خواجہ باقی باللہ نے ان کو سرہند شریف واپس جانے کی اجازت دے دی اور وہ حضرت خواجہ سے وداع ہو کر سرہند شریف چلے گئے۔

یہاں پر یہ کہنا بھی بے جا نہ ہو گا کہ اس روحانی تربیت کی تکمیل سے حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کی طبیعت میں ایک ایسا انقلاب رونما ہوا کہ حج بیت اللہ کے سفر کا خیال ان کے دل سے نکل گیا اور اس کے بعد وہ اپنی زندگی میں حج بیت اللہ کے ارادے کے باوجود حجاز مقدس کا سفر اختیار نہ کر سکے جیسا کہ صاحب حضرات القدس نے بیان کیا ہے۔

"انہوں نے کئی مرتبہ حج کا پکا ارادہ کیا لیکن انہیں (حج بیت اللہ) میسر نہ ہوا انہیں ہمیشہ اس کا شوق رہا اور وہ اسی شوق میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے"۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی اجازت سے سرہند شریف واپس گئے اور جب کچھ عرصے تک حضرت خواجہ باقی باللہ کو ان کے حالات کی اطلاع نہ ملی تو انہوں نے اپنے ایک مخلص کو خط لکھا جس میں انہوں نے حضرت شیخ احمد سرہندی کی روحانی بزرگی کے متعلق اس طرح اظہار خیال فرمایا

"سرہند میں شیخ احمد نامی ایک صاحب ہیں جن کا علم زیادہ اور عمل قوی ہے۔ چند روز یہ فقیر ان کے ساتھ رہا اور ان دنوں میں ان کے متعلق بہت سے عجائبات کا مشاہدہ کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا چراغ ہو گا جس سے تمام عالم (کائنات) روشن ہو گا"۔

کچھ عرصے کے بعد حضرت شیخ احمد سرہندیؒ اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ کے دیدار کے لئے دہلی گئے اور جونہی حضرت خواجہ باقی اللہ کو ان کے دہلی پہنچنے کی اطلاع ملی' تو حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے اپنے مریدوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو اپنی خانقاہ میں لائے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی نے چند روز حضرت خواجہ باقی باللہ کی خانقاہ میں قیام فرمایا اس دوران میں اپنے مرشد بزرگوار سے اور زیادہ فیض پایا جس کے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ نے ان کو خرقہ خلافت اور اجازت ارشاد مرحمت فرمائی اور سرہند شریف واپس جانے کی اجازت دی۔

اس موقع پر حضرت خواجہ باقی باللہ نے طالبان طریقت کی ایک جماعت کو حضرت شیخ احمد سرہندی کے حوالے کیا اور انہیں ان کے ساتھ سرہند شریف جانے کی اجازت دی اور فرمایا:

"ہم نے (طریقہ نقشبندیہ کا) یہ بیج بخارا اور سمرقند سے لا کر ہندوستان کی بابرکت زمین میں بویا اور روحانی تربیت حاصل کرنے والوں کے سلسلے میں ہماری عملی سرگرمی اسی وقت تک تھی کہ جب تک حضرت شیخ احمد سرہندی کی روحانی تربیت تکمیل کو نہیں پہنچی تھی جب ہم ان کی روحانی تربیت سے فارغ ہو گئے تو طالبان طریقت کو ان کے حوالے کر دیا"۔ یہ واقعہ 1601ء کا ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ سرہند شریف واپس آئے اور مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے تو فرمایا۔

"ہم (حضرت خواجہ سے) لاکھوں نعمتیں لے کر واپس آئے ہیں"۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ دو سال طالبان طریقت رشد و ہدایت کے فرائض کی انجام دہی میں مشغول رہے اور ان کے دل میں اپنے مرشد بزرگوار کے دیدار کا جذبہ پھر موجزن ہوا اور وہ سرہند شریف سے دہلی کے لئے روانہ ہو گئے اور حضرت خواجہ باقی باللہ کی زندگی میں حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کا دہلی کا یہ

آخری سفر تھا۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو جب حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے دہلی پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ اپنے اصحاب اور مریدوں کے ہمراہ قلعہ فیروزی سے پیادہ روانہ ہو کر دہلی کے کابلی دروازے پر پہنچے' حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کا استقبال کیا اور ان کو خاص اعزاز واکرام کے ساتھ اپنی خانقاہ میں لائے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو اپنی روحانی قوت سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ان کی زندگی کے دن کم رہ گئے ہیں اس لئے انہوں نے حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کو فرمایا۔

"جسمانی کمزوری مجھ پر غالب آگئی ہے اور زندگی کی امید کم رہ گئی ہے میرے بیٹوں کے حالات سے باخبر رہیں"۔

شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں۔

"اس کے بعد انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر مجھ سے فرمایا کہ ان پر توجہ کریں۔ چنانچہ ان کی فرمائش پر میں نے ان کے صاحبزادوں پر توجہ کی جس کے آثار ظاہر ہوئے"۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے ملفوظات کے مرتب کا بیان ہے۔

"وفات سے کچھ عرصہ پہلے حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے فرمایا کہ ایسا دیکھا گیا ہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا کوئی بزرگ اس دنیا سے رحلت فرمائے گا اور اس سے زیادہ واضح صورت میں انہوں نے جو کچھ خواب میں دیکھا' اسے یوں بیان فرمایا۔

"جس مقصد کے لئے تم لائے گئے تھے" وہ پورا ہو گیا۔ اب سفر (آخرت) اختیار کرنا چاہئے"۔

حضرت خواجہ باقی اللہؒ کو اپنی روحانی قوت سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اپنے محبوب مرید اور خلیفہ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ سے ان کی یہ آخری ملاقات ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنے اصحاب اور مریدوں کے سامنے حضرت شیخ احمد سرہندی کی روحانی بزرگی کے متعلق اپنے پاکیزہ خیالات کا اظہار اس طرح سے کیا:

1۔ "یہ اللہ تعالیٰ کے کامل ترین اشخاص اور اس کے محبوبین میں سے ہیں"۔

2۔ آج اس آسمان کے نیچے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ان جیسا کوئی بزرگ نہیں"۔

3۔ "صحابہ کرام اور کامل ترین تابعین اور مجتدین کے بعد ان جیسے صرف چند نہایت ہی خاص اصحاب دیکھے جاتے ہیں"۔

4۔ "ہم نے ان تین چار برسوں میں پیری اور مرشدی کے فرائض انجام نہیں دیئے بلکہ یہ تو ایک کھیل تھا جو ہم چند روز کھیلتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور یہ اس کا احسان ہے کہ ہمارا یہ کھیل اور

پیری اور مرشدی کی یہ تجارت ضائع نہیں ہوئی کہ اس کے نتیجے میں ان جیسا کامل مرشد ظاہر ہوا"۔

5۔ "یہ ایک آفتاب ہیں جن کے اندر ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں"۔

6۔ "کامل ترین قدیم اولیاء اللہ میں سے خال خال ہی ان جیسے گذرے ہوں گے"۔ صاحب زبدۃ المقامات کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ ہمیشہ اپنے اصحاب کو فرماتے تھے کہ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کی موجودگی میں ہماری تعظیم نہ کرو' بلکہ ہماری طرف توجہ بھی نہ کرو"۔

(آخری موقع پر) حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے اپنے تمام اصحاب کو حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے حوالے کیا اور پیری اور مرشدی کا سارا معاملہ ان کے سپرد کیا"۔

صاحب حضرات القدس کا اسی سلسلے میں ایک اور بیان ہے۔

"حضرت خواجہ باقی باللہؒ فرماتے تھے کہ یہ پیری اور مرشدی جس کے فرائض ہم نے انجام دیئے ہیں' اس کا اصل مقصد شیخ احمد سرہندیؒ کا ظہور تھا اور اس سلسلے کے بعد اسی بنا پر حضرت خواجہ باقی باللہ نے پیری اور مرشدی کا سلسلہ ختم کر دیا"۔

مذکورہ متعدد بیانات سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کی روحانی بزرگی کا احترام حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی نظر میں کس درجہ بلند تھا اور ان کی روحانی بزرگی کے وہ کس حد تک معترف تھے حضرت شیخ احمد سرہندیؒ حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے اس آخری ملاقات کے بعد ان کی اجازت سے سرہند شریف واپس گئے اور کچھ عرصے کے بعد اپنے مرشد بزرگوار کے حکم سے لاہور تشریف لے گئے وہاں پر انہوں نے طالبان طریقت کے لئے سلسلہ ارشاد و ہدایت کا آغاز کیا اور بہت سے لوگوں نے ان کی صحبت بابرکت سے روحانی فیض پایا۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ ابھی لاہور ہی میں اپنے روحانی فرائض کی انجام دہی میں مشغول تھے کہ نومبر 1603ء میں ان کو اپنے مرشد بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے وصال کی اندوہناک خبر ملی وہ اس حادثہ جانکاہ کی خبر سن کر لاہور سے سیدھے دہلی روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر اپنے مرشد بزرگوار کے مزار کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ چند روز اپنے مرشد بزرگوار کی خانقاہ میں مقیم رہے اور پھر سرہند شریف واپس آ کر طالبان طریقت کی روحانی تربیت میں مشغول ہو گئے ان کی روحانی بزرگی کی شہرت دور دراز علاقوں میں پھیل گئی اور ہزاروں طالبان طریقت سرہند شریف پہنچ کر ان کی صحبت بابرکت سے فیض پانے لگے۔

اس مقالے کا اصل موضوع تو یہاں اختتام کو پہنچا لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بتایا جائے کہ

حضرت شیخ احمد سرہندی "مجدد الف ثانی" کے لقب سے کب ملقب ہوئے۔

حضرت شیخ احمد کے روحانی فیض کا سلسلہ جاری تھا کہ 1613ء میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی جو اپنے زمانے کے نامور عالم تھے سرہند شریف پہنچے اور حضرت شیخ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے وہ پہلے بزرگ تھے جنہوں نے حضرت شیخ کو "مجدد الف ثانی" کے لقب سے ملقب فرمایا اور مسئلہ تجدید الف کے اثبات میں ایک رسالہ "دلائل التجدید" کے نام سے تصنیف کیا۔

اس کے بعد حضرت شیخ احمد سرہندیؒ حضرت مجدد الف ثانی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اب ہم اس مقالے کو صرف اس بیان پر ختم کرتے ہیں کہ۔

حضرت مجدد الف ثانی نومبر 1624ء میں بیمار ہوئے اور جب بیماری نے زور پکڑا تو ایک دن آپ نے فرمایا:۔

"ہندی مصر""آج ملاوا کنت سون سکھی سب جگ دیواں ہار"۔

(آج دوست کا روز وصال ہے۔ اے محرم! میں تمام دنیا کو (اس نعمت کی خوشی پر) قربان کرتا ہوں

۔

حضرت کا وصال 26 نومبر 1624ء کو سرہند شریف میں ہوا اور آپ اسی بابرکت زمین میں دفن ہوئے

آفتاب درخشاں

شہنشاہ اکبر وہی حکمران ہے جس نے اپنے دور میں دانستہ طور پر اسلام کو زک پہنچانے کا کام شروع کیا اور ہندو مسلم بھائی بھائی کے نعرے کی بنیاد رکھی ہندوستان کے ایٹمی دھماکہ کے بعد ہندوؤں کا رویہ ان حضرات کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہو جانا چاہیے تھا جو ہندو مسلم بھائی بھائی کی رٹ میں دبلے ہوئے جا رہے ہیں جنہیں اسلامی مملکت پاکستان کا معرض وجود میں آنا ایک آنکھ نہیں بھاتا جو آج بھی اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھ رہے ہیں جنہیں آج بھی پاکستان کے ایٹمی قوت بننے کی حقیقت میں ننگ انسانیت کے ڈراؤنے خواب نظر آ رہے ہیں۔ جنہیں پاکستان کی مقدس زمین پر بسنے کے باوجود پاکستان کے ایٹمی دھماکہ کے خلاف تو جلوس جلسے اور اخباری بیانات جاری کرنے کی جسارت پر شرمندگی نہیں محسوس ہو رہی لیکن ہندوستان کے ایٹمی دھماکہ کے خلاف ایک حرف بھی نوک زبان پر لانے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی نام نہاد ہیومن رائٹس کے ان متوالوں کے درمیان وہ کونسا ایسا مشترکہ قلبی ذہنی، فکری اور فطری رشتہ ہے جو بھارت کے خلاف گنتی کے چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ بھی ادا کرنے سے مانع ہے لگتا ہے وہ وہی رشتہ ہے جو شہنشاہ اکبر کے دور میں امت مسلمہ کے خلاف ہندوؤں میں موجود تھا

اکبر کے دور حکومت اور آج کے ہندوانہ دور حکومت میں تاریخی واقعات میں کس قدر مماثلت پائی جا رہی ہے اس کا اندازہ آپ بخوبی کر سکتے ہیں۔

دور اکبر میں ہندو، حکومت کی سرپرستی اور ایما پر اتنے دیدہ دلیر ہو چکے تھے کہ مساجد کو کھلے بندوں شہید کر کے مندر تیار کر لئے جاتے اور آج بابری مسجد اسی قسم کی نوحہ گری کرتی ہوئی نظر آتی ہے جس طرح دور اکبری میں تھا مسلمانوں کو اصل دین سے منحرف کرنے اور اسلام جیسے دین حقہ کو ہندوستان سے جلا وطن کرنے کے لئے کیا کیا کوششیں نہیں ہو رہی تھیں ہندوستان میں اس وقت بھی آج کی طرح مسلمان کسمپرسی کے ناگفتہ بہ حالات سے دوچار تھے غیر مسلم اور کفار اسلام اور مسلمانوں کی مذمت میں اسی طرح سرگرم عمل رہے جس طرح آج ہیں مسلمانوں کے عائلی قوانین کی اسی طرح دھجیاں اڑائی جاتی تھیں جس طرح آج اڑانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اکبری حکومت کی بے راہ روی اور ہندو نوازی سے زمین ہندوستان کے مسلمانوں پر اسی طرح تنگ ہو چکی تھی جس طرح آج ہے لیکن مسلمان نہ تو زبان کھول سکتے تھے اور نہ ہی اپنے اسلامی احکام کو اعلانیہ ادا کر سکتے تھے بلکہ اسلام دشمنی یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ

(1) ہندو عورت اگر مسلمان ہو جاتی تو اسے حکما" اس کے ورثاء کے گھر واپس بھیج دیا جاتا تھا۔ اور

آج بھی ہندوستان تو ہندوستان بلکہ پاکستان کے لاء کمیشن اور وزارت داخلہ ہیومن رائٹس کے پروانے لال بجھکڑ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 ڈی کی ذیلی دفعہ میں اسی اکبری دور کے اسی ننگ اسلام قانون کو ان الفاظ کا جامہ پہنا کر قانون سازی کرنے کے درپے ہیں کہ

دفعہ D 298 "(الف) کسی عورت کو دباؤ کے ذریعے اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرے گا (ب) 18 سال سے کم عمر کی لڑکی کا مذہب تبدیل کرائے یا اس کا مذہب تبدیل کرانے کی رسم ر تقریب سرانجام کرائے گا (ج) 18 سال سے کم عمر کی لڑکی کی تبدیلی مذہب کی رسم سرانجام دے گا یا ایسی لڑکی کے لئے تبدیلی مذہب کا سرٹیفکیٹ جاری کرے گا تو وہ جرم کا مرتکب ہو گا جس کے لئے سزائے قید کی مدت تین سال تک ہو گی یا جرمانہ یا قید و جرمانہ دونوں اور یہ تبدیلی اقلیتوں کے قومی کمیشن کے ہندو ارکان کی جانب سے مطلوب ہے جس پر وزارت قانون قانون سازی چاہتی ہے۔

(2) سب سے زیادہ داڑھی کی تذلیل اور مذمت کی جاتی اور دنیا دار علماء ریش تراشی کر کے بادشاہ کو خوش کرنے کے جتن میں مصروف رہتے اور سابقہ دور میں کبھی کبھی کسی کے بیان میں اس کی جھلک نظر آتی تھی ۔

(3) عربی پڑھنا، لکھنا عیب قرار دے دیا گیا فقہ و تفسیر پڑھنے والے مردود و مطعون ٹھہرائے جاتے۔

(4) سور اور کتے کو پاک قرار دیا گیا شاہی محل کے نیچے دونوں جانوروں کو رکھا جاتا اور صبح سویرے ان کو دیکھنا عبادت تصور کیا جاتا۔ اور بدقسمتی سے آج پاکستان کے چند خود مختار کالجوں مثلاً "گورنمنٹ کالج لاہور کے اندر سور اور کتے پر تعریفی مضامین شامل نصاب کئے گئے ہیں شاید ان نصاب کمیٹیوں کے ممبران میں بھی اکبری دور کی سڑی بسی روحوں کی آواگونیت کی بازگشت ہے۔

(5) السلام علیکم کی بجائے اللہ اکبر اور وعلیکم السلام کی جگہ جَلّ جلالہٗ کہا جاتا

(6) غسل جنابت کی فرضیت ختم کر دی گئی۔

(7) رسم ختنہ کو ختم کرنے کی سعی کی گئی۔

(8) زنا حرام نہ تھا بلکہ اس مقصد کے لئے شہر سے باہر شیطان پورہ کے نام سے ایک آبادی قائم کی گئی وہاں بادشاہ کی طرف سے محافظ اور نگہبان مقرر تھے جو اس فعل میں مددگار ثابت ہوتے اور بدقسمتی سے ہم نے بھی ثقافت کے فروغ کے نام پر فنون لطیفہ اور آرٹ کی آڑ میں ایک بہت بڑی مسجد کے دامن میں ایسی بستیاں ابھی تک آباد کر رکھی ہیں اور پولیس ان کی اسی طرح حفاظت کرتی ہے جس طرح اکبری دور میں ہوتی تھی بس فرق اتنا ہے کہ اس وقت سرکاری طور پر ان چیزوں کو فروغ دیا جاتا تھا اور لائسنسوں کے اجراء کا رواج نہ تھا اور اب یہ سب یہاں حاصل ہو سکتا ہے مگر لائسنس کے پردے میں

(9) شراب اور سود حلال قرار دیئے گئے

(10) جواء جائز قرار دیا گیا اور اس مقصد کے لئے شاہی خزانہ سے قرض بھی دیا جاتا تھا اور آج کے دور میں جواء بازی کو لاٹری اور ریفل اور بچت سکیموں کے خوبصورت نام دے دیئے گئے ہیں

(11) نماز و روزہ اور ساری چیزیں جن کا تعلق نبوت سے ہے کو "تقلیدات" یعنی بے عقلی کی باتیں کہا جاتا ہے اور دین اکبری کی بنیاد عقل پر رکھ کر مسلمانوں کو دین سے دور لے جایا گیا تو ان اندوہناک حالات میں رحمت الٰہی جوش میں آئی اور "دین الٰہی" کا رخ صراط مستقیم پر موڑنے کے لئے ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو اپنے عزم بالجزم، راسخ العقیدگی اور استقامت سے نامساعد حالات کا مقابلہ کر کے دین اسلام کو انہی راہوں پر استوار کر دے جن راہوں پر اس نے بھٹکتی ہوئی انسانیت کو رشد و ہدایت عطا فرمائی تھی۔

حضرت شیخ احمد سرہندی امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے فسق و فجور کفر و ضلالت، گمراہی اور بے دینی سے معمور دور شیطانیت کو دور رحمانیت میں بدلنے کی سعی مسلسل کی اور اپنی سعی کاملہ سے امت مسلمہ میں احیاء دین کا جذبہ و حوصلہ پیدا کر دیا۔

اور اس تمام بحث کو ایک شاعر نے کس خوبصورتی سے چند اشعار میں یوں قلم بند کر دیا

جہانے را سرود جاودانی
پیامش کاشف سرِّ نہانی
چہ خوش افزود رسم لا الٰہ را
تعالیٰ اللہ! مجدد الف ثانی

بجھا کے دین الٰہی کی ظلمتوں کا چراغ
فریب کفر پہ خنداں ہیں شیخ سرہندی
سیاہ خانہ اکبر کا سحر توڑ دیا
وہ آفتاب درخشاں ہیں شیخ سرہندی

علامہ اقبال ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

اور آج مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے نقش ثانی کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ شدت سے محسوس کی

جا رہی ہے ہماری بد قسمتی ہے کہ جن کے پاس یہ فکر ہے سوچ ہے تدبر ہے' ان کے پاس اقتدار نہیں اور جن کے پاس اقتدار رہا ہے ان کی سوچ و فکر نہیں تھی اسلامی نظریاتی کونسل نے بفضلہٖ تعالیٰ اس نظام کا متبادل دیا ہوا ہے۔

اقبال کی نظر میں

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

یہ علامہ اقبال کا مشہور شعر ہے۔ ایک روز ماہنامہ "ہمایوں" کے ایڈیٹر میاں بشیر احمد نے اقبال سے اس شعر کا مطلب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس میں شیخ مجدد الف ثانی کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے تین سو سال پیشتر ہندوستان کے مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا تھا۔

حضرت مجدد کے بارے میں اقبال کا یہ تأثر اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ اقبال نہ صرف تصوف کے قائل تھے بلکہ انہیں صوفیائے کرام اور اولیائے امت سے بھی بے حد عقیدت تھی۔ اقبال کے اس رجحان کی تعمیر میں ان کے خاندانی اثرات کو گہرا دخل حاصل ہے۔ اقبال کے والد ماجد ایک صاحب باطن شخص تھے اور وقتاً فوقتاً اپنے ہونہار بیٹے کو اسرار و تصوف کی تعلیم دیتے رہتے تھے پھر اقبال نے اپنے زمانہ تعلیم میں بھی تصوف کا گہرا مطالعہ کیا تھا بعض لوگوں کے بیان کی رو سے وہ اپنے والد سے قادری سلسلے میں بیعت بھی تھے۔ ہمعصر صوفیاء عرفاء سے بھی ان کے مراسم قائم تھے۔ وہ اصطلاحی معنوں میں صوفی یا ولی نہ تھے لیکن ان کے افکار و احساسات میں صوفیانہ رجحانات بڑی حد تک سرایت کر چکے تھے تصوف پر ان کی گہری نظر تھی وہ اس کے اسرار و رموز سے بخوبی واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جب اپنے پہلے سفر یورپ سے واپس آئے اور انہوں نے چند سال بعد 1894ء میں اپنے شہرہ آفاق فلسفہ خودی کی تشریح کے لئے مثنوی "اسرار خودی" شائع کی تو اس میں ایک مسلمان مفکر اور مصلح کی حیثیت سے عجمی تصوف کو ہدف تنقید بنایا۔ خواجہ حافظ شیرازی کی شاعری اور افلاطون کے افکار پر شدید نکتہ چینی کی۔ اس پر ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا صوفیاء کا ایک طبقہ اقبال سے سخت ناراض ہو گیا ان کی مخالفت میں اخباروں اور رسالوں میں نہ صرف خواجہ حافظ کی حمایت میں نظمیں اور مضامین شائع کئے گئے بلکہ اقبال پر طعن و تشنیع کے تیر بھی برسائے گئے اگرچہ اقبال کی مثنوی "اسرار خودی" کے دوسرے ایڈیشن سے حافظ کے سلسلے کے اشعار حذف کر دیئے گئے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اقبال کا انداز فکر درست تھا اور ان کی تنقید بجا تھی۔ اور ان کے بارے میں تصوف دشمنی کے الزام کی تشہیر محض غلط فہمی پر مبنی تھی۔ جس شخص نے اقبال کے کلام کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اقبال نے جابجا مسلمان صوفیاء کے تبلیغی اور اصلاحی کارناموں کی تعریف کی ہے۔ کسے علم نہیں کہ وہ مولانا جلال الدین رومی کو اپنا مرشد معنوی قرار دیتے ہیں۔

وہ حکیم سنائی کے حدیقہ کے نکات کی عظمت کے قائل ہیں انہوں نے حضرت بو علی قلندر شیخ علی ہجویری' جنید بغدادی اور بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے اس سے آگے بڑھ کر انہوں نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ ان کا فلسفہ خودی مسلمان صوفیا اور حکماء کے افکار و مشاہدات سے ماخوذ ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی وہ تصوف کی اس صورت سے برأت کا اعلان کرتے ہیں جس کی تخلیق و تشکیل میں غیر اسلامی افکار اور نظریات کار فرما رہے ہیں۔ اسی بنا پر انہوں نے شیخ محی الدین ابن العربی اور خواجہ حافظ شیرازی کی مخالفت بھی کی ہے۔ ابن العربی نے وحدت الوجود کے نظریئے کو قابل قبول بلکہ ہر دلعزیز بنانے کی کوشش کی۔ ان کا دعویٰ ہے کہ نظریہ وحدت الوجود کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر ہے اور اس کے ثبوت میں انہوں نے قرآن و حدیث سے بھی استدلال کیا ہے اس سے ان کے افکار کو بڑی پذیرائی حاصل ہوئی حضرت مجدد الف ثانیؒ سے پہلے تک اکثر صوفیا ابن العربی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور پھر عربی' فارسی اور اردو کے نامور صوفی شعراء نے بھی ان کے نظریات کی تشہیر میں اہم کردار ادا کیا۔ ان لوگوں کے شاعرانہ تخیل اور اسلوب بیان کی دل آویزی نے وحدت الوجود کے فلسفے کو اور زیادہ پرکشش بنا کر پیش کیا۔ سب سے پہلے عراقی نے لمعات میں اور پھر آخر میں حافظ نے اپنی اثر انگیز اور مسحور کن شاعری میں اس کو زیادہ دلکش صورت بخشی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نظریئے کے خلاف لب کشائی کو تصوف کے حق میں گستاخی اور علمی اعتبار سے جہالت کے مترادف تصور کیا جانے لگا۔ حالانکہ فلسفے میں اسلامی تعلیمات کی بجائے بالواسطہ طور پر یونانی فکر خصوصاً" افلاطون کے اعیان ثابتہ کے اثرات کار فرما تھے۔

ظاہر ہے کہ یہ نظریہ نہ صرف انسان کو ذوق عمل سے محروم کر دیتا ہے بلکہ دین اسلام اور شریعت حقہ کی بنیادوں کو منہدم کرنے کی مذموم کوشش بھی کرتا ہے اس کے علاوہ اس نظریئے نے ظاہر و باطن کے فرق و امتیاز کو ناروا حد تک رواج دیا جس میں شریعت کے سارے نظام کی شکست و ریخت کے خطرات مضمر تھے۔

یہ وہ صورت حال تھی کہ جس کی اصلاح کے لئے اقبال نے کمر ہمت باندھی۔ انہوں نے وحدت الوجود کے خلاف آواز اٹھائی اور ایک ایسے وقت میں جب کہ ملت زوال و ادبار سے دوچار تھی غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی' بے عملی اور کم ہمتی کا شکار تھی اس کو حرکت و عمل کی ضرورت تھی انہوں نے بجا طور پر اس فلسفے کے مضمر اثرات کی نشاندہی کی اور ان شخصیتوں کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا جنہوں نے اس کی ترویج و اشاعت میں حصہ لیا تھا تاہم وہ ان عرفأ اور صلحاء کے حسب معمول قائل اور معترف

رہے۔ جنہوں نے ملت اسلامیہ کو آزادی و حریت، حرکت و عمل اور اجتہاد کا پیغام دیا تھا۔ ان بزرگوں میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کو جو مقام حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اقبال نے انہیں اسلامی تصوف کا مصلح اعظم اور سترہویں صدی کا بہت بڑا مرشد کامل قرار دیا ہے۔

حضرت مجددؒ کا ایک عظیم کارنامہ وحدت الوجود کی تردید ہے اس میں آپ کو اولیت حاصل ہے آپ نے شریعت حقہ کی بالادستی کے لئے ابن العربی کے نظریات پر شدید تنقید کی اور ثابت کیا کہ وحدت الوجود کا فلسفہ اسلامی تعلیمات کے صریحاً خلاف ہے انہوں نے وحدت الوجود کے خلاف وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا جو شریعت کے تقاضوں کے مطابق ہے اس نظریئے کی رو سے وہ کثرت جو نظر آتی ہے وہ اعیان ثابتہ کا عکس نہیں بلکہ خارج میں موجود ہے وہ ممکن کو واجب کا عین نہیں مانتے ان کے نزدیک کائنات خدا کی مخلوق ہے اور انسان اللہ کا بندہ گویا ہمہ اوست کی بجائے ہمہ از اوست کا قائل ہونا ضروری ہے۔

حضرت مجددؒ رحمتہ اللہ علیہ کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اگرچہ دونوں نظریوں کی تطبیق کی کوشش کی لیکن اقبال حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے نظریئے کے حامی ہیں اور ان کے نظریہ خودی کا منبع بھی یہی نقطہ نظر ہے۔ اس میں اصل اہمیت انسان کے مخلوق اور عبد ہونے اور اس کی شخصیت کی اس انداز میں تعمیر و تشکیل کو حاصل ہے کہ جس میں وہ اپنے کمال کو بھی حاصل کرلے اور خدا کی ذات میں فنا ہونے کی بجائے اپنے وجود کی جداگانہ حیثیت کو برقرار بھی رکھے اور اس طرح کائنات میں خدا کے نائب کی حیثیت سے روحانی ترقی اور تسخیر کائنات کے فرائض سرانجام دینے کے قابل ہوسکے۔ یہی وہ لائحہ عمل تھا جس کی نشاندہی ختم المرسلین رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور جس پر صلحائے امت عمل پیرا رہے۔

ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام کا پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف قرآن حکیم اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کی اتباع کرے۔

حضرت مجددؒ نے اپنے مکتوبات میں متعدد مواقع پر اس امر کی تصریح کی ہے ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

"محمد عربی کا کلام درکار ہے نہ کہ شیخ محی الدین ابن عربی (یا ان کے شاگرد) صدر الدین قونوی یا عبدالرزاق کاشی کا (جو کہ وحدت الوجود کے علمبرداروں میں سے تھے) ہم کو نص کلام اللہ و کلام الرسول درکار ہے نہ کہ فص (ابن العربی کی کتاب فصوص الحکم) فتوحات مدینہ (حدیث نبوی) نے ہمیں فتوحات مکیہ (ابن العربی کی تصنیف) سے مستغنی کردیا ہے" ایک اور جگہ رقمطراز ہیں۔

"اکابر نقشبندیہ ----- نصوص کلام اللہ و کلام الرسول کو چھوڑ کر کتاب فصوص الحکم کی طرف

مائل نہیں ہوتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے نگاہ ہٹا کر کتاب فتوحات مکیہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجددؒ کی نظر میں تصوف نام ہے اتباع سنت رسول اور اطاعت احکام الٰہی کا۔ وہ تمام تعبیرات اور تاویلات جو قلب و ذہن کو ان سے دور کرتی ہوں رد کر دینے کے قابل ہیں۔ خواہ وہ شیخ محی الدین ابن العربی کے مکشوفات ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ چیزیں خود شیخ موصوف کے لئے تو مستند ہو سکتی ہیں لیکن دوسرے مسلمانوں کے لئے صرف اللہ اور اس کے رسول کے احکام ہی لائق اتباع ہیں۔ حضرت مجددؒ واضح طور پر کہتے ہیں۔

"ایمان بالغیب ہی حق ہے اور جملہ جزئیات میں اتباع سنت ہی ارتقائے روحانی کی آخری منزل ہے نہ کہ حقائق کشفیہ کو خضر راہ بنانا۔"

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ایک اہم کارنامہ دین کو بدعت سے پاک کرنا ہے یوں تو ایک مدت سے نفس پرست بادشاہوں' جاہل صوفیوں اور علماء سوء نے اسلام کی پاکیزہ تعلیمات میں خلاف اسلام نظریات اور اعمال کی آمیزش کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا لیکن حضرت مجدد کے قریبی زمانے میں اس میں بہت شدت آچکی تھی۔ حضرت مجددؒ نے اس فتنے کے سدباب کے لئے بھرپور جدوجہد فرمائی۔ ان کی تعلیمات کا اکثر و بیشتر زور بدعت کے استیصال اور سنت کے احیاء پر ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ بدعت میں کوئی خوبی اور نورانیت نہیں' ظلمت اور کدورت کے سوا اس میں کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ انہوں نے ہمیشہ بدعت سے بچنے اور سنت کی اتباع کرنے کی تلقین کی اور اس حدیث کی طرف مریدوں کو متوجہ کیا کہ جس کی رو سے کسی متروک سنت کو زندہ کرنے سے سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔ انہوں نے شریعت و طریقت میں فرق کی تردید کرتے ہوئے واضح کیا کہ مستقیم الاحوال صوفیاء احوال و اقوال' اعمال و علوم و معارف میں ہرگز شریعت سے تجاوز نہیں کرتے اگر کسی کا حال سکر کے وقت شریعت کے مخالف ہو تو معذور ہے اور اس کا کشف غیر صحیح ہے اور اس کی تقلید ناجائز اور نادرست ہے ان کے نزدیک استقامت کا طریقہ شریعت اور باطن کی درستی کی علامت ظاہر کو شرعی احکام سے سنوارنا ہے۔ حضرت مجددؒ نے اپنے زمانے کے صوفیأ کے برعکس اس امر کا اعلان کیا کہ حقیقت اور طریقت دونوں شریعت ہی کی خادم ہیں نہ کہ شریعت اور ہے اور طریقت و حقیقت کچھ اور انہیں علیحدہ علیحدہ کرنا الحاد و زندقہ ہے۔

حضرت مجددؒ کی دعوت کی یہی وہ امتیازی خصوصیت ہے جس کی بناء پر علامہ اقبال ان کے معترف تھے لسان العصر اکبر الہ آبادی کے نام خط میں اقبال نے حضرت مجددؒ کو احرار امت کے اس گروہ کا رکن قرار دیا ہے جس نے مروجہ تصوف کی اصلاح کی جدوجہد کی اور اسلام کے سرچشمہ صافی سے روحانی طور

پر سیراب ہونے کو اصل تصوف قرار دیا تصوف کی حقیقت کے بارے میں اقبال کا سرچشمہ اور منبع حضرت مجدد ہی کے ارشادات ہیں ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

"حضرت مجدد الف ثانیؒ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں کئی جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تصوف شعار حقہ اسلامیہ میں خلوص پیدا کرنے کا نام ہے اگر تصوف کی یہ تعریف کی جائے تو کسی مسلمان کو اس پر اعتراض کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ راقم الحروف اس تصوف کو جس کا مقصد ایسی شعائر اسلامی میں مخلصانہ استقامت پیدا کرنا ہو عین اسلام جانتا ہے۔"

خواجہ حسن نظامی کے نام خط میں اقبال لکھتے ہیں:۔

"حضرت امام ربانی نے مکتوبات میں ایک جگہ بحث کی ہے کہ گستن اچھا ہے یا پیوستن؟ میرے نزدیک گستن عین اسلام ہے اور پیوستن رہبانیت یا ایرانی تصوف ہے اور اس کے خلاف میں صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔ گزشتہ علمائے اسلام نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور اس بات کی تاریخی شہادت موجود ہے کہ آپ کو یاد ہو گا کہ جب آپ نے مجھے سر الوصال کا خطاب دیا تھا تو میں نے آپ کو لکھا تھا کہ مجھے سر الفراق کہا جائے۔ اس وقت میرے ذہن میں یہی امتیاز تھا جو مجدد الف ثانیؒ نے کیا ہے۔ آپ کے تصوف کی اصطلاح میں اگر میں اپنے مذہب کو بیان کروں تو یہ ہو گا کہ شان عبدیت انتہائی کمال روح انسانی کا ہے اس سے آگے کوئی اور مرتبہ یا مقام نہیں یا محی الدین ابن عربی کے الفاظ میں عدم محض ہے یا بالفاظ دیگر یوں کہئے کہ حالت سکر منشائے اسلام اور قوانین حیات کے مخالف ہے اور حالت صحو جس کا دوسرا نام اسلام ہے قوانین حیات کے عین مطابق ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ تھا کہ ایسے آدمی پیدا ہوں جن کی مستقل حالت کیفیت صحو ہو۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم کے صحابہ میں صدیق و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بکثرت ملتے ہیں مگر حافظ شیرازی کوئی نظر نہیں آتا" ------ "میں شیخ (ابن العربی) کی عظمت و فضیلت کا قائل ہوں اور ان کو اسلام کے بہت بڑے حکماء میں سے سمجھتا ہوں مجھ کو ان کے اسلام میں کوئی شک نہیں کیونکہ جو عقائد (مسئلہ قدم ارواح و مسئلہ وحدت الوجود) ان کے ہیں ان کو انہوں نے فلسفہ کی بنیاد پر نہیں مانا بلکہ نیک نیتی سے قرآن سے استنباط کیا ہے۔ پس ان کے اعتقاد صحیح ہوں یا غلط ' قرآن کی تاویل پر مبنی ہیں یہ دوسری بات ہے کہ جو تاویل ان کی ہے وہ منطقی یا منقول اعتبار سے صحیح ہے یا غلط ' میرے نزدیک ان کی تعبیر یا تاویل جو کچھ ہے صحیح نہیں ہے اس واسطے گو میں ان کو ایک مخلص مسلمان سمجھتا ہوں مگر ان کے عقائد کا پیرو نہیں ہوں۔"

حضرت مجدد کی پیروی میں اقبال وحدت الوجود کی سختی سے تردید کرتے ہیں اور توحید کو اس کی اصلی اور حقیقی صورت میں ماننے پر زور دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں مسئلہ توحید کو فلسفیانہ توجیہات میں الجھانا

تقاضائے ایمان کے خلاف ہے۔ لہٰذا اس سے احتراز ضروری ہے۔ ہمیں تزکیہ نفس کے اس طریقے کو مشعل راہ بنانا چاہیئے اور توحید کے اس صاف اور سادہ عقیدہ کو تسلیم کرنا چاہیے جس کی تلقین قرآن نے کی ہے اور دور از کار تاویلات و تعبیرات سے بچنا چاہیے۔

اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"اسلام کے اولیں دور کے صوفی زہاد تھے۔ زہد اور تقویٰ ان کا مقصد تھا۔ بعد کے تصوف میں مابعد الطبیعات اور نظریات شامل ہوگئے۔ تصوف اب محض زہد نہیں رہتا اس میں فلسفہ کی آمیزش ہو جاتی ہے۔ "ہمہ اوست" مذہبی مسئلہ نہیں یہ فلسفہ کا مسئلہ ہے "وحدت" اور "کثرت" کی بحث سے اسلام کو کوئی سروکار نہیں۔ اسلام کی روح توحید ہے اور اس کی ضد کثرت نہیں بلکہ شرک ہے۔ وہ فلسفہ اور وہ مذہبی تعلیم جو انسانی شخصیت کے نشوونما کے منافی ہو' بیکار چیز ہے"----- خالص اسلامی تصوف یہ ہے کہ احکام الٰہی انسان کی اپنی ذات کے احکام بن جائیں۔

یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اقبال ایک اور پہلو سے بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت سے عقیدت رکھتے تھے۔ یہ پہلو ان کی تبلیغی مساعی سے عبارت ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے عہد اکبری اور عہد جہانگیری کی بدعات اور گمراہیوں کے خلاف آواز بلند کی اور اسلامی شریعت کی ترویج اور نفاذ کے لئے جو کوششیں کیں تجدید و اصلاح کی تاریخ میں ان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ آپ نے اپنے مریدوں کی ایک بڑی تعداد دعوت و تبلیغ کے لئے تیار کی اور انہیں مختلف اطراف میں اس کام کے لئے مقرر کیا۔ بااثر حکام اور نامور شخصیتوں سے خط و کتابت کی اور ان پر دینی اقدار کی حفاظت اور شرعی اصولوں کی ترویج کی اہمیت واضح کی۔ بادشاہ کے مقربین اور امراء کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کیا۔ تاکہ وہ بادشاہ کو خلاف اسلام کارروائیوں سے روکنے کی مؤثر کوشش کر سکیں۔ حضرت مجددؒ کی دعوت کا دائرہ صرف شہری حکام تک محدود نہ تھا بلکہ شاہی افواج کے حکام تک بھی وسعت اختیار کر چکا تھا آپ کی تبلیغ کا سلسلہ جس قدر بڑھتا چلا گیا اسی قدر آپ کے مخالفین کی سازشوں میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ ان لوگوں نے بادشاہ کو آپ کے خلاف بھڑکایا۔ آخر اس نے آپ کو بلا بھیجا جب حضرت مجدد جہانگیر سے ملاقات کے لئے گئے تو آپ نے اس کو نہایت معقول جواب دیئے جس پر جہانگیر لاجواب ہو گیا۔ اس دوران بادشاہ سے کسی امیر نے کہا کہ شیخ کا تکبر تو ملاحظہ کیجئے کہ آپ کو سجدہ نہیں کیا۔ حالانکہ آپ ظل اللہ اور خلیفہ الٰہی ہیں اس پر جہانگیر غضب ناک ہوا اور اس نے آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کرا دیا۔

بہجۃ المرجان میں لکھا ہے کہ شاہجہان آپ کا بڑا عقیدت مند تھا۔ آپ کے دربار میں آنے سے پہلے اس نے بعض فقہی کتابیں بھجوائیں۔ جن میں بادشاہ کے لئے سجدہ تحیت جائز قرار دیا گیا تھا اور یہ پیغام بھجوایا کہ اگر آپ بادشاہ کو سجدہ کرلیں تو ذمہ لیتا ہوں کہ آپ کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے گا آپ نے فرمایا علماء کا فتویٰ تو معذوروں اور کمزوروں کے لئے ایک اجازت ہے لیکن عزیمت کا تقاضا ہے کہ خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہ کیا جائے اور اسی عزیمت کا عملی مظاہرہ آپ نے جہانگیر سے ملاقات کے موقع پر کیا آپ نے قید و بند کی اذیتیں اور صعوبتیں برداشت کرنے پر آمادگی ظاہر کردی۔ لیکن بادشاہ کے سامنے سر جھکانے سے انکار کردیا یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ یہ وقت کے زبردست حکمران سے ٹکر لینے کے مترادف تھا۔ لیکن آپ نے علم شریعت کو بلند رکھا اور اپنا سرنیاز غیراللہ کے سامنے جھکانے سے انکار کردیا۔ اقبال اپنی نظم "پنجاب کے پیرزادوں سے" میں کہتے ہیں۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمئی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں مری بینا ہیں و لیکن نہیں بیدار
آئی یہ صدا سلسلۂ فقر ہوا بند
ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بیزار
عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں
پیدا کلہ فقر سے ہو طرۂ دستار
باقی کلہ فقر سے تھا ولولۂ حق!
طروں نے چڑھایا نشۂ خدمت سرکار

اقبال کے ان اشعار سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ اپنے دور کے صوفیوں سے کیوں بیزار تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ بزرگان دین کی جس صف میں شامل تھے انہوں نے تزکیہ نفوس اور تطہیر قلوب کے ساتھ قانون شریعت کو سربلند رکھنے کی ہمیشہ کوشش کی اور اس کے لئے کسی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی گریز نہیں کیا۔ حق گوئی اور بیباکی ان کا شعار تھا۔ ان لوگوں نے نہ صرف اپنی خانقاہوں میں بلکہ اپنے زمانے کے جابر اور قاہر بادشاہوں کے درباروں میں کلمہ حق و صداقت کہنے سے گریز نہیں کیا جب کہ اقبال کے نزدیک ان کے زمانے کے صوفیائے خام ان شاندار روایات کو ترک کر چکے ہیں۔ ایک خط میں حضرت اکبر الہ آبادی کو لکھتے ہیں۔

"صوفیاء کی دکانیں ہیں مگر وہاں سیرت اسلامی کی متاع نہیں بکتی"

علامہ اقبال کو حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ سے جو عقیدت تھی اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جب ان کے صاحبزادے جاوید اقبال پیدا ہوئے تو علامہ نے نذر مانی تھی کہ جاوید جب بڑے ہو جائیں گے تو ان کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر لے جائیں گے۔ جون 1934ء کی ایک صبح نماز پڑھ کر سوئے تو خواب میں کسی نے سرہند کے بارے میں اشارہ کیا اس پر اقبال نے عزم سفر کیا۔

چنانچہ 29 جون 1934ء کو وہ اپنے صاحبزادے جاوید اقبال کو سرہند لے گئے اور وہاں حاضری دے کر 30 جون 1934ء کو لاہور واپس ہوئے۔ مزار مبارک کی زیارت سے علامہ کے قلب پر جو اثر ہوا' اس کے بارے میں سید نذیر نیازی کے نام خط میں خود لکھتے ہیں۔

"مزار نے میرے دل پر بہت اثر کیا' بڑا پاکیزہ مقام ہے پانی اس کا سرد و شیریں ہے۔ سرہند کے کھنڈر دیکھ کر مجھے مصر کا قدیم شہر فسطاط یاد آگیا جس کی بنا حضرت عمرو بن العاص نے رکھی تھی۔ اگر کھدائی ہو تو معلوم نہیں اس زمانے کی تہذیب و تمدن کے متعلق کیا کیا انکشافات ہوں۔ یہ شہر فرخ سیر کے زمانے تک بحال تھا اور موجودہ لاہور سے وسعت اور آبادی میں دگنا"۔

اس سفر کے بارے میں جاوید اقبال لکھتے ہیں۔

"میں نے سن رکھا ہے کہ میری پیدائش سے چند سال قبل ابا جان (اقبال) شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایک بیٹا عطا کرے آپ نے حضرت مجدد سے یہ بھی عہد کیا کہ اگر خدا تعالیٰ نے انہیں بیٹا دیا تو اسے لے کر مزار پر حاضر ہوں گے۔ آپ کی دعا پوری ہوئی اور کچھ عرصہ بعد جب میں نے ہوش سنبھالا تو مجھے اپنے ہمراہ لے کر دوبارہ سرہند شریف پہنچے۔ اس سفر کے دھندے سے تصورات میری نگاہوں کے سامنے ابھرتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ ان کی انگلی پکڑے مزار میں داخل ہو رہا ہوں۔ گنبد کے تیرہ و تار مگر پر وقار ماحول نے مجھ پر ایک ہیبت سی طاری کر رکھی ہے پھٹی پھٹی آنکھوں سے میں اپنے چاروں طرف گھور رہا ہوں جیسے میں اس مقام کی خاموش

ویرانی سے کچھ کچھ شناسا ہوں۔ ابا جان نے مجھے اپنے قریب بٹھالیا پھر انہوں نے قرآن مجید کا ایک پارہ منگوایا اور دیر تک پڑھتے رہے اس وقت ہم دو ہی تربت کے قریب بیٹھے تھے گنبد کی خاموش اور تاریک فضا میں ان کی آواز میں گونج ایک ہولناک ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو اُمڈ کر رخساروں پر ڈھلک آئے ہیں۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کو حضرت مجددؒ کی ذات بابرکات سے صرف نظریاتی ہی نہیں روحانی اور قلبی تعلق بھی تھا۔ عصر حاضر میں حضرت مجددؒ کے مسلک کو عام کرنے میں اقبال نے جو کردار ادا کیا ہے تاریخ تصوف میں اس کو اہم مقام حاصل ہے۔

خواجہ محمد سعیدؒ

وہ بڑے بھائی خواجہ محمد صادق کی طرح صلاح و فلاح کا پیکر تھے

خواجہ محمد سعید ماہ شعبان 1005ھ میں پیدا ہوئے آپ بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح بچپن ہی سے صلاح و تقویٰ کا پیکر تھے خود حضرت فرمایا کرتے تھے کہ محمد سعید چار پانچ سال کے تھے کہ بیمار ہوئے غلبہ ضعف کے عالم میں ان سے دریافت کیا کہ بیٹا! کیا چاہتے ہو: بے اختیار جواب دیا حضرت خواجہ (محمد باقی باللہ) کو چاہتا ہوں۔ میں نے ان کے یہ کلمات حضرت خواجہ کو لکھ بھیجے حضرت قدس سرہ نے جواب دیا کہ تمہارے محمد سعید نے ہماری نسبت غائبانہ طور پر اچک لی حضرت خواجہ نے حضرت کے صاحبزادوں کے متعلق اپنے ایک مرید کو یہ کلمات تحریر فرمائے ہیں۔

ترجمہ:- ان کے (حضرت مجدد الف ثانی) کے تمام فرزند اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں اور عجب استعداد رکھتے ہیں مختصر یہ کہ شجرہ طیبہ ہیں اللہ تعالیٰ پروان چڑھائے۔

آپ جب سن تمیز کو پہنچے علوم ظاہریہ کی تحصیل میں مشغول ہوگئے کچھ تعلیم اپنے والد بزرگوار سے کچھ اپنے بڑے بھائی سے اور کچھ شیخ طاہر لاہوری سے حاصل کی حتیٰ کہ تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت تامہ حاصل کرلی۔ اور تحصیل علم کے زمانے میں ہی حضرت کی توجہ سے طائفہ علیہ نقشبندیہ کی نسبت سے مشرف ہوئے۔ 17'18 سال کی عمر سے درس دینا شروع کیا اور معقول و منقول کی مشکل مشکل کتابیں پوری قابلیت سے پڑھائیں اور بعض کتابوں پر حواشی بھی لکھے انہیں میں سے تعلیقات مشکوۃ المصابیح بھی ہے 'فقہ میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور مشکل سے مشکل مسائل کو معمولی توجہ سے حل فرماتے تھے۔ ایک موقعہ پر سجدہ تحیتہ کے جواز و عدم جواز پر مناظرہ ہوا اس مناظرہ میں ایک طرف اس زمانہ کے بہت سے مولوی صاحبان تھے۔ اور دوسری طرف آپ اور آپ کے چھوٹے بھائی خواجہ محمد معصوم دونوں بھائیوں نے اپنی قوت علمیہ کے وہ جوہر دکھائے کہ اہل علم متحیر اور حاضرین مجلس ششدر رہ گئے 'صاحب زبدۃ المقامات فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب محمد صادق علیہ الرحمتہ کا انتقال ہوگیا تو مجھے رنج تھا کہ ایسا جامع ظاہر و باطن فرزند جدا ہوگیا:

الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے یہ دونوں بھائی اپنے بڑے بھائی کے قائم مقام کردیئے 'ان دونوں بھائیوں پر حضرت کی خاص نظر عنایت تھی اور حق تعالیٰ نے ان کو نسبتہائے بلند اور احوال ارجمند سے نوازا تھا اور یہ دونوں حضرت کے علوم و معارف کے حامل اور اسرار و رموز کے وارث تھے۔ صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں کہ ایک سفر میں یہ دونوں مخدوم زادے حضرت کے ساتھ تھے 'میں دیکھتا تھا کہ جب کوئی "معرفت" حضرت کے قلب پر وارد ہوتی تھی اس وقت حضرت دونوں فرزندوں کو بشوق تمام یاد فرماتے تھے۔

آپ کی وفات 27 جمادی الاخریٰ 1070ھ میں ہوئی مزار مبارک سرہند میں ہے۔

بہترین جہاد

حضور نبی اکرم، شفیع معظم، مطاع مکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ واصحابہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ المرء مع من احب انسان قیامت کے روز اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک صحابی حضرت ثوبان ایک روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رنگ اڑا ہوا چہرہ اترا ہوا۔ آپ نے سبب پوچھا تو دردمند عاشق نے عرض کی یا رسول اللہ نہ کوئی جسمانی تکلیف ہے اور نہ کہیں درد، ایک فکر نے پریشان کردیا ہے اور وہ یہ کہ جب تک آپ کو دیکھ نہ لوں چین نہیں آتا۔ رہ رہ کر یہ خیال ستا رہا ہے کہ جنت میں آپ تو مقام محمود پر ہوں گے۔ اور میں نہ معلوم کس درجے میں ہوں گا۔ اگر وہاں روئے تاباں کی زیارت نہ ہوئی تو میرے لئے جنت کی ساری لذتیں بے معنی ہوں گی۔ فراق وہجر کا جاں کاہ صدمہ تو برداشت نہ ہو سکے گا۔ جبرئیل امین اس وقت یہ مژدہ جانفزا لے کر آگئے کہ اطاعت گزار عشاق کو وہاں جدائی کا صدمہ نہیں پہنچے گا۔ محبوب کی معیت ووصال میسر ہوگا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ پاک لوگوں کا ذکر درحقیقت ان کی محفل میں حاضر ہونے کے مترادف ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو اولیائے کاملین کا ذکر سننے اور سنانے کا اہتمام کر پاتے ہیں۔ مولانا رومی نے فرمایا تھا۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا۔

اولیاء اللہ کی صحبت کا تھوڑا سا وقت بہت ساری عبادت پر بعض اوقات فضیلت کا درجہ رکھتا ہے۔

سید الرسل دانائے سبل اور مولائے کل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جلّ شانہٗ نے ختم الرسل کے اعزاز سے نوازا۔ بندوں کی راہنمائی بشارت و نذارت کا جو سلسلہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ آپ پر آکر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کردیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انا خاتم النبین لا نبی بعدی۔ میں نبیوں پر مہر لگانے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حقہ کی تبلیغ یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ یہ ذاکر امت کے علماء وصلحاء کے سپرد فرما دیا کہ العلماء ورثۃ الانبیاء علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ علماء حقانیین جو کتاب، حکمت اور تزکیہ کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں وہی حقیقتاً "رحمۃ للعالمین کے وارث ہیں اور قیامت تک دین اسلام کی سربلندی اور غلبے کیلئے کام کرتے رہیں گے۔

برصغیر پاک وہند میں اسلام کی شمع روشن کرنے اور اس کی لو کو تازگی اور دوام عطا کرنے میں ان علمائے کاملین وصلحائے عارفین کی خدمات کا بہت بڑا دخل ہے۔ حضرت علی ہجویری ہوں یا معین الدین

اجمیری لاکھوں گم گشتگان راہ ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اسلام کے جھنڈے کو تھام کر شرک وبت پرستی' بدعت واوہام پرستی کے بھنور سے اپنے آپ کو نکالا۔

ان رہبران طریقت اور پیروان شریعت نے اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر آندھی کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہر مشکل وقت میں نہ صرف عوام کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ بلکہ حکمرانوں سے ٹکر لینے سے بھی گریز نہ کیا خواہ اس کے لئے مصائب و آلام کے سمندر عبور کرنے پڑے یا قید و بند کی صعوبتوں سے واسطہ پڑا۔

انہیں مردان حق میں ایک پیارا نام ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کا۔ آپ کا نام احمد والد ماجد کا نام عبدالاحد اور اٹھائیس واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب اعدل الاصحاب مزین منبر و محراب سیدنا فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم کے ایمان قبول کرنے سے مشرکین لرز اٹھے۔ اہل ایمان نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور علانیہ مسجد حرام میں عبادت الٰہی بجا لائے۔ علانیہ ہجرت کی اور کفار و مشرکین کی کسی دھونس و اذیت کی پرواہ نہ کی۔ آپ کا یہ بیٹا بھی اکبر کے خود ساختہ دین الٰہی کے خلاف برسرپیکار ہوا اور شہنشاہیت کا رعب و طمطراق آپ کو خوفزدہ نہ کرسکا۔ اور رگ فاروقی کئی بار بے اختیار پھڑکی اور خوب پھڑکی۔

آپ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے آپ کے والد گرامی نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا کہ پوری کائنات پر ظلمت و تاریکی کا غلبہ ہے۔ سور' بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ یکایک میرے سینے سے نور نکلا۔ اس میں ایک تخت ظاہر ہوا۔ اسی تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے تمام ظالموں' زندیقوں اور ملحدوں کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کیا جارہا ہے۔ اور کوئی شخص باآواز بلند کہہ رہا ہے۔ جاء الحق و زھق الباطل 'ان الباطل کان زھوقا" حق آگیا۔ باطل بھاگ گیا اور یقیناً" باطل کو بھاگنا ہی تھا۔

باطل ہمیشہ بھاگا ہے بشرطیکہ حق اپنی اصل شکل و صورت میں رونما ہو۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب چھڑی ہاتھ میں لے کر اللہ جلّ شانہٗ کے مقدس و معظم گھر کو بتوں سے پاک فرما رہے تھے تو آپ کی زبان حق ترجمان پر یہی کلمات تھے۔ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

جب صبح ہوئی تو امام ربانی کے والد ماجد نے اپنے اس خواب کی تعبیر سلسلہ قادریہ کے پیرزادہ اور باکمال بزرگ حضرت شاہ کمال کیتھلی سے دریافت کی۔ انہوں نے اپنے باطنی کمال کی بدولت مخدوم عبدالاحد کو باکمال فرزند ارجمند کی بشارت دی اور فرمایا کہ وہ الحاد و بدعت کی قوتوں کے لئے ایک تازیانہ بن کر تشریف لائیں گے۔

آپ کی تشریف آوری کی پیشین گوئی تو چھٹی صدی ہجری میں محبوب سبحانی ' پیران پیر سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بھی کر چکے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ مراقبہ کے بعد فرمایا کہ میں نے عالم واقعہ میں ایک نور مشاہدہ کیا ہے جس کا ظہور پانچ سو سال بعد ہوگا۔ ان کا نام شیخ احمد ہوگا اور آپ نے ایک خرقہ مبارک بھی خدام کو عطا فرمایا۔ کہ جب امام ربانی دنیا میں تشریف لائیں تو یہ ان کے حوالے کیا جائے حضرت شاہ کمال کیتھلی کے پوتے شاہ سکندر کیتھلی رحمتہ اللہ علیہ نے وہ خرقہ آپ کے حوالے کیا۔

امام ربانی کی ولادت باسعادت 14 شوال المکرم 971ھ جمعہ کی نصف شب کو سرہند شریف میں ہوئی۔ آپ کے آباء واجداد مدینہ طیبہ سے کابل آئے اور پھر وہاں سے آپ کے خاندان کے ایک بزرگ سرہند شریف میں آکر آباد ہوئے۔ جو اس وقت ایک بہت بڑا شہر تھا مگر آج کل ریاست پٹیالہ کے ایک قصبہ کی شکل میں موجود ہے آپ نے اپنے مکتوبات میں متعدد مقامات پر اس شہر کی عظمت و برکت کا ذکر کیا ہے۔

آپ اپنے مکتوب نمبر22 حصہ ششم دفتر دوم میں فرماتے ہیں کہ "شہر سرہند کو میرے رہنے کی جگہ سمجھنا چاہئے جیسے ایک گہرے اور تاریک کنوئیں کو پاٹ کر ایک ایسا چبوترا بنایا گیا ہے جسے اکثر شہروں اور زمین کے ٹکڑوں پر بلندی عطا کی گئی ہے اور اس میں ایک ایسا نور ودیعت فرمایا گیا ہے۔ جو سرزمین بیت اللہ شریف میں ظاہر ہونے والے نور سے مشابہت رکھتا ہے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے سب سے پہلے قرآن کریم حفظ کیا اور چھوٹی عمر میں ہی تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔ زیادہ تر درسی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں سرہند میں موجود دیگر علماء سے بھی خوب استفادہ کیا۔ آپ کے والدؒ نے جو ایک باکمال صوفی تھے تصوف کی کچھ کتب جیسے تعرف ' عوارف المعارف اور فصوص الحکم خود ہی حضرت مجدد کو پڑھا دیں۔

حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو شخص کبھی سیر نہیں ہوتے ایک علم کا طلب گار اور دوسرا مال کا خواہشمند چنانچہ اسی علمی پیاس کے بجھانے کیلئے امام ربانی سرہند سے چل کر سیالکوٹ تشریف لائے اور کتب حدیث کی سند یہاں کے بڑے پائے کے باعمل عالم یعقوب کشمیری سے حاصل کی۔ مولانا کمال کشمیری سے بھی فیض یاب ہوئے اور معقولات کی کتب ان سے پڑھیں۔

نابغہ روزگار عالم بے بدل حضرت قاضی بہلول بدخشانی سے آپ نے امام واحدی کی تفسیر وسیط ' تفسیر بسیط ' اسباب النزول ' تفسیر بیضاوی ' منہاج الوصول ' الغایۃ القصویٰ ' صحیح بخاری ' ثلاثیات ' ادب المفرد ' افعال العباد اور دیگر معرکتہ الآراء کتب کی تدریس اور سند حاصل کی۔

2- حصول علم کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس کے لئے باطنی تربیت پر بھی خصوصی توجہ دی۔ سلسلہ چشتیہ کی

بیعت اپنے والد سے کی پھر طریقہ قادریہ کی بیعت شاہ کمال کیتھلی اور ان کے پوتے حضرت شاہ سکندر کیتھلی قادری سے۔ اس طرح سترہ برس کی عمر میں علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کرنے کے بعد اپنے والد کی موجودگی میں ہی مسند درس پر جلوہ افروز ہو گئے۔

متعدد روحانی سلسلوں سے وابستگی کے باوجود سلسلہ نقشبندیہ کی طلب آپ کے قلب اطہر میں موجزن رہی۔ اور بڑھتے بڑھتے عشق کی منزلوں کو چھونے لگی۔ 1007ھ میں اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد حج بیت اللہ کے ارادے سے جب روانہ ہوئے اور دلی پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات ملا حسن کشمیری سے ہوئی انہوں نے سرزمین ہند میں سلسلہ نقشبندیہ کے بانی حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا ذکر کیا۔ جسے سن کر آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔

حضرت امام ربانیؒ خواجہ باقی باللہ کی ملاقات کیلئے ان کے در اقدس پر حاضر ہوئے پہلی ملاقات میں ہی ولی را ولی می شناسد کے بقول ایک دوسرے کے کمالات سے آشنا ہو گئے۔ دو روز بعد ہی حضرت مجدد الف ثانی نے مرید بننے کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ نے بلا تامل و استخارہ انہیں اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرما لیا۔ آپ نے اڑھائی ماہ ان کی صحبت میں بسر فرمائے۔

اس کے بعد دو مرتبہ آپ حضرت خواجہ کی زیارت کے لئے سرہند سے دہلی آئے' دوسری صحبت میں آپ کو خلعت خلافت عطا کی گئی اور رشد و ہدایت کے طلب گاروں کو طریقت کی تعلیم دینے کی اجازت عطا فرمائی اور جب تیسری مرتبہ حاضر خدمت ہوئے تو عظیم بشارتیں آپ کو عطا فرمائیں۔ اور اپنے مخصوص ترین لوگوں کی تربیت آپ کے سپرد کی اور مریدوں کو حکم دیا کہ امام ربانی کی موجودگی میں کسی کو میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ جب تیسری مرتبہ حضرت خواجہ سے رخصت ہونے لگے تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جب میں نے برصغیر میں آنے کا ارادہ کیا تو استخارہ کیا۔ استخارہ کے بعد معلوم ہوا کہ ایک خوبصورت طوطی جو بہت میٹھی باتیں کرتا ہے۔ میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اور میں اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال رہا ہوں اور وہ اپنی چونچ سے شکر میرے منہ میں دے رہا ہے۔

1۔ میں نے اپنا استخارہ اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ امکنگی رحمتہ اللہ علیہ سے بیان کیا۔ تو انہوں نے فرمایا طوطی سرزمین ہند کا جانور ہے۔ وہاں تمہاری تربیت سے کوئی ایسا شخص ظاہر ہو گا جس سے ایک عالم منور ہو گا۔ اور تمہیں بھی اس سے حصہ ملے گا۔ یقیناً" اس کی تعبیر آپ ہیں۔ نیز میں نے یہ بھی دیکھا کہ ایک آفتاب کی مانند مشعل میں نے سرہند میں روشن کی ہے اور محسوس ہوا کہ اس کی روشنی لحظہ بہ لحظہ ترقی کر رہی ہے اور لوگ اس سے چراغ روشن کر رہے ہیں۔

ایسا تو بہت ہوا ہے کہ مرید اپنے پیر کی تعریف کرتے ہیں مگر ایسا بہت کم ہوا ہے کہ پیر اپنے مرید کی تعریف کرے اور تعریف بھی حضرت خواجہ باقی باللہؒ جیسے مرد کامل کی زبان سے یقیناً" یہ بات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے خصائص میں سے ہے۔

حضرت امام ربانی کو اللہ جلّ شانہٗ نے ظاہری و باطنی صوری و معنوی ہر قسم کے کمالات کا مجموعہ بنایا تھا تبارک اللہ احسن الخالقین ' رب العالمین نے آپ کی ظاہری شکل و صورت بھی ایسی محبوب بنائی تھی جو بھی آپ کو دیکھ لیتا بے اختیار اس کی زبان سے نکلتا تبارک اللہ احسن الخالقین ' قد متوسط ' چہرہ مبارکہ کا رنگ گندم گوں ' سفیدی مائل ' پیشانی کشادہ ' داڑھی گھنی اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ صورت اقدس پر انوار ولایت نمایاں تھے۔

شریعت مطہرہ کی پابندی کا بہت زیادہ اہتمام سنت کی پیروی کی بے پناہ حرص ' بدعات سے نفرت آپ کی خصائص حمیدہ میں سے تھا۔ زندگی کے ہر شعبے میں شریعت کی پابندی کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ آپ کا بڑے سے بڑا ناقد بھی کہیں کسی کام یا بات پر انگلی نہیں اٹھا سکا۔

ایک مرتبہ کسی خادم سے فرمایا کہ فلاں مقام پر لونگیں رکھی ہیں۔ ان میں سے کچھ دانے لے آؤ۔ وہ چھ دانے اٹھالایا۔ اتنی معمولی بات میں بھی ترک سنت آپ کو ناگوار گزرا۔ اور افسردہ لہجے میں فرمایا کہ ہمارے صوفی کو اب تک یہ بھی معلوم نہیں کہ عدد طاق کی رعایت سنت ہے۔ اللہُ وِتْرٌ وَ يُحِبُّ الْوِتْرَ اللہ وتر یعنی ایک ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔ فرمایا میں تو وضو میں منہ دھوتے وقت بھی یہ خیال رکھتا ہوں کہ پہلے داہنے رخسار پر پانی پڑے کیونکہ دائیں طرف سے کام شروع کرنا سنت ہے۔

آپ بہت زیادہ عبادت میں مصروف رہتے۔ نماز پنجگانہ کے علاوہ تہجد ' چاشت ' اوابین تمام نمازوں کی پابندی فرماتے۔ ابتدا میں ان نفل نمازوں میں سورہ یاسین تلاوت فرماتے جس کی تعداد روزانہ اسی تک پہنچتی تھی۔ مگر بعد میں ختم قرآن معمول ہو گیا تھا۔ عصر اور عشاء سے قبل کی سنتیں اہتمام سے ادا فرماتے۔

نماز کے علاوہ بھی قرآن حکیم کی تلاوت آپ کا معمول تھا اور حلقہ کے وقت کسی حافظ سے بھی سنتے اور جب کوئی قاری خوش الحانی سے پڑھنے والا آجاتا تو اس سے بھی پڑھواتے۔

نماز چاشت کے بعد جو فقراء خانقاہ میں حاضر ہوتے ان میں کھانا تقسیم ہوتا اور خود بھی اس وقت قلیل مقدار میں کچھ کھا کر قیلولہ فرماتے۔ ہر روز تقریباً" ایک سو علماء صلحاء اور حفاظ کو آپ کے باورچی خانہ سے کھانا ملتا تھا

حقوق العباد کی ادائیگی میں ذرہ بھر کوتاہی نہ فرماتے بیماروں کی عیادت کیلئے تشریف لے جاتے۔

جنازوں میں شریک ہوتے اہل و عیال کی خبر گیری' صاحبزادوں اور مریدوں کی تعلیم و تربیت' علوم شرعیہ کا زبانی اور کتابی درس پھر اپنی ذات کے حقوق سب کا کماحقہ خیال رکھتے۔

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں کبھی کسی مصلحت کو خاطر میں نہ لاتے۔ کسی ملامت کا ڈر کسی ایذا کا خوف' کوئی بڑے سے بڑا خطرہ آپ کو اس فریضے کی ادائیگی سے نہیں روکتا تھا۔ اور آپ نے اپنے عہد کے حاکم کے سامنے کلمہ حق بلند فرما کر ہی مجدد الف ثانی کے طور پر شہرت دوام حاصل کی۔

مجدد کی اصطلاح حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد عالیہ سے ماخوذ ہے۔ جو امت میں متواتر درست مانا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے آغاز پر ایسا بندہ پیدا فرمائے گا۔ جو اس کے دین کو نیا اور تازہ کرتا رہے گا۔ ہر صدی کے مجدد کی طرح ہر ہزار سال کا ایک مجدد تسلیم کیا گیا ہے۔ اور دوسرے ہزار کے مجدد 971ھ میں پیدا ہونے والے امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی ہیں۔

اکبر بادشاہ جو ابتداء میں نیکی کی طرف مائل تھا۔ مگر بعد میں اپنے گرد ہوا و ہوس کے دلدادہ لوگوں اور علماء سوء کی جماعت نے اس کے ذہن میں ایسا فتور پیدا کیا کہ دین الٰہی کا موجد بن بیٹھا ان کی تمام توجہ عیش و عشرت کی طرف مبذول ہوئی اور جاہ و زر کے طلب گاروں نے دین اسلام کا حلیہ بگاڑ دیا۔ مسجدوں کی جگہ مندر تعمیر ہوئے اور ہندو رسوم و رواج اس قدر عام ہوئے کہ مسلم اور ہندو کا امتیاز تقریباً ختم ہو کر رہ گیا۔

حالت یہ تھی کہ ایک طرف مسلمانوں میں شرک و بت پرستی کی رسوم عام ہوئیں۔ بدعتوں کے بادل سروں پر منڈلانے لگے اور دیندار لوگ یہ کہنا شروع ہو گئے کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز' چاروں طرف ابلیس کی فوجوں کا غلبہ صاف دکھائی دینے لگا۔

امام ربانی اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ ایک عزیز نے شیطان لعین کو دیکھا کہ فارغ بیٹھا ہے۔ اور لوگوں کو بہکانے اور بے راہ بنانے سے مطمئن ہے۔ اس نے شیطان سے پوچھا کہ اس میں کیا راز ہے؟ شیطان نے جواب دیا کہ اس زمانے کے علماء سوء نے میری بڑی مدد کی ہے۔ مجھے اس مہم سے سبکدوش کر دیا ہے۔

اکبر کے بعد اس کے جانشین جہانگیر نے بھی وہی رسوم و رواج جاری رکھے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ سے یہ سب کچھ برداشت نہ ہوا۔ اور میدان عمل میں کود پڑے۔ آپ کا اصلاحی مشن انتہائی حکیمانہ اور مدبرانہ تھا۔ آپ نے عوام میں تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ بادشاہ کے معتمدین کو مکتوبات کے ذریعے دنیا کی زندگی کی حقیقتوں اور ان کے فرائض سے آگاہ کیا۔

آپ اپنے مکتوب نمبر47 میں بادشاہ کے مقرب خاص شیخ فرید کو لکھتے ہیں کہ "بادشاہ کی اصلاح میں عالم کی اصلاح اور اس کے فساد سے عالم کا فساد ہے۔ آپ کو علم ہے کہ اکبر کے عہد میں اسلام پر کیا کچھ نہیں گزرا۔ اسی طرح کے مکتوب آپ نے سلطنت کے رکن خان اعظم اور دیگر سپہ سالاروں کو بھی لکھے ہیں۔

آپ کے مکتوبات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بادشاہ کے فساد سے اتنا خطرہ نہ تھا جتنا کہ کم ظرف، کم علم اور جاہ و زر کے دلدادہ علماء اور نام نہاد صوفیاء سے تھا آپ نے دین اسلام کے ساتھ روا رکھے جانے والے یہ تمام عوامل بغور دیکھے اور ان کی بیخ کنی کے لئے کمربستہ ہوئے۔

آپ کی انہیں مساعی جمیلہ کو دیکھ کر جاہل صوفی اور دنیادار علماء نے آپ کے خلاف ایک محاذ بنالیا اور ایسا مکروہ پروپیگنڈہ کیا کہ بادشاہ جہانگیر اور اس کے حواری اپنے اقتدار کے لئے انہیں خطرہ سمجھنے لگے۔ آپ کے مکتوبات کے سیاق و سباق سے ہٹ کر مطلب کی باتیں کانٹ چھانٹ کر بادشاہ کو بھڑکایا گیا۔ جہانگیر کو بتایا کہ شیخ احمد سرہندی، معاذ اللہ اپنے آپ کو سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل سمجھتے ہیں۔

اس نکتے کو لے کر جہانگیر نے آپ کو دربار میں طلب کیا۔ آپ تشریف لے گئے۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اپنے آپ کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاذ اللہ بہتر سمجھتے ہیں تو آپ نے ایسا مسکت جواب دیا کہ جہانگیر مطمئن ہوگیا اور آپ سے کوئی تعرض نہ کیا۔

مفسدوں نے اپنی سازش ناکام ہوتی دیکھ کر شہنشاہ جہانگیر کے کان بھرے کہ حضور یہ شخص آپ کی سلطنت کے خلاف سازشیں کررہا ہے سجدہ تعظیمی کو جائز نہیں سمجھتا اپنے ہمنواؤں کی فوج تیار کر کے سلطنت پر قبضے کی تیاری میں لگا ہوا ہے، ہماری بات کا یقین نہ آئے تو اسے بلا کر پوچھ لیجئے۔

بادشاہ کو تعظیمی سجدہ نہ کرنے والی بات جہانگیر کے دل میں اتر گئی۔ بادشاہ نے آپ کو طلب کیا۔ آپ نے پھر بھی مروج طریقوں کے برعکس مسنون طریقہ اپناتے ہوئے صرف السلام علیکم کہنے پر اکتفا کیا۔ بادشاہ نے آپ سے شاہانہ آداب اور سجدہ تعظیمی کا مطالبہ کیا۔

اس پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کی عملی تصویر دنیا کو دکھائی۔ فاروقی خون نے جوش مارا۔ گرجدار آواز میں فرمایا۔ کہ اللہ کے سوا کسی اور کے آگے سجدے کے لئے سر جھکانا گمراہی ہے۔ میرا سر بارگاہ صمدیت کے سوا کسی اور کے آگے کبھی نہیں جھک سکتا۔

جہانگیر نے اسے اپنی بے عزتی تصور کیا اور اپنی بات پوری کروانے کے لئے ایک ایسے کمرے میں

بیٹھا جس میں داخلہ کھڑکی کے ذریعے ہو سکتا تھا۔ وہاں آپ کو محض اس انا کی تسکین کیلئے طلب کیا کہ آپ کھڑکی سے جھک کر داخل ہوں گے۔ میں سامنے بیٹھا ہوں گا لوگ سمجھ لیں گے کہ انہوں نے جھک کر مجھے سجدہ تعظیمی کیا ہے۔

جہانگیر کے ملازم حضرت امام ربانی کو پکڑ کر لے گئے اور مقررہ کھڑکی سے داخل ہونے کو کہا۔ آپ معاملے کی حقیقت جان گئے اور داخل ہونے کے لئے جھکنے کی بجائے پہلے اپنا ایک پاؤں پھر دوسرا پاؤں داخل کر کے کمرے میں داخل ہو گئے اور سر کو کسی طاقتور اور دین سے بے خبر بادشاہ کے سامنے جھکانے سے بچا لیا۔

آپ کی اسی استقامت کو علامہ اقبال نے یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے　　جس کے نفس گرم سے ہے گرمئ احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان　　اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

یہ بات جہانگیر کو انتہائی ناگوار گزری اور آپ کے قتل کا حکم دیا مگر پھر کچھ سوچ کر قتل کی بجائے غیر معینہ مدت کے لئے قید کا حکم سنایا گیا اور ریاست گوالیار کا قید خانہ آپ کے قدوم میمنت لزوم سے رشک جنت بنا یہ قلعہ حکومت کے باغیوں کی قید و سزا کے لئے مشہور تھا۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح جیل میں ہزارہا گمراہوں کے لئے رشد و ہدایت کا مینار ثابت ہوئے اور آپ کے فیوض و برکات سے ہزاروں فاسق و فاجر متبع سنت ہو گئے اور ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر لیا۔

انہیں قید کے ایام میں جہانگیر کی بیٹی کو خواب میں سید عالمیاں فخر دو جہاں، حضور پر نور، شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا ہم تمہارے باپ سے ناراض ہیں اس نے ہمارے ایک مقرب، نور نظر امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کو قید کر رکھا ہے۔

بیٹی نے جب یہ خواب اپنے باپ جہانگیر کو سنایا تو وہ لرز گیا۔ اس نے حضرت مجدد سے اپنی کوتاہیوں اور زیادتیوں کی معافی چاہی، اور آپ کی رہائی کے احکام صادر کئے۔ اور یہ احکام کلیتہ "غیر مشروط تھے۔

مگر آپ نے اپنی رہائی مشروط کر لی۔ فرمایا میں تب جیل سے باہر آؤں گا۔ جب میری یہ شرائط تسلیم کر لی جائیں 1۔ تمام مسمار شدہ مساجد کی از سر نو تعمیر کی جائے۔ 2۔ کفار سے اسلامی قواعد کے مطابق جزیہ لیا جائے۔ 3۔ مسلمانوں کو گائے کے ذبح کرنے کی اجازت دی جائے۔ 4۔ شاہی دربار میں سجدہ تعظیمی کلیتہ" بند کر دیا جائے۔ جہانگیر نے آپ کی تمام شرائط تسلیم کیں اور آپ جیل سے باہر تشریف لائے۔

قید سے رہائی کے بعد بادشاہ نے کچھ روز آپ کی صحبت کی درخواست کی- آپ نے قبول فرمایا- اس صحبت نے اپنا رنگ دکھایا اور بادشاہ کی کیفیت بدل کر رکھ دی- صدق دل سے توبہ کی اور شباب کی تمام خرابیوں کو یکسر ترک کردیا-

وہی شہنشاہ جس کے غرور و بدمستی کی کیفیت یہ تھی کہ اپنے آپ کو سجدہ کرواتا تھا- 'عمر کے آخری حصے میں کہتا ہے کہ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے نجات کی امید ہو- البتہ ایک دستاویز میرے پاس ہے جو اللہ جلّ شانہ' کے حضور پیش کروں گا- اور وہ یہ کہ ایک روز شیخ احمد سرہندی نے ہم سے فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں جنت میں داخل کیا تو اے جہانگیر ہم تیرے بغیر داخل نہ ہوں گے-

یہ امام ربانی ہی کے فیض کی برکت تھی کہ جہانگیر کی پشت سے شاہ جہاں جیسا دیندار بادشاہ دنیا میں آیا اور پھر اس کی اولاد سے ظاہری و باطنی کمالات سے سرشار اورنگ زیب جیسا حکمران اللہ تعالیٰ نے برصغیر کے اس خطے کو نصیب فرمایا-

ایک روز جہانگیر امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مہمان بنا- اور آپ کے باورچی خانہ سے کھانا کھانے کا شرف حاصل کیا- کھانا اگرچہ بالکل سادہ تھا- مگر بادشاہ نے کہا کہ میں نے ایسا لذیذ کھانا کبھی نہیں کھایا-

اللہ جلّ شانہ' نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کو ایسی صفات سے متصف فرمایا کہ آپ کی مجددیت کو پورے عالم اسلام نے نہ صرف جانا بلکہ تسلیم کیا- مجدد کی سب سے بڑی پہچان اس کے کارنامے ہیں- دین کے احیاء' سنت کی اقامت اور بدعات کے خاتمے کیلئے آپ نے جو عظیم جدوجہد کی اس کا اندازہ آپ کے مکتوبات کے مطالعہ سے بخوبی ہوتا ہے- آپ کی کاوشوں کی بدولت برصغیر کا یہ خطہ ایک عرصے تک اسلامی اقدار کا مرکز بنا رہا-

دور حاضر کے ایک مفکر لکھتے ہیں کہ جہانگیر کے دور حکومت میں شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی آگے آئے آپ کی مسلسل کوششوں سے تحریک احیائے دین کا آغاز ہوا چنانچہ اس انقلاب و تبدیلی کے نتیجے میں سیاسی سطح پر جو کوششیں کی گئیں وہ اکبر' جہانگیر' شاہ جہاں اور اورنگ زیب عالمگیر کے درباروں کی بدلتی ہوئی فضاؤں میں مطالعہ کی جاسکتی ہیں-

جب آپ اپنا مشن پورا فرما چکے تو وفات حسرت آیات سے قبل فرمایا کرتے کہ مجھے اپنی عمر تریسٹھ برس کی معلوم ہوتی ہے عمر کے آخری شعبان میں حسب معمول پندرہویں شب کو عبادت کے لئے خلوت خانہ میں تشریف لے گئے- صبح کو جب اہل و عیال میں رونق افروز ہوئے- تو بی بی صاحبہ نے فرمایا- نامعلوم آج کس کس کا نام دفتر ہستی سے کاٹ دیا گیا-

یہ سن کر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا۔ تم تو شک کے انداز میں کہہ رہی ہو۔ اس شخص کا کیا حال ہو گا جس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو کہ اس کا نام دفتر ہستی سے محو کیا گیا ہے۔

آپ نے اپنی تمام تر ذمہ داریاں اپنے صاحبزادوں کو سونپ دیں۔ صرف نماز باجماعت کی ادائیگی کے لئے خلوت سے باہر آتے اور بقیہ تمام وقت قرآن مجید کی تلاوت اور طریقت کے اذکار و اشغال میں صرف فرماتے انہیں ایام میں نفل روزوں اور صدقات و خیرات کی بھی بہت کثرت فرمائی۔

ذوالحجہ کے وسط میں آپ کو ضیق النفس کی بیماری لاحق ہوئی اور تپ محرقہ شروع ہوئی جو روز بروز بڑھتی چلی گئی انہیں ایام میں ایک روز فرمایا کہ میں نے حضرت پیران پیر کی زیارت کی آپ نے مجھ پر بہت مہربانی فرمائی۔

بارہ محرم الحرام کو فرمایا کہ اب چالیس پچاس روز کے اندر اندر ہی مجھے اس عالم فانی سے سفر کرنا ہے۔ چنانچہ 28 صفر 1034ھ کو تریسٹھ برس کی عمر میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون زندگی کے آخری سانسوں میں آپ پر ذکر اسم ذات کا بہت غلبہ تھا۔ ذکر کرتے کرتے روح مبارک رفیق اعلیٰ سے جاملی۔

آپ کی نماز جنازہ آپ کے فرزند ثانی حضرت خواجہ محمد سعید نے پڑھائی اور اپنے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد صادق کی قبر مبارک کے پہلو میں سرہند شریف میں دفن کئے گئے۔ اور یہی وہ جگہ ہے جس کے متعلق آپ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا تھا کہ میرے قلب کے انوار وہاں چمکتے ہیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور باقیات صالحات کا ایک ایسا سلسلہ چھوڑ گئے جو انشاء اللہ قیامت تک قائم رہے گا۔ اور جس قدر فیوض و برکات اس سلسلے سے امت مرحومہ کو پہنچے اور پہنچ رہے ہیں سب کا ثواب آپ ہی کے اعمال نامہ میں درج ہو رہا ہے۔ اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔ حق کے غلبے اور مشرکانہ رسوم اور بدعات کے خلاف آپ نے جس جہاد کا آغاز کیا اسے آپ کے خلفاء نے آج تک زندہ رکھا ہوا ہے۔

آپ نے اپنے خلفاء کو حق کے غلبے کیلئے کام کرنے اور اس راہ میں پیش آمدہ مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کی تلقین فرمائی۔ اپنے ایک مکتوب میں جو آپ کے صاحبزادگان عالی مرتبت کو لکھا گیا فرماتے ہیں۔ "تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔ راحت میں بھی اور مصیبت میں یعنی، فراخی، تنگی، آرام، تکلیف، رحمت، زحمت، سختی نرمی، عافیت اور آزمائش ہر حال میں رزق عطا کرتا ہے۔ اور صلوٰۃ و سلام ہے اس ذات اقدس پر جن کی ایذا اور آزمائش بے مثل ہے۔ اور اسی آزمائش میں کامیابی پر آپ کو رحمتہ للعالمین کے لقب سے نوازا گیا۔ فرزندان گرامی ابتلا و آزمائش اگرچہ تلخ و بے مزہ

ہے۔ لیکن اللہ کی طرف سے اگر اس کا موقع ملے تو بہت غنیمت ہے۔"

آپ کے جن خلفاء نے آپ کے فیوض و برکات اور تعلیمات کو آئندہ کی نسلوں تک پہنچایا۔ ان میں سر فہرست آپ کے صاحبزادگان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار فرزند عطا فرمائے اور یہ چاروں ولی کامل تھے۔ ان میں سے ایک حضرت خواجہ محمد صادق کی وفات آپ کی زندگی میں ہی 1025ھ میں ہو گئی تھی۔

آپ کے دوسرے فرزند کا نام حضرت خواجہ محمد سعید ہے ان کا لقب خازن الرحمتہ تھا۔ تیسرے فرزند حضرت خواجہ محمد معصوم تھے۔ جو عروۃ الوثقیٰ کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اور آپ کے چوتھے صاحبزادے کا نام حضرت خواجہ شاہ محمد یحییٰ ہے جو امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی وفات کے وقت نو برس کے تھے۔ ان صاحبزادگان کی نسل سے آپ کی اولاد برصغیر ہندو پاک اور حرمین شریفین میں آج تک موجود ہے۔

آپ کے فرزندوں کے علاوہ جن خلفاء کی دینی و روحانی خدمات قابل رشک ہیں۔ ان میں حضرت مولانا شیخ عبداللہ المعروف غلام علی، خالد کردی، میر محمد نعمان، مولانا محمد ہاشم کشمی، خواجہ سید آدم بنوری حسینی، شیخ طاہر بندگی، شیخ بدیع الدین، شیخ نور محمد پٹنی، شیخ حمید بنگالی، شیخ مزمل، شیخ طاہر بدخشی، مولانا یوسف سمرقندی، مولانا احمد برکی، مولانا محمد صالح کولابی، اور دیگر بیسیوں اسماء مبارکہ ہیں اللہ کریم ان بزرگوں کے طفیل ہماری ظاہری باطنی اصلاح فرما کر دین کے غلبہ کے لئے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ وہ بزرگ ہیں جو مجسمہ روحانیت و پیکر ہدایت اور رگ فاروقیت رکھنے والے ہیں۔ آپ نے ہندوستان، افغانستان، بلخ اور بخارا کے لاکھوں نفوس کو اپنی بے پناہ جدوجہد سے کلمہ حق اور ذکر الٰہی کا درس دیا اور اسلام کا شیدائی بنا دیا۔

آپ کا نام آپ کے عظیم کارناموں کی بدولت ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ آپ کے مکتوبات دفتر اول جنہیں درالمعرفت کہا جاتا ہے۔ دفتر دوم موسوم بہ نور الخلائق اور دفتر سوم جو معرفت الحقائق کہلاتے ہیں قیامت تک گم گشتہ راہوں کی راہنمائی کرتے ہوئے اللہ کی مخلوق کو آپ کی محبت عطا کرتے رہیں گے۔ اللہ کریم آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے صدقے میں ہمیں دین و دنیا کی بھلائیوں کو سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی کے فرزند ثالث

آپ حضرت کے فرزند ثالث ہیں آپ کی ولادت باسعادت 11 شوال 1007ھ میں ہوئی اسی سال حضرت کو حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ کی خدمت میں پہنچنے کا شرف حاصل ہوا' چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ "محمد معصوم کی ولادت ہمارے لئے بہت مبارک ثابت ہوئی کہ اس کی ولادت کے چند مہینے بعد حضرت خواجہ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا اور وہاں جو کچھ دیکھا وہ دیکھا"

حضرت نے ایک مقام پر آپ کو محمدی المشرب" تحریر فرمایا ہے اور ایک مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں:

استعداد کی بلندی بچپن ہی سے آشکارا ہو چلی تھی۔

خود حضرت نے بچپن میں ان کی اس استعداد کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا کہ "اس راستے میں فیضان الٰہی کے لحاظ سے بوڑھے' جوان' عورتیں اور بچے مساوی ہیں۔

اسی استعداد کی وجہ سے حضرت کی نظر عنایت خاص طور پر ان کی شامل حال رہتی تھی' اور آپ ظہور کمالات کے منتظر تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ چونکہ علم مبدأ حال ہے اس لئے اس کے حاصل کئے بغیر چارہ نہیں اسی وجہ سے علم معقول و منقول کو حاصل کرنے کی تاکید اور کتب دقیقہ علمیہ کا صفحہ صفحہ اور ورق ورق پڑھنے کا حکم فرما کر ارشاد فرمایا کرتے تھے:

ترجمہ: بیٹا ان علوم کی تحصیل سے جلد فارغ ہو جاؤ ہم کو تم سے بڑے بڑے کام لینے ہیں۔

چنانچہ توجہ مبارک کے اثر سے آپ بھی اپنے بڑے بھائیوں کی طرح 16 سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہو گئے اگرچہ تعلیم کے زمانے میں بھی باطن کی طرف توجہ رکھتے تھے لیکن فراغت تعلیم کے بعد ہمہ تن ادھر ہی متوجہ ہو گئے۔ ایک دفعہ حضرت نے آپ کو ایک خواب کی تعبیر کے سلسلہ میں یہ بشارت دی:-

ترجمہ:- تم اپنے وقت کے قطب ہو گے اور یہ میری بات یاد رکھو

صاحب زبدۃ المقامات فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرت کو زبان مبارک سے یہ فرماتے سنا ہے۔

ترجمہ:- محمد معصوم کا ہماری نسبتوں کو التباس کرنا ایسا ہے جیسا کہ صاحب شرح وقایہ کا اپنے دادا سے تعلیم وقایہ کا حفظ کرنا۔

آپ کو اپنے پدر بزرگوار کے اسرار و معارف سے بہت زیادہ آگاہی حاصل تھی آپ کے ان مکاتیب کے مطالعہ سے جو آپ نے وقتاً" فوقتاً" حضرت کی خدمت میں ارسال کئے ہیں۔ آپ کے کمالات کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

9 ربیع الاول 1079ھ کو آپ نے وصال فرمایا' مزار مبارک سرہند میں ہے حضرت مرزا مظہر جان جاناں کا سلسلہ دو واسطوں سے آپ تک پہنچتا ہے ان واسطے سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ سے فیض باطن حاصل کر رہے ہیں۔ دیگر خلفاء کے مستفیضین کا تو شمار ہی کون کر سکتا ہے

صراط مستقیم

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی مثال آسمان علم پر روشن آفتاب کی ہے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی زمانہ پر گہری چھاپ رہی ہے اس سلسلہ عالیہ کے قافلہ کے سالار حضرت شیخ احمد سرہندی امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ہیں۔ وہ ملت اسلامیہ کے عظیم محسن محافظ نگہبان تھے۔ وہ اللہ کی عظیم نعمت تھے۔ ان کی بارگاہ میں شاعر اسلام ڈاکٹر محمد اقبال یوں اپنی عقیدت کا اظہار فرماتے ہیں۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمئی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا نعرہ تھا چلو چلو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جب آنکھ کھولی اکبر کا دور تھا۔ یہ وہی بادشاہ تھا جس نے مسلمانان ہند اور ہندو کے درمیان دینی اور ایمانی تفاوت مٹانے کیلئے اپنی توانائیاں صرف کیں ان کے درمیان مفاہمت کرانے کیلئے جہاں مسلمان علماء کو قریب کیا تو ساتھ ہی ہندو پنڈت برہمن کو جگہ دی اس کا یہ عمل کسی ایسی ہستی کو دعوت دے رہا تھا کہ جو حق کا پیغام عام کرے کہ اسلام کفر سے کبھی مفاہمت نہیں کر سکتا نیز اس بات کا بھی اعلان کرے کہ حق کا اپنا راستہ ہے اور باطل کا اپنا راستہ۔ اس کائنات رنگ و بو میں ہمیشہ اللہ کی یہ سنت جاری رہی کہ جب بھی باطل نے ظلم واستبداد اور جبر کی بھٹی گرم کی تو رحمت حق کے قطروں نے نہ صرف اس کو بجھایا بلکہ نور حق کی ایسی شمع روشن کی جن سے اردگرد کو روشن کر دیا۔ تاریخ انسانی پر نظر رکھیں تو اس بات کی تائید ان واقعات سے اور مضبوط ہو جاتی ہے نمرود نے ظلم کی آگ جلائی تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پیغام حق لیکر تشریف لائے فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ لگایا تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پیغام حق لیکر تشریف لائے ابوجہل و ابولہب نے سرزمین عرب پر جب ظلم کی بھٹی جلائی تو اللہ کے حبیب حضور نبی کریم رؤف الرحیم رحمتہ للعالمین تشریف لائے۔ اب چونکہ باب نبوت ہمیشہ کیلئے بند ہے۔ اب سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں صلحا و اولیاء باطل کا سر جھکانے کیلئے تشریف لائیں گے۔ خلیفہ مامون معتصم باللہ اور واثق خلق قرآن کے سلسلہ میں جب حق سے بھٹکے تو امام احمد بن حنبل حق کا علم تھامے تشریف لائے جب اکبر نے حق و باطل کی آمیزش کرنا چاہی تو خالق کائنات نے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات کو پیدا فرمایا۔ جنہوں نے نہ صرف باطل کا

دیا بجھایا بلکہ شمع حق کی روشنی سے برصغیر کو منور کیا۔

اکبر کا مطمع نظریہ تین باتیں تھیں 1 قومی حکومت کا قیام 2 ہندوؤں سے مفاہمت 3 متحدہ ہندوستان

لیکن اس کے برعکس حضرت مجدد الف ثانی کے مقاصد جلیلہ یہ تھے۔

1) اسلامی حکومت کا قیام 2 ہندوؤں سے عدم مفاہمت 3 اسلامی ہند کی تعمیر

آپ نے دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھی جس کی دعوت پر برصغیر کا مسلمان متحرک اور برسرپیکار ہوا۔ لہٰذا مملکت خداداد پاکستان اولیائے کرام کے فیضان کی صورت میں دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوئی آج اس مملکت خداداد کو کمزور کرنے کیلئے مذہبی تفرقہ بازی اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی خلیج وسیع کرنے کیلئے غیر مسلم طاقتیں اپنے باطل کا جال پھیلا رہی ہیں۔ لہٰذا آج پھر ضرورت اس بات کی محسوس کی جا رہی ہے کہ مسلمانان پاکستان کو باہم متحد رکھا جائے۔ لہٰذا یہ اتحاد انہی بنیادوں پر ہی ممکن ہے جن نظریات و افکار پر حصول پاکستان کیلئے تحریک منظم ہوئی یہ نظریات و افکار تھے عارف کامل امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے جنہوں نے حصول پاکستان کی منزل آسان کی۔

امام ربانی کی ذات تمام مکتبۂ فکر کے ہاں محترم اور مربی مانی جاتی ہے۔

چند شخصیات کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جو اپنے اپنے مسلک کے عوام میں نہایت محترم ہیں انہوں نے امام ربانی کی بارگاہ میں اپنی اپنی عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔ مسلک دیوبند کے مولانا رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں "جن کی کوشش کا یہ نتیجہ ہے کہ میں اور آپ آج مسلمان تو کہلاتے ہیں"۔ مسلک اہل حدیث کے نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں " اولیاء اللہ میں آپ کا ایسا مرتبہ ہے جیسے انبیاء میں اولوالعزم پیغمبروں کا آپ کا طریقہ کتاب و سنت کی اتباع پر مبنی ہے امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے فرمایا امام ربانی واجب الاطاعت ہیں برصغیر کی عظیم ہستی جن کو ہر مکتب فکر کے ہاں نہایت عزت و احترام حاصل ہے حضرت شاہ ولی اللہ امام ربانی کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں " آپ کی جلالت شان یہاں تک پہنچی کہ ان کے متعلق بے کھٹکے کہا جا سکتا ہے کہ ان سے محبت رکھنے والا مومن متقی اور عداوت رکھنے والا فاجر و شقی ہے۔"

○ مدینہ منورہ شریف کے عارف کامل فاضل جلیل حضرت مفتی ضیاء الدین قادری مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے جد اعلیٰ حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو سب سے پہلے مجدد الف ثانی لکھا تھا اور خود قبلہ ضیاء الدین مدنی رحمتہ اللہ علیہ سر پر دونوں ہاتھ رکھ کر فرمایا کرتے تھے "حضرت مجدد تو ہمارے سر کے تاج ہیں۔"

اب میں حضرت امام ربانیؒ کے ان نظریات افکار و عقائد کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی آج نشر و

اشاعت کی انتہائی ضرورت ہے اور ہر مسلمان کو اپنانے کی ضرورت ہے

توحید

تمام اعمال کی بنیاد عقائد ہیں عقائد ایک چھپا ہوا راز ہیں جبکہ اعمال اس کا اظہار ہیں لہٰذا عقائد کی درستگی اعمال کو صحیح سمت عطا کرتی ہے عقائد میں سرفہرست توحید باری تعالیٰ ہے خود امام ربانی توحید کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

"اللہ تعالیٰ اپنی ذات مقدس کے ساتھ خود موجود ہے اور تمام اشیاء اس باری تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہیں۔"

ایک اور مکتوب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں "توحید سے مراد یہ ہے کہ قلب کو ماسوائے حق کی توجہ سے خلاصی ہو جائے جب تک دل ماسوائے حق کی گرفتاری میں پھنسا ہوا ہے اگرچہ بہت ہی تھوڑا ہو توحید والوں سے نہیں" ہاں ایک کہنا اور ایک جاننا ایمان کی تصدیق کیلئے ضروری ہے اور اس سے چارہ نہیں۔"

رسالت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب بھی ہیں اور مطلوب بھی اس لئے آپ کی محبت کا مطالبہ کیا گیا ہے حضور علیہ السلام کے طفیل رب کی پہچان ہوئی لہٰذا اس احسان کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے محسن کا احسان مانا جائے اور اس کی عظمت کو تسلیم کیا جائے محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں ایک روز آپ تلاوت کلام مقدس فرما رہے تھے سورۃ توبہ کی آیت نمبر 24 سامنے تھی اس آیت کریمہ میں مسلمانوں سے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایسی محبت کا مطالبہ کیا گیا ہے جس کے سامنے والدین بھائیوں بیویوں رشتہ داروں مال دولت شاندار دل پسند مکانوں کی محبت ہیچ نظر آئے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس آیت کریمہ کو پڑھتے ہی بہت گریہ طاری ہوا اور خوف غالب آگیا اسی اثناء میں دل کا جائزہ لیا تو میں نے اندازہ لگایا کہ ان چیزوں میں سے کسی چیز میں گرفتار نہیں ہوں محبت صادق دیوانگی جنون چاہتی ہے حضرت امام ربانی نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہ ہوگا جب تک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے حضور علیہ السلام کی محبت کا کمال یہ ہے کہ وہ اللہ کا محبوب بنادیتی ہے۔"

حضور علیہ السلام کی شفاعت

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نہ صرف حضور علیہ السلام کی شفاعت کے قائل ہیں بلکہ خود آپ یعنی امام ربانی کو حضور علیہ السلام نے اپنے کرم سے شفاعت میں حصہ عطا فرمایا آپ ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں "اور قیامت کے روز بندوں کے حق میں نیک لوگوں کا اللہ پاک کے حکم واجازت

سے شفاعت کرنا حق ہے" حضور علیہ السلام کا فرمان اقدس ہے میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لئے ہے

مسئلہ تقلید

آج مقلد سنی مسلمان کو تقلید سے روکا جاتا ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ قرآن اور سنت کے ہوتے ہوئے کسی فقیہ اور امام کی کیا ضرورت ہے اس بات پر عام اور کم فہم مسلمان جلدی متاثر ہو جاتا ہے اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ شاید امام اور فقیہ قرآن و حدیث سے کوئی متضاد طاقت ہے جو ہمیں قرآن و سنت سے دور کرنے کا سبب ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امام قرآن و سنت کے قریب کرنے کا ذریعہ ہے دوری کا سبب نہیں حکمت و دانائی کا تقاضا ہے جب منزل تک پہنچانے والی راہ کا علم نہ ہو تو رہبر و رہنما بنالیا کرتے ہیں رہنما ایک ہی ہوتا ہے بیک وقت دو رہنما نہیں ہوتے اس لئے مسلمانوں نے فقہا کو قرآن حدیث کی راہ جاننے کیلئے امام بنایا قیامت کے دن بھی ہم اماموں کے نام سے پکارے جائیں گے یوم ندعوا کل اناس بامامھم

محبت۔ صحبت اولیاء

آج محبت اولیاء کو بھی تنقید کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور عام فہم مسلمان کو اس برکت والی راہ سے ہٹا کر بے ثمر اور بے فیض راہ پر لگانے کیلئے کئی حیلے بنائے جاتے ہیں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ خود ایک عارف کامل تھے اور محبت اولیاء کے فیض کا ادراک بھی رکھتے تھے اولیائے کاملین کی صحبت کو اللہ کی عظیم نعمت تصور کرتے تھے آپ فرماتے ہیں اولیاء کرام وہ ممتاز لوگ ہیں جن کا ہم نشین کبھی بد نصیب نہیں ہوتا ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور آداب صحبت کو مدنظر رکھیں تاکہ تاثیر پیدا ہو

انسان صحبت ہی سے بنتا ہے اور بگڑتا بھی ہے اچھی اور بری صحبت میں تمیز ہی انسان کو انسان بناتی ہے اور اگر یہ تمیز نہیں تو انسان انسان ہی نہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو مجدد الف ثانی کے افکار و نظریات پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے آپ کے افکار و نظریات صراط مستقیم ہیں اور مسلمانوں کے دلوں میں باہمی محبت اتفاق اور اتحاد کا ذریعہ ہیں آخر میں کچھ تعلیمات عرض کر دوں

بیٹے حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کو وصیت فرمائی

تین چیزوں کو نہ چھوڑنا ○ تلاوت کلام مقدس ○ لمبی قرأت کی نماز ○ لا الہ الا اللہ کا ورد

○ سنت مبارکہ سے محبت دوپہر کا قیلولہ قیلولہ سنت نبوی سمجھ کر کرو تو ان کروڑوں شب بیداریوں سے افضل ہے جو متابعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہیں

○ تمام سعادتوں کا سرمایہ اتباع سنت ہے جبکہ خرابیوں کا مرکز مخالفت سنت ہے۔

مرید سے مراد تک

○ ○

برصغیر پاک و ہند میں ایک وقت اسلام پر ایسا بھی آیا جب تمام طاغوتی طاقتیں اسلام کے خلاف اکٹھی صف آراء ہوئیں اور نام نہاد مسلمان بادشاہ اکبر اعظم خدا بن بیٹھا۔ اس کے ہندو مشیروں اور ناعاقبت اندیش بدباطن بعض مسلمانوں نے اسے جادہ حق سے بھٹکا دیا۔ اسلام اور ہندوازم کو خلط ملط کر کے اس نے ایک نیا دین تیار کیا جس کا نام "دین الٰہی" رکھا۔ اس مذہب میں رام اور رحیم کے ایک ہونے کا عقیدہ گھڑا گیا۔ مسجد و مندر کو بھی ایک ٹھہرایا گیا۔ اکبر خود ہر صبح سورج کو سجدہ کرتا اور رعایا پر فرض تھا کہ وہ بادشاہ کو جو کہ خدا کا اوتار سمجھا جاتا تھا' اسے سجدہ کرے۔

الغرض اسلامیان ہند کے نظام اجتماعی کی چولیں ہل گئیں اور بادشاہ وقت کی بے راہروی اپنے عروج کو جا پہنچی۔ علماء سوء کی جدت طرازیوں نے سخت ناگوار صورت اختیار کرلی۔ اس موقع پر اگر رحمت الٰہی آڑے نہ آتی تو اسلام کے خدوخال پہچاننے مشکل ہو جاتے۔ قدرت نے اپنے ازلی و ابدی قانون کو حرکت میں لا کر ایک ایسی ہستی کو بھیجا جس نے تجدید دین کا فریضہ سرانجام دیا یہ ہستی ابوالبرکات بدرالدین احمد المشہور بہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ہے۔

روحانی فیوض کے حصول کے سلسلہ میں سب سے پہلے آپ اپنے والدماجد سے بیعت ہوئے جو سلسلہ عالیہ چشتیہ کے نامور بزرگ تھے۔ سلوک و طریقت کے حوالے سے آپ نے اپنے استاد شیخ یعقوب کشمیری سے بھی استفادہ کیا لیکن آپ کو پورا اطمینان حاصل نہ ہوا اور نظر کسی استاد کامل کی متلاشی رہی ظاہری علوم کی تکمیل نے آپ کی طبیعت میں ایک طرح کا اضطراب پیدا کر دیا اور آپ کے جواہر کسی ایسے سلسلے میں کھل سکتے تھے جس میں شرع متین کی مکمل پابندی حاصل ہو۔ یہ موقع بھی حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی عنایت خاص سے آپ کو میسر آ گیا۔ آپ نے ان دنوں دہلی میں اقامت اختیار کر رکھی تھی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا فیض آپ نے جاری فرمایا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے دور کے بلند

پایہ علماء میں سے ایک تھے اور آپ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی جلالت اور علمی فضیلت کا اعتراف تھا۔ حضرت امام ربانی کو اپنے شیخ کی ذات گرامی میں ایسی کشش نظر آئی کہ پھر ان ہی کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت خواجہ کو آپ کی ذات سے غایت درجہ انس تھا اور اس پر ناز کرتے تھے۔ آپ اپنے شیخ کے مرید بھی تھے اور ان کی مراد بھی تھے۔ چنانچہ ایک دوست کو خط لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"شیخ احمد سرہند کے رہنے والے ہیں۔ وہ کثیر العلم اور قوی العمل ہیں۔ فقیر نے چند روز ان سے مجلس کی ہے اس دوران ان سے بہت سے عجائبات دیکھنے میں آئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آفتاب کی طرح روشن ہوں گے اور جہاں ان سے روشن ہو گا۔ الحمد للہ ان کے احوال کاملہ نے مجھے یقین دلا دیا ہے۔"

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا ایک اور قول مولانا وکیل احمد صاحب نے ہدیہ مجددیہ میں نقل کیا ہے۔

"الحمد للہ اس کے احوال کا مجھے یقین ہو گیا ہے شیخ کے برادر و اقرباء تمام ہی مرد صالح ہیں۔ چند حضرات سے شرف نیاز حاصل ہوا ہے۔ طبیعتیں بلند اور عجب استعداد رکھتے ہیں۔ ان کے فرزند جو ابھی بچے ہیں اسرار الٰہی کے پیکر ہیں۔ مختصر یہ کہ شجر طیبہ ہے جس کو اللہ نے اگایا اور جمایا ہے۔"

حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے سلسلہ ارشاد و تلقین اپنی زندگی میں ہی حضرت مجدد پاک کے سپرد کر دیا چنانچہ فرماتے ہیں۔

دور حاضر میں اس جماعت عالیہ کی نظیر آسمان کے نیچے نہیں ہے۔ یہ مکمل مراد اور محبوب ہیں۔ صحابہ تابعین اور آئمہ مجتہدین کے بعد ان جیسے اخص الخواص معدودے چند نظر آتے ہیں۔" (مقامات امام ربانی)

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے والد بزرگوار کے سامنے ہی مسند ارشاد پر جلوہ فگن ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ اکبر آباد آ گئے۔ یہاں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا تشنگان علم و حکمت اطراف و اکناف عالم سے حاضر خدمت ہوتے اور علمی پیاس بجھا کر جاتے۔ آپ کے علم و کمال کا ڈنکا یہاں تک بجا کہ ابو الفضل اور فیضی جیسے مشہور ماہرین منطق و فلسفہ اور درباریوں کو بھی آپ کی ملاقات کا اشتیاق ہوا۔ چنانچہ آپ نے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ ابو الفضل اور فیضی باوجود بعض

اختلافات کے حضرت کے معتقد ہو گئے یہاں تک کہ فیضی اپنی بے نقطہ' تفسیر ''سواطع الالہام'' جسے وہ ان دنوں لکھنے میں مشغول تھا آپ سے راہنمائی لیتا رہا۔

حضرت مولانا بدر الدین سرہندی رقم طراز ہیں کہ آپ نے تفسیر بے نقطہ میں فیضی کی بڑی مدد کی اور اسے ایک صفحہ لکھ کر دیا۔ ابوالفضل نے ''آئین اکبری'' میں جن علماء کا ذکر کیا ہے ان میں شیخ احمد فاروقی بھی شامل ہیں۔

فیضی اور ابوالفضل علوم عقلیہ کے دلدادہ تھے اور اسلام کو عقل اور فلسفہ کے ترازو میں تولنے کے قائل تھے۔ حضرت مجدد پاک کو ان لوگوں میں رہ کر عقل پسند طبقہ کے نقطہ ہائے نگاہ کو جاننے کا موقع ملا۔

اس زمانے میں دربار مغلیہ میں خاص دارالخلافہ کے اندر مختلف علمی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں۔ جن میں مذہب اور علم عقلیہ پر بحث و تمحیص ہوتی تھی۔ چنانچہ ان علمی مجالس میں شرکت سے آپ کے علم و فضل میں اور جلا پیدا ہوئی۔ قیام اکبر آباد کے دوران آپ نے کئی ایک رسائل بھی جو فارسی اور عربی میں ہیں قلمبند فرمائے۔ رسالہ رد روافض بھی اسی زمانے میں آپ نے تحریر فرمایا جس میں اہل تشیع حضرات کی غلط فہمیوں کا آپ نے ازالہ فرمایا اور رسالہ تہلیلیہ بھی آپ کی اسی دور کی تصنیف ہے۔

آپ نے تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے لئے جو سعی بلیغ فرمائی وہ زبانی بھی ہے اور تحریری بھی اور یہ آپ کی بے لوث اور انتھک محنت کا صلہ ہے کہ اسلام کی ڈگمگاتی کشتی پھر سے اعتدال پر آئی اور اسلام کے حسین چہرے پر بدعات کی جو گرد پڑ گئی تھی آپ نے اس کو دور فرمایا۔ آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ علم کے کس بلند مقام پر فائز تھے۔ علوم شریعت اور معارف طریقت پر آپ نے جو کتب تحریر فرمائیں اور جن کے مسودات باقی رہ گئے ہیں ان کی تعداد بارہ ہے۔

امکتوبات جلد اول' دوئم و سوئم۔ ۲ اثبات النبوہ۔ ۳۔ رسالہ رد روافض۔ ۴۔ شرح رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ۔ ۵۔ تعلیمات عوارف۔ ۶۔ رسالہ علم حدیث۔ ۷۔ رسالہ حالات خواجگان نقشبند۔ ۸۔ رسالہ تہلیلیہ۔ ۹۔ رسالہ مکاشفات عینیہ۔ ۱۰۔ آداب المریدین۔ ۱۱۔ رسالہ مبدء و معاد۔ ۱۲۔ رسالہ معارف لدنیہ۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ رحمتہ اللہ علیہ نے اصلاح امت اور تبلیغ دین کا باقاعدہ

اور مربوط نظام قائم فرمایا۔ آپ نے اپنے مریدین اور تلامذہ کی جماعتیں تیار کیں جو اندرون ملک اور بیرون ملک تبلیغ دین کے لئے جاتی تھیں۔ آپ نے بادشاہ وقت' امراء' وزراء اور فوج کے جرنیلوں کو خطوط لکھے جو آج کتابی صورت میں موجود ہیں۔ آپ کے مکتوبات میں ایسا اثر تھا جس نے دلوں کی ویران بستیوں کو بسا دیا اور آپ کی تبلیغی مساعی سے نہ صرف دین اکبری مٹ گیا بلکہ جہانگیر تائب ہوا اور اپنے بیٹے کو حضرت کا مرید کروایا۔ آپ نے مغل دور کے مقتدر وزیر خان خاناں کے نام چودہ اور ابوالفضل اور فیضی کے برادر نسبتی حسام الدین کے نام پندرہ' مغلوں کے ایک اور وزیر فرید بخاری کے نام اکیس اور مرزا فتح اللہ کے نام تین مکتوب لکھے۔ یہ سب امراء مغل بادشاہوں کے دربار میں زبردست اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ آپ نے بعض دیگر نامور امراء کے نام بھی تقریباً ایک سو مکتوبات لکھے۔

مکتوبات شریف کے تین دفاتر ہیں۔ دفتر اول کے مکتوبات کی تعداد ۳۱۳ ہے۔ اس میں سب سے پہلے وہ ۲۰ مکتوب شامل ہیں جو آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کو ارسال کئے۔ ان بیس مکتوبات کا تعلق معارف طریقت و سلوک سے ہے۔ ان میں آپ نے علم و حکمت کے موتی لٹائے ہیں اور قدرت کے سربستہ رازوں سے پردے اٹھائے ہیں۔ آپ نے معارف و اسرار کا تذکرہ نہایت دقیق انداز میں کیا ہے۔ وہ اصحاب جن کے سینے عرفان الٰہی سے روشن ہیں ان کے لئے ان مکتوبات عالیہ میں بہت سے اسرار پنہاں ہیں۔ وہ مکتوب جس کی بنا پر آپ کو دربار جہانگیری میں طلب کیا گیا' گیارہویں نمبر پر ہے۔ حضرت کے ایک خادم خاص جس کا نام یار محمد بدخشی تھا نے آپ کی اجازت سے ان مکتوبات کو مرتب کیا ہے۔ آپ نے اپنے اس خادم کو تحریر فرمایا کہ مکتوبات شریف کے دفتر اول کو ۳۱۳ مکتوبات پر منحصر رکھا جائے اس لئے کہ یہ اصحاب بدر اور پیغمبران مرسل کی تعداد کے مطابق ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جلد اول کے سب سے آخر میں جو کہ ۳۱۳واں مکتوب ہے اور محمد ہاشم کے نام ہے آپ نے اسے یہ حکم دیا ہے کہ اس دفتر میں وہ تین عریضے خواجہ محمد صادق کے جو انہوں نے حضرت مجدد پاک کی خدمت میں لکھے تھے' شامل کئے جائیں تاکہ پڑھنے والے صاحبزادہ محمد صادق کے حق میں دعا کریں۔ لہٰذا ۳۱۳ مکتوبات کے بعد یہ تین عریضے بھی شامل دفتر کئے گئے ہیں۔

پروفیسر محمد فرمان مصنف کتاب "جناب مجدد" نے ان مکتوبات شریف دفتر اول کے مرتب کرنے کی تاریخ ۱۰۲۵ھ لکھی ہے۔

دفتر دوم کے مکتوبات کے مرتب کرنے کی تاریخ ۱۰۲۸ھ ہے جبکہ دفتر سوم کے مکتوبات کی تعداد ۹۹ ہے جو اسماء حسنیٰ کے مطابق رکھی گئی ہے۔

دفتر سوم کو پروفیسر محمد فرمان کے بقول ۱۰۳۱ھ میں مرتب کیا گیا اور آغاز میں یہ دفتر قرآن کی سورتوں کے مطابق ۱۱۴ مکتوبات شریف پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد دفتر چہارم کے ۱۴ مکتوبات تحریر میں آچکے تھے کہ حضرت مجدد پاک وصال فرما گئے۔ اس لئے دفتر چہارم کو علیحدہ مرتب کرنے کی بجائے مکتوبات شریف کے دفتر چہارم کے ۱۴ مکتوبات کو بھی دفتر سوئم میں شامل کرنا پڑا اور اس وجہ سے دفتر سوئم کے مکتوبات کی تعداد ۱۱۴ سے بڑھ کر ۱۲۸ تک جا پہنچی۔ جلد سوئم کے مکتوبات شریف کے مرتب محمد نعمان بن شمس الدین بدخشی ہیں۔ جن کو یہ سعادت آپ کی درخواست پر حضرت مجدد پاک نے مرحمت فرمائی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات شریف اس پر آشوب دور میں تحریر فرمائے۔ جب لوگوں کے دلوں سے اسلام کا احترام اور تقدس ختم ہو چکا تھا۔ علماء اپنے فرائض منصبی بھول چکے تھے اور بعض بدباطن نام نہاد مسلمان اسلامی تعلیمات کی تعبیر و تشریح اپنے دنیوی مفادات کے مطابق کر رہے تھے۔ آپ نے ان لوگوں کے خلاف ایک محاذ قائم فرمایا اور اصحاب الرائے اور با اثر لوگوں کو ان خطرات سے آگاہ کیا جو علماء سو اور اصحاب اقتدار کی ملی بھگت سے پیدا ہو رہے تھے اور پے در پے مکتوبات شریف لکھ کر اسلام کا دفاع کیا۔

آپ کے مکتوبات شریف کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ بسا اوقات آپ نے ایک ہی عنوان پر کئی ایک مکتوبات شریف مختلف لوگوں کو تحریر فرمائے۔

آپ کی تمام تصانیف اپنی وسعت اور ندرت بیانی کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہیں۔ جن کے مطالعے سے آپ کی علمیت' خلوص اور شرع متین کے ساتھ پابندی کا ایک حسین منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ یہ مکتوبات شریف آپ کی دیگر تصانیف میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ آپ کے دو خوارق تھے ایک مکتوبات شریف دوسرے آپ کے فرزندان گرامی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے فرزندوں نے آپ کے مشن کو بہت ترقی دی اور اندرون ملک اور بیرون ملک آپ کی تعلیمات کو روشناس کرایا۔ آپ کے مکتوبات شریف کو شمع ہدایت کہنا چاہیئے۔ آپ کے طرز تحریر میں خطیبانہ اور پر تاثیر جوش ہے۔ جس سے آپ کے ایک اچھے انشاء پرداز ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ آپ کی تحریر علمیت و حمیت، سلیم الخیالی اور غیرت ایمانی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جس سے آپ نے لاکھوں گم کردہ راہوں کو راہ مستقیم پر گامزن کیا اور دلوں کی ویران کھیتیوں کو سرسبز و شاداب کیا۔ آپ اطاعت خداوندی اور اتباع رسول کے نشہ سے سرشار تھے اور استقامت علی الحق کو ہی سب سے بڑی کرامت سمجھتے تھے اور اپنے مریدین کی کرامات سے دور رہ کر عمل کی اہمیت پر زور دیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے قرب خاص سے نواز رکھا تھا اس سے بڑھ کر آپ کی شان اور بزرگی کیا ہو سکتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے خواب میں بنفس نفیس تشریف لا کر اپنی ناراضگی کا جہانگیر پر اظہار فرمایا اور حضرت کو جہانگیر کی قید سے رہائی دلائی۔ ایسے عظیم انسان مادر گیتی کبھی کبھار جنتی ہے۔

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

(اقبالؒ)

اے مجدد ! لاج رکھ لی تھی، ہماری آپ نے
کرکے تجدید وفا کی تاجداری آپ نے

جرأت ابن علیؓ کو پھر سے تازہ کر دیا
دین باطل پہ لگا کر ضرب کاری آپ نے

آ پڑے تھے منہ کے بل سب اکبری لات و منات
جب سنائی اپنی لے میں حمد باری آپ نے

آ گیا تھا کشت حق پہ خشک سالی کا سماں
بارش توحید سے کی آبیاری آپ نے

دین قرآں ہی فقط ہے، دیں رسول اللہ کا
کی یہیں سے ابتدائے حسن کاری آپ نے

کرکے خم سیدھا، جہانگیری کلاہ کا فقر سے
دور کی اہل دول کی شرمساری آپ نے

زندگی تو اک سادہ سے عشق کا فیضان تھا
بس سادگی سے تھی گذاری آپ نے

نعرہ حق و صداقت سے خودی میں ڈھال دی
ملت اسلامیہ ساری کی ساری آپ نے

منتخب کرکے زمیں سرہند کی اپنے لئے
سر زمین ہند کی قسمت سنواری آپ نے

ڈاکٹر اقبال سرہندی کو اپنے فیض سے
حاضری کی دے ہی ڈالی ایک باری آپ نے

ڈاکٹر اقبال سرہندی

اے مجدد! لاج رکھ لی تھی، ہماری آپ نے
کر کے تجدید وفا کی تاجداری آپ نے

جرأت ابن علیؓ کو پھر سے تازہ کر دیا
دین باطل پر لگا کر ضرب کاری آپ نے

آ پڑے تھے منہ کے بل سب اکبری لات و منات
جب سنائی اپنی لے میں حمد باری آپ نے

آ گیا تھا کشت حق پہ خشک سالی کا سماں
بارش توحید سے کی آبیاری آپ نے

دین قرآں ہی فقط ہے، دیں رسول اللہ کا
کی یہیں سے ابتدائے حسن کاری آپ نے

کر کے خم سیدھا، جہانگیری کلاہ کا فقر سے
دور کی اہل دول کی شرمساری آپ نے

یہ تو اک سادہ سے عشق کا فیضان تھا
زندگی کس سادگی سے تھی گزاری آپ نے

نعرہ حق، صداقت سے خودی میں ڈھال دی
ملت اسلامیہ ساری کی ساری آپ نے

منتخب کر کے زمیں سرہند کی اپنے لئے
سر زمین ہند کی قسمت سنواری آپ نے

ڈاکٹر اقبال سرہندی کو اپنے فیض سے
حاضری کی دے ہی ڈالی ایک باری آپ نے

ڈاکٹر اقبال سرہندی

آئینہ ماہ و سال

جناب جمیل اطہر کے بارے میں جب بتاتا ہوں کہ وہ صحافت میں' میرے اولین اساتذہ میں سے ایک ہیں تو بعض لوگوں کو یقین نہیں آتا۔ وہ کبھی میرے گنجے سر کو دیکھتے ہیں اور کبھی ان کے تازہ و شگفتہ چہرے اور کبھی خم کاکل کو۔

میں مسمی ہارون الرشید سکنہ رحیم یار خاں حال مقیم اسلام آباد ایک بار پھر بقائمی ہوش و حواس مطلع کرتا ہوں کہ جناب جمیل اطہر واقعی میرے استاد ہیں۔ میں نے انہی سے سیکھا کہ خبر میں زبان کی صحت' واقعے کی سچائی' تناظر اور سیاق و سباق کی کیا اہمیت ہے۔ اللہ ان کو برکت دے' وہ پیشہ صحافت کے ان باوقار اساتذہ میں سے ہیں' جن کی ذاتی زندگی اجلی ہے اور جو بگڑے ہوئے ماحول میں بھی ان اصولوں کو یاد رکھتے ہیں' جن سے گریز صحافت کو سطحی پروپیگنڈہ اور اخبار نویسوں کو بے وقار منشیوں کے ایک گروہ میں بدل رہا ہے یا کلرندوں اور بلیک میلروں کی ملغیاز میں' ان گنت لوگوں نے ان سے سیکھا ہے اور یہ عاجز بھی ان میں سے ایک ہے۔ خامیاں کس میں نہیں ہوتیں جناب جمیل اطہر میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن وہ جلد نرمی اور ایثار کی طرف مائل ہونے اور اس پروردگار کے سامنے سر جھکانے والوں میں سے ایک ہیں جو سارے بادشاہوں کا بادشاہ اور سب آقاؤں کا آقا ہے۔ یہی ان کی شخصیت کا مرکزی نقطہ اور چار عشرے کی صحافتی زندگی میں تاب و توانائی کا سرچشمہ ہے۔ وہ ہمیشہ تلوار تانے رکھنے والے شہسوار تو نہیں اور خود کہتے ہیں کہ میں حد سے زیادہ محتاط اور جزرس آدمی ہوں لیکن امتحان کا وقت آئے تو وہ تلوار کی دھار جیسا کھرا سچ بول سکتے ہیں اور ایثار کی ضرورت پڑے تو پہلو سے دامن جھاڑ دیتے ہیں البتہ جام نہیں اٹھاتے ---- صراحی و جام کو ان سے واسطہ ہی نہیں ہے۔

وہ پیشہ صحافت کے خاموش اور گمنام جرنیلوں میں سے ایک ہیں۔ وہ جرنیل جو لشکروں کی اصل قوت ہوتے ہیں۔ ہمیشہ کی خاموشی۔ انکسار اور عاجزی کے ساتھ اب کی بار وہ تصنیف و تالیف کے میدان میں اترے ہیں جو مدتوں سے ان کا منتظر تھا۔ اللہ انہیں برکت دے۔

تماشا کر اے محو آئینہ داری
تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں

ہارون الرشید

۵ فروری ۱۹۹۹ء

جمیل اطہر متحرک اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ وہ ۱۹۴۱ء میں سرہند کی قاضی فیملی میں پیدا ہوئے تو ان کا نام تاج الدین رکھا گیا۔ بارہ سال کی عمر میں شورش پاکستانی کے نام سے اپنے صحافتی سفر کا آغاز کیا اور پھر جمیل اطہر کے نام سے صحافت اور صحافتی سیاست میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ ۵۵ء میں روزنامہ تسنیم کے دفتر میں جب میری ان سے پہلی ملاقات ہوئی تو اس وقت وہ ساتویں جماعت کے طالب علم تھے۔ مگر میرے سامنے جب انہوں نے چند خبریں لکھیں تو میں نے انہیں "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" کے مصداق پایا اور مجھے صحافت میں ان کے روشن مستقبل کے بارے میں کوئی شبہ نہ رہا۔

جمیل اطہر نے جہاں صحافتی تجربہ سے نظریاتی تربیت کے پھول چنے وہاں مولانا عبدالرحیم اشرف، پروفیسر کرامت حسین جعفری، پروفیسر افتخار احمد چشتی اور پروفیسر مرزا محمد منور کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد انہوں نے مئی ۵۸ء میں گورنمنٹ کالج لائل پور میں داخلہ لیا اور اپنی صحافتی زندگی کے نئے مرحلہ کا آغاز آفاق، فیصل آباد میں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کیا۔ اس وقت میں آفاق فیصل آباد کا ریذیڈنٹ ایڈیٹر تھا جب "وفاق" کا اجرا کیا گیا تو جمیل اطہر کے ساتھ میری اس تیس سالہ رفاقت کا آغاز ہوا۔ جسے ہمارے بعض دوست سالک و مہر کی رفاقت کے مشابہ قرار دیتے تھے۔ اسی دوران میں جمیل اطہر نے روزنامہ تجارت کے نام سے اپنے اخبار کا آغاز کیا۔ تو میری نیک خواہشات بھی ان کے ساتھ تھیں۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے دوسرے اخبار روزنامہ "جرأت" کا اجرا کیا۔ اور اب وہ خواتین کا ایک معروف جریدہ ویمن ٹائمز بھی شائع کر رہے ہیں۔

جمیل اطہر نے اپنی زندگی میں بے شمار کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ وہ تین مرتبہ سی پی این ای کے سیکرٹری جنرل اور دو بار اے پی این ایس کے سینئر نائب صدر رہے ہیں اور اب اے پی این ایس کے نائب صدر کی حیثیت سے اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوا رہے ہیں۔ ان کی یہ کامیابیاں جہاں ان کی مسلسل محنت کا ثمر ہیں وہاں ان کے والدین بالخصوص والدہ ماجدہ کی دعاؤں کی بھی مرہون منت ہیں۔

جمیل اطہر نے اب "شیخ سرہند" کے نام سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ اور ان کے افکار عالیہ کے بارے میں یہ گراں قدر کتاب مرتب کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ برصغیر کی تاریخ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو شاندار کردار ادا کیا ہے وہ محتاج بیان نہیں جمیل اطہر نے اس کتاب کے ذریعہ ان کے فیضان کو عوام تک پہنچانے کی جو کاوش کی ہے اس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

مصطفیٰ صادق

۱۹ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

سر جھکایا نہ کبھی تو نے جفا کے آگے

کلیم عثمانی

تو چراغ رہ ایماں تھا رسالت کا نقیب
تیرے افکار تھے بیمار عقائد کے طبیب

تو نے تکبیر پڑھی ہند کے بت خانے میں
گل کھلائے ترے انفاس نے ویرانے میں

سر جھکایا نہ کبھی تو نے جفا کے آگے
سرخرو ہو کے رہا اپنے خدا کے آگے

تیرا انداز سخن پھولوں کی خوشبو جیسا
تیرے مکتوب کا ہر حرف ہے جگنو جیسا

اپنے کردار سے یوں رنگ بکھیرا تو نے
کر دیا گھور اندھیروں میں سویرا تو نے

نور عرفاں سے منور تیرا سینہ ایسے
صبح کے نور میں ہنستا ہو مدینہ جیسے

مصلحت کوش ہوا تو نہ صداقت میں کبھی
فرق آنے نہ دیا اپنی عزیمت میں کبھی

تیرا ایثار ہے شاہد کہ وفا کیش تھا تو
تھا شہہ وقت مگر صورت درویش تھا تو